655

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،20۔جون2006

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

657

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

منگل،20۔جون2006

(یوم الثلاثہ،23۔جمادی الاول1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر5 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

أَلَآ إِنَّ أَوۡلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ٦٢ ٱلَّذِينَ
ءَامَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ٦٣ لَهُمُ ٱلۡبُشۡرَىٰ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي
ٱلۡأٓخِرَةِۚ لَا تَبۡدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ٦٤

سُوۡرَۃُ یُونس آیات62تا64

سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے o(یعنی) جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے oان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔یہی تو بڑی کامیابی ہے o

وما علینا الا البلاغ o

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال07-2006پر بحث

جناب سپیکر:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔سالانہ بجٹ بابت سال07-2006پر 17۔جون کو بحث کا آغاز ہوا تھا۔اسی کو جاری رکھتے ہوئے میں ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔شکریہ۔جناب سپیکر!سب سے پہلے میں اجلاس بروقت شروع کرنے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔انشاء اللہ اسی طرح آپ کریں گے تو یہ ہاؤس ریگولر بھی ہوگا اور اس کا وقار بھی بلند ہوگا۔

جناب سپیکر:شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!سب سے پہلے تو میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ سازی کیا ہے اور یہ ایوان جو اس کو منظور کرے گا درحقیقت بجٹ سازی میں اس ایوان کا قطعاً یعنی صفر حصہ بھی نہیں ہے لیکن چونکہ قواعد وضوابط بنے ہوئے ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے کلرک صاحبان اور افسر شاہی بجٹ کو بناتی ہے۔میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وزراء صاحبان کو بھی اپنے محکمے کے بجٹ کی تفصیلات کا علم نہیں ہوتا۔یہ جب چھپ کر آجاتا ہے اور ایوان میں پیش ہونے سے پہلے کابینہ اس کی منظوری دیتی ہے تو بہت سارے وزراء کو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے محکمے کا بجٹ ہے۔ہمارے وزیر خزانہ ماشاء اللہ پڑھے لکھے نوجوان اور محنت کرنے والے ہیں۔انھیں بجٹ کی تقریر لکھی ہوئی دے دی جاتی ہے وہ یہاں پر اسے اچھے طریقے سے پیش کر دیتے ہیں۔اس کے بعد جو بحث ہوتی ہے۔اس میں حکومتی ارکان کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ جو کچھ اس کے اندر لکھا ہے اس کی تعریف کرتے رہیں اور اپوزیشن کے ارکان کی طرف سے بھی یہی کچھ ہوتا ہے کہ اگر کوئی اچھی باتیں بھی ہوں گی تو وہ اس کے اندر سے کیڑے ہی نکالتے رہیں گے اور یہ ایک قسم کا ٹوپی ڈرامہ چار پانچ دن چلے گا۔اس کے بعد یہ بجٹ من وعن سابقہ روایات کی طرح ایک ٹیڈی پیسے کی بھی کمی اس کے اندر نہیں ہوگی اور اسی طرح منظور کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! میں یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال جب محترم وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ تقریر فرمائی تھی تو انھوں نے کہا تھا کہ یہ 224۔ارب روپے کا بجٹ ہم پیش کر رہے ہیں۔ تمام محکموں کی طرف سے چار پانچ مہینے کی محنت کے بعد جو تجاویز افسروں کو ملتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں budget estimate بنتا ہے جو وزیر خزانہ صاحب ایوان کے اندر پیش کر دیتے ہیں لیکن اس پر عملدر آمد کی جو صورتحال ہے۔ وہ یہ ہے کہ پچھلا ریگولر بجٹ جو انھوں نے پیش کیا تھا۔ وہ 224۔ارب روپے کا تھا لیکن ضمنی بجٹ اس سال انھوں نے پیش فرمایا ہے وہ 44۔ارب 84 کروڑ 19 لاکھ 65 ہزار روپے کا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ بجٹ تو پاس ہو جاتا ہے لیکن کوئی بھی محکمہ اوپر سے نیچے تک کوئی اس کی پابندی نہیں کرتا اور مرضی سے اخراجات ہوتے ہیں اور سال کے آخر میں جمع خرچ کر کے ایک ضمنی بجٹ کے نام سے یہاں پیش کر دیا جاتا ہے اور اسے اکثریت کی بنیاد پر منظور کر دیا جاتا ہے۔ اس پر کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ آپ کو یہ estimate دیا گیا تھا اور آپ کو اس کے اندر رہنا تھا۔ یہ جو 44/45۔ارب روپے زائد خرچ ہوئے ہیں یہ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہے اگر دو، چار، پانچ یا دس کروڑ روپے کی بات ہوتی تو ٹھیک ہے نظر انداز کیا جا سکتا تھا لیکن 44/45۔ارب روپے کے زائد اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ میں اس پر احتجاج بھی کرتا ہوں اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے یہ بجٹ اس قابل نہیں کہ اسے منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے Financial management and expenditure کے حوالے سے کچھ باتیں کروں گا کیونکہ رسم ہے تو بجٹ کے حوالے سے بھی دو چار باتیں کروں گا۔ گزارش یہ ہے کہ اوپر سے صدر صاحب، شوکت عزیز صاحب، ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب اور باقی حکومتی اہلکار و وزراء بھی قوم کو کفایت شعاری کا درس دیتے ہیں لیکن آپ یہ دیکھیں کہ ہمارے [*******]

جناب سپیکر: آپ پنجاب تک ہی رہیں۔ میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: اسی طرح وزیر اعظم ہاؤس 122 ایکڑ کے اندر ہے۔ اس حوالے سے پھر کروڑوں روپے کے اخراجات ان پر ہوتے ہیں۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! میں نے ابھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ یہ جو زائد خرچ ہوا ہے۔اس پر میں آپ کی اور وزیر خزانہ صاحب کی توجہ چاہتا ہوں۔اس میں انھوں نے جو estimates of charged expenditures and demands کا گراف دیا ہے۔اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے والیم Iاور صفحہ 271 کے اوپر آپ دیکھیں کہ گورنر ہاؤس کے لئے انھوں نے پچھلی دفعہ جو بجٹ منظور کیا وہ 68لاکھ 67ہزار روپے کا تھا لیکن جو عملاً خرچ کیا وہ 99لاکھ 67ہزار روپے تھا اور اب جو تجویز کیا ہے وہ 88لاکھ 67ہزار روپے ہیں۔اگلے سال ضمنی بجٹ میں پھر پتا نہیں کتنا مانگیں گے۔اسی طرح گورنر سیکرٹریٹ ہے۔گورنر صاحب صوبے کے آئینی سربراہ ہیں ان کو اسی تک محدود رہنا چاہئے لیکن آپ دیکھیں کہ ایک آئینی سربراہ جو ایک آدمی ہے جس نے تھوڑی سی ضابطے کی کارروائی کرنی ہے تو ظاہر ہے کہ جب گورنر ہاؤس کے اندر 500/600ملازم رکھے جائیں گے تو آپ اخراجات دیکھیں کہ انھوں نے ایک کروڑ 87لاکھ 9ہزار روپے پچھلے بجٹ کے اندر رکھا تھا لیکن عملاً گورنر صاحب نے جو اخراجات کئے ہیں وہ دو کروڑ 73لاکھ 69ہزار روپے کے ہیں۔اب انھوں نے دو کروڑ 19لاکھ 6ہزار روپے مانگے ہیں یعنی وہاں کے اخراجات دیکھیں اور دوسری طرف گورنمنٹ کی اور وزیر خزانہ کی تلقین یہ ہے کہ جو ہمارے اسمبلیوں میں اہلکار ہیں،چھوٹے اہلکار جو کاغذ ادھر ادھر پہنچاتے ہیں یہ پانچ چھ ہزار روپے ماہوار میں گزارا کریں۔ان کی پندرہ فیصد تنخواہ بڑھا کر ہماری حکومت نے بہت بڑا تیر مارا ہے کہ ہم نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔اسی طرح دیکھیں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے پچھلے سال نو کروڑ 57لاکھ 52ہزار روپے منظور ہوا لیکن عملاً 20کروڑ 18لاکھ 53روپے خرچ کیا گیا ہے۔آپ دیکھیں کہ یہ صد فیصد سے بھی زائد اضافہ ہے۔اس سال انھوں نے 14کروڑ روپے 62لاکھ 22ہزار روپے مانگے ہیں کہ آئندہ ہمیں دیئے جائیں اور پھر ضمنی بجٹ میں پندرہ بیس کروڑ روپے کا آرام سے اضافہ کر دیا جائے گا۔اسی طرح وزراء صاحبان کے لئے پچھلے سال 17کروڑ 72لاکھ 65ہزار روپے رکھے گئے تھے لیکن عملاً انھوں نے 18کروڑ 63لاکھ 45ہزار روپے خرچ کئے ہیں۔اب ان کی demand 19کروڑ 64لاکھ 29ہزار روپے کی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جو بجٹ آپ کے سیکرٹریٹ کے لئے منظور کیا گیا تھا اس میں آپ نے کم خرچ کیا ہے۔یہ اچھی بات ہے کہ آپ نے کفایت شعاری کا مظاہرہ کیا ہے۔دوسری طرف دیکھیں کہ لاء منسٹر صاحب کے تحت لاء اینڈ پارلیمنٹری افیئرز

ڈیپارٹمنٹ ہے۔ان کے محکمے کے لئے 2کروڑ 24لاکھ 43ہزار روپے منظور ہوئے تھے لیکن انھوں نے عملاً 3کروڑ 5 لاکھ 77 ہزار روپے خرچ کئے۔ اب انھوں نے جو تجویز کروائی ہے وہ 3کروڑ 28لاکھ 31ہزار روپے کی ہے۔اس حوالے سے جو محکمے کی کارروائی ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے اور اس میں جو ڈنڈی ماری گئی ہے۔اس میں سے کچھ چیزیں میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ consumer protection کے حوالے سے ایک بل اسمبلی نے منظور کیا تھا۔اس حوالے سے گراونڈ پر کوئی establishment نظر نہیں آرہی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں ڈاکٹر صاحب سے معذرت کے ساتھ یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ڈاکٹر صاحب کفایت شعاری کی بات بھی کر رہے ہیں۔انھوں نے پہلے ابتدا میں یہ فرمایا کہ یہ بجٹ سیکرٹریوں نے بنایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس جماعت کی حکومت ہوتی ہے،اس کا vision ہوتا ہے اور حکومت اس کے مطابق چلتی ہے۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہمارا دوہرا معیار ہے جس کو ہم کبھی ختم نہیں کرتے۔ یہ اتفاق ہے کہ صوبہ سرحد میں ان کی حکومت ہے۔ کیا وہاں پر بجٹ ان کے سیکرٹریوں نے نہیں بنایا۔انھوں نے فرمایا ہے کہ گورنر صاحب سینکڑوں ایکڑ پر رہ رہے ہیں۔ کیا سرحد کا گورنر ہاؤس خالی کر دیا گیا ہے؟ کیا سرحد کے وزیر اعلیٰ مسجد میں رہ رہے ہیں؟انھوں نے ملازمین کی تنخواہوں کی بات کی ہے تو 15 فیصد آپ نے نہیں بڑھائی بلکہ 15 فیصد وفاقی حکومت نے بڑھائی ہے اور صوبے اس کو follow کر رہے ہیں۔ یہ جو غریبوں کے ہمدرد ہیں، کیا انھوں نے اپنے صوبے میں 15 سے بڑھا کر 20 فیصد کر دیا ہے۔ یہ ساری باتیں ہوتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان جب حکومت میں ہوتا ہے تو پھر حکومتی معاملات کو اسی کے مطابق لے کر چلنا پڑتا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن میں بڑا فرق ہوتا ہے۔یہاں آپ اپوزیشن میں ہیں،یہاں آپ کا فرمانا اور ہے۔ سرحد میں آپ حکومت میں ہیں وہاں آپ کا عمل اور ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری اصغر علی گجر!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں نے صرف اتنی گزارش کرنی ہے کہ اگر ایوان کے اندر صوبہ سرحد کی بات ہو سکتی ہے تو میں آپ سے یہ گزارش کروں گا اور آپ اطمینان سے سن بھی

سکتے ہیں کہ ایوان صدر کی بات بھی یہاں پر ہو گی۔

جناب سپیکر: انھوں نے حوالہ دیا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: یہ لازمی ہو گی اور پھر یہ سننی پڑے گی۔ وہ بھی آپ کا صدر ہے۔ آپ کے ملک کا جرنیل ہے۔ آمر مطلق ہے۔ آپ اس کی بات کیوں نہیں سنیں گے۔ میں صرف اتنی بات کروں گا کہ آپ کو سننی پڑے گی۔ ہم کریں گے اور آپ سنیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ راجہ صاحب بڑے اچھے موڈ میں بیٹھے تھے لیکن ایک دم ان کا موڈ خراب ہو گیا ہے اور یہ بے چارے صوبہ سرحد پر برس پڑے ہیں۔ صوبہ سرحد نے تو ان کو راستہ دکھایا ہے۔ میٹرک میں کتابیں اور دارالکفالہ یہ پہلے ان کی سکیمیں تھیں۔ انھوں نے شروع کی تھیں تو پھر پنجاب نے شروع کیں۔ پنجاب نے اس وقت جتنی اصلاحات کی ہیں۔ میٹرک کی تعلیم مفت کی ہے، انھوں نے دارالکفالہ بنائے۔ یہ ساری صوبہ سرحد نے سکیمیں شروع کی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ یہ اپنی بجٹ تقریر میں کہئے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ان کا جواب تو ہمیں دینے دیں۔ اللہ کے فضل سے وہاں پر سراج الحق وزیر خزانہ ہیں۔ میں ان کی صرف ایک بات سناتا ہوں کہ وہ جرمنی میں سرکاری دورے پر گئے۔ ائرپورٹ پر نیچے اترے تو سیکرٹری سے اس وزیر خزانہ نے پوچھا کہ یہ جو آٹھ دن کا دورہ ہے۔ اس پر کتنے اخراجات ہوں گے۔ اس نے کہا کہ 60 سے 70 لاکھ روپیہ خرچ ہو گا اس پر انھوں نے کہا کہ ہم کسی ہوٹل میں نہیں رہیں گے بلکہ مسجد میں رہیں گے وہ شخص وہ وزیر خزانہ صوبہ سرحد سات دن تک ایک مسجد میں رہائش پذیر رہا۔ وہ ہوٹل میں نہیں رہا اور وہ 60,70 لاکھ روپے جو اس کے صوبے کے تھے اور اس کی قوم کے تھے تو وہ اس نے بچائے۔ یہاں کوئی اس کی مثال تو پیش کرے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سرکاری دورے پر گیا ہی نہیں۔ میں نے ان سے زیادہ کفایت کی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ پچھلے سال ابتدا میں اسلام آباد میں ایک میٹنگ میں صوبہ سرحد کے وزیر خزانہ جناب سراج الحق تشریف لائے ہوئے تھے۔ان سے بات ہو رہی تھی تو انھوں نے بتایا کہ اس سال رواں مالی سال کے اندر کوئی 18۔ارب روپے مرکز نے صوبہ سرحد کا دینا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مئی کی آخری تواریخ آ گئی ہیں اور ابھی تک کچھ نہیں ملا۔انھوں نے بتایا کہ پچھلے دنوں میں اور وزیر اعلیٰ سرحد اسلام آباد گئے اور وزیر اعظم سے ملاقاتیں کیں اور کافی کوشش کے بعد انھوں نے 6۔ارب روپے مانا کہ ہم دو مہینے میں دیں گے۔ وہ بتا رہے تھے کہ اس میں سے بمشکل چند کروڑ روپے ہمیں ملے گا اور باقی یہ ہڑپ کر جائیں گے تو وہاں پر عملی صورتحال یہ ہے۔ جس طرح صوبہ سرحد کی حکومت کو مرکز اور مشرف strangulate کرنا چاہتا ہے۔

جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ consumer protection کے حوالے سے ہم نے ایک بل منظور کیا تھا۔آپ بھی گواہ ہیں اور یہ سارا ایوان جانتا ہے کہ گراونڈ کے اوپر ابھی کوئی چیز اس حوالے سے نظر نہیں آ رہی۔اس میں ہوا کیا ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں Punjab Consumer Protection Council کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔درمیان میں انھوں نے ایک کروڑ ایک لاکھ اور 19 ہزار روپے کے اخراجات دکھا دیئے ہیں۔اب انھوں نے دو کروڑ 54 لاکھ 17 ہزار روپے مانگ لئے ہیں۔ اسی طرح District Consumer Protection Councils ہیں، ہمیں تو نہیں معلوم کہ کون سے ڈسٹرکٹ کے اندر یہ کونسلیں بنی ہیں۔ پچھلے سال کوئی خرچہ نہیں رکھا گیا تھا۔اس سال انھوں نے دو کروڑ 15 لاکھ 45 ہزار روپیہ خرچ کر دیا ہے اور اب دو کروڑ 40 لاکھ 30 ہزار روپیہ دوبارہ مانگ لیا ہے۔اسی طرح District Consumer Protection Courts بنانے کا کہا گیا تھا۔اس میں پہلے تو کچھ نہیں رکھا گیا تھا۔اب اس میں تین کروڑ 13 لاکھ 29 ہزار روپے کے اخراجات انھوں نے کر دیئے ہیں۔اس میں کوئی جج مقرر ہوا، کوئی کیس پہنچا اور نہ کوئی سماعت ہوئی لیکن اس پر 3 کروڑ 13 لاکھ 21 ہزار روپیہ خرچ کر دیا ہے اور 5 کروڑ 31 لاکھ 54 ہزار روپے اس سال کے لئے مانگ لئے ہیں۔اس میں عملی صورتحال یہ ہے کہ ہاؤس نے بل پاس کیا تھا کہ سیشن ججز اس کے لئے لگائے جائیں گے۔ابھی محکمہ میں یہ بحث چل رہی ہے کہ سیشن ججز نہ لگائے جائیں، ایڈیشنل سیشن ججز لگائے جائیں۔ میں یہ تجویز دوں گا کہ ایسا نہ کریں۔

پہلے ہی جو لوئر جوڈیشری ہے وہ اپنے آپ کو deprived feel کرتی ہے۔آپ لوگ ہائیکورٹ کے ججز اور سپریم کورٹ کے ججز اپنے بغل بچوں کو بناتے ہیں تاکہ آپ جو غیر آئینی کام کریں اس کو یہ سپریم جوڈیشری protect کر دیتی ہے اس لئے اگر اسمبلی نے لوئر جوڈیشری کے لئے کوئی outlet نکالی ہے تو میری راجہ صاحب سے یہی استدعا ہو گی کہ وہ ایڈیشنل سیشن ججز کے حوالے سے سمری کو drop کریں اور سینئر ایڈیشنل سیشن ججز کو promote کر کے انھیں ڈسٹرکٹ کورٹس کے اندر لگائیں۔

جناب والا! فنانس ڈیپارٹمنٹ کی صورتحال دیکھیں۔ میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ اگر انھوں نے کوئی محنت کی ہے تو وہ ضرور کی ہو گی لیکن ان کی کل کارکردگی یہ 20/25 کلو کا تھبہ ہے جو یہاں پر ہمارے حوالے کر دیا گیا ہے۔یہ اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے۔اس تھبے سے اور اس کے اندر جو اعداد و شمار ہیں اس سے غریب عوام کا پیٹ نہیں بھرنا لیکن محکمہ خزانہ کی صورتحال دیکھیں کہ ان کے لئے 3۔ارب 19 کروڑ 29 لاکھ 23 ہزار روپیہ رکھا گیا ہے۔انھوں نے دوران سال جو خرچ کیا وہ 2۔ارب 68 کروڑ 42 لاکھ 44 ہزار روپیہ ہے۔یہ ان کے اپنے figures ہیں۔ اس سال کے لئے انھوں نے 10۔ارب روپے مانگا ہے۔ پچھلے سال 3۔ارب روپے رکھا گیا اور 2۔ارب روپے خرچ ہوا اور اب 12۔ارب 12 کروڑ 41 لاکھ 50 ہزار روپے انھوں نے مانگے ہیں اور دوسری طرف budget document میں لکھا ہے کہ ہم نے N.A.M کو adopt کیا ہے۔ اس کے لئے جو demand ہے وہ 3 سے 10۔ارب روپے تک پہنچ گئی ہے۔

جناب والا! اس سال کے دوران انھوں نے اربوں روپیہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کو دیا ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ سارا ایوان بھی جانتا ہے کہ پورے پنجاب کے اندر کوئی ایک تھانہ لاء منسٹر صاحب مجھے دکھا دیں کہ جہاں پر چٹی نہ چلتی ہو۔ کسی تھانے میں کوئی واردات ہوتی ہے تو محکمے اور تھانے کی چاندی ہو جاتی ہے۔ابھی حاصل پور میں قرآن کریم کے اوراق جلانے کا واقعہ ہوا ہے۔پولیس نے دونوں طرف سے پرچہ دیا ہے۔ایک پرچے کے اندر دو سو سے زائد نامعلوم افراد لکھ لئے ہیں۔اب یہ پرچہ ان کے لئے سونے کی چڑیا ہے۔وہ 302 کا پرچہ ہے تو یہ بندے پکڑتے جائیں گے اور ایک ایک، ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہر بندے سے لیتے رہیں گے۔یہ سارا کام اور دھندہ ہر تھانے کے اندر چل رہا ہے اور اربوں روپیہ اس حوالے سے ان کو دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر اس کے علاوہ میں نے سارا budget document دیکھا ہے۔ ہر ڈیپارٹمنٹ کے لئے جو allocation دی گئی ہے۔ کوئی ایک ڈیپارٹمنٹ میں سے دکھا دیں کہ گاڑیاں نہ لکھی گئی ہوں یعنی گاڑی کے بغیر تو کوئی کام چلتا ہی نہیں ہے اور اس پر ظلم یہ دیکھیں کہ پچھلے سال بھی نئی گاڑیاں خریدی گئی تھیں، پچھلے سال ہر سیکرٹری کے پاس نئے ماڈل کی گاڑی تھی۔ جیسے ہی نیا ماڈل آتا ہے اور پچھلی گاڑی پتا نہیں کدھر جاتی ہے اور نئے ماڈل کی گاڑیاں ان کے پاس آجاتی ہیں۔ حالانکہ زیرو میٹر کی گاڑی اگر خریدی جائے تو کم از کم وہ پانچ سال چلتی ہے لیکن یہاں اس غریب عوام کے دیئے ہوئے ٹیکسوں سے جو بجٹ آتا ہے اس سے lavishly خرچے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چیف منسٹر صاحب کے پاس اور باقی اہلکاروں کے پاس گاڑیوں کا جو پورا fleet ہے اس پر میں مزید بحث نہیں کرنا چاہتا۔ دوسری طرف ہمارا ہمسایہ ملک ہندوستان ہے میں نے خود ٹی وی پر دیکھا کہ واجپائی صاحب بطور وزیر اعظم پارلیمنٹ ہاؤس میں اجلاس کے لئے آرہے تھے اور ان کی اپنے ملک کی بنی ہوئی گاڑی جس کا نام ایمبیسڈر ہے، سوزوکی مہران جو سب سے نچلے درجے کی سمجھی جاتی ہے اس طرح کی گاڑی سے وہ اترے ہیں ان کے پیروں میں قینچی کی چپل تھی، دھوتی اور کرتا پہنا ہوا تھا اور کندھے پر رومال تھا اس طرح وہ پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوئے لیکن یہاں صورتحال یہ ہے کہ B.M.W سے نیچے تو بات ہی نہیں ہوتی۔ کروڑوں کی بلٹ پروف گاڑیوں میں بیٹھتے ہیں۔ ایک دفعہ ہمارے ملک کے اقتدار اعلیٰ کے مالک بہاولپور میں تشریف لائے، پہلے C-130 آیا اس میں تین مرسڈیز بلٹ پروف آئیں، ایک ہی نمبر، ایک ہی رنگ اور اس میں ڈرائیور بھی ایک ہی جیسے تھے اور وہ وہاں پر لگ گئیں، اب انہوں نے اتر کر خود فیصلہ کرنا تھا کہ کس گاڑی کے اندر انہوں نے بیٹھنا ہے۔ یعنی یہ حشر ہمارے بجٹ کا ہوتا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے پاس ماڈل کون سے ہیں، الحمد للہ ہم سب مسلمان ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ ہمارے رہنما ہیں جو خلفائے راشدین ہیں وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ میں دو تین اشارے اس حوالے سے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ نبی پاک ﷺ اس کائنات کے اشرف المخلوقات ہیں، اللہ کے بعد ان کی حیثیت سب سے بڑی ہے۔ جس سیکرٹریٹ کے اندر انہوں نے دس سال سے اوپر کام کیا وہ ایک حجرہ ہے، اس کا رقبہ 6 by 6 ہے۔ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ جب ہم سیدھے لیٹ جاتے تھے تو سر ایک دیوار سے اور پیر دوسری دیوار سے ٹکراتا تھا۔ یہ حجرہ تھا جو مسجد نبوی کے ساتھ ملحق تھا۔ تمام سیکرٹریٹ کا کام، تمام سیاسی معاہدے، تمام جنگی منصوبہ بندیاں

اسی مسجد اور حجرہ سے ہوتی تھیں لیکن آج کے ہمارے حکمرانوں کی جو کیفیت ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اماں!آپ کھایا کیا کرتے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے گھر میں تین تین مہینے چولہا نہیں جلتا تھا۔پوچھا اماں!اگر چولہا نہیں جلتا تھا تو زندگی کیسے گزرتی تھی تو فرمایا کہ دو کالی چیزوں پر گزر ہوتی تھی۔پوچھا وہ دو کالی چیزیں کیا ہیں تو ارشاد فرمایا کہ کھجور اور کالا پانی، کھجور کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے اور سارا دن اسی لگن میں لگے رہتے تھے کہ سسٹم ٹھیک ہو جائے، مخلوق خداfacilitateہو جائے۔ایسا نظام آ جائے جو ظالموں کے ہاتھ کو توڑ سکے اور مظلوموں کی خبر گیری کر سکے۔

جناب سپیکر!میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت تک آنے والے جتنے بھی مسلمان اور انسان ہیں آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاک پاہ کے برابر بھی نہیں ہیں۔آپ خلیفہ بن گئے اور اگلے دن صبح تجارت کا سامان کندھے پر رکھ کر بازار جانے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک لیا اور کہا کہ آپ کدھر کو جا رہے ہیں آپ نے اتنا بڑا خلافت کا علاقہ اور سلطنت کو سنبھالنا ہے یہ کام آپ نہیں کر سکتے اس کے لئے آپ قفاف مقرر کر لیں تو انہوں نے کہا کہ اچھا یہ قفاف میں خود مقرر کروں گا۔انہوں نے معلوم کر کے جو اس زمانے میں مزدور کی کم از کم اجرت تھی وہ انہوں نے اپنی قفاف کے لئے لی۔آج کی کیفیت دیکھ لیں، کیا ہمارے حکمران ان سے بڑھ گئے ہیں؟حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دینے کھڑے ہوئے وہ کوئی چھوٹے سے علاقے کے حاکم نہیں تھے، پاکستان سے سترہ گنا بڑے علاقے پر حاکم تھے۔یہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں یہ کمخواب اور ریشم نہیں ہوتے تھے، قالین نہیں ہوتے تھے اس زمانے میں بھی ایران، روم کی سلطنتیں تھیں، بڑے بڑے تختوں پر ان کے بادشاہ بیٹھتے تھے، ہیرے جواہرات لگے ہوتے تھے اور کمخواب اور ریشم کے لباس پہنا کرتے تھے یہ سب کچھ اس زمانے میں بھی موجود تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خطبہ جمعہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک صحابی نے لکھا کہ سترہ پیوند میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے کرتا مبارک پر دیکھے۔جب آدمی سامنے کھڑا ہوتا ہے تو سامنے کا ہی حصہ نظر آتا ہے، یہ سترہ پیوند جو تھے یہ اس زمانے کے اہلکاران کے لئے 17۔آرڈیننس تھے۔سب جانتے تھے کہ جب ہمارا بادشاہ، خلیفہ، وزیر اعظم یا صدر اس طرح رہتا ہے کس کو جرأت ہو گی کہ بے دردی کے ساتھ قومی خزانہ لٹا سکے۔راتوں کو گشت کرتے تھے، قحط پڑا، دستر خوان پر زیتون آیا تو اسے اٹھا دیا کہ یہ میں نہیں کھاؤں گا جب تک کہ میرے تمام لوگوں

کو روغن نہیں مل جاتا۔ قطع نظر اس کے کہ ہاتھ کاٹنے کی سزا انہوں نے موقوف کر دی۔ آج یہاں ہمارے حاکموں نے گشت کیا کرنے ہیں یہ تو بلٹ پروف گاڑیوں کے اندر پھرتے ہیں۔ ابھی یہاں یوم پاکستان کے موقع پر مینار پاکستان میں جلسہ ہوا تھا اور ہمارا حاکم اعلیٰ بلٹ پروف گاڑی میں آیا، بلٹ پروف جیکٹ پہنی ہوئی تھی، بلٹ پروف ڈائس کے آگے کھڑے ہو کر قوم کو چیلنج کر رہا تھا، اپوزیشن کو چیلنج کر رہا تھا۔ انہوں نے کیا گشت کرنا ہے ان کے لئے سارا نظام گشت کر رہا ہے کہ یہ حفاظت کے ساتھ اپنے گھروں میں رہ سکیں۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلفائے راشدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ بیٹھے شام کو کام کر رہے ہیں، ایک سائل آ گیا، اپنے کام کو کرتے رہے جب اپنے کام کو مکمل کیا اور چراغ کو بجھا دیا اور پھر سائل سے کہا کہ اب آپ اپنی بات کریں۔ سائل نے کہا کہ حضرت! ابھی تو آپ اپنا کام کر رہے تھے جب میں نے بات شروع کی تو آپ نے یہ چراغ بھی بجھا دیا۔ جواب آیا کہ اے بندے، اے دوست! جب تک میں یہ کام کر رہا تھا یہ سرکاری کام کر رہا تھا۔ اب تو مجھ سے ملاقات کے لئے آیا ہے تو اپنی ذاتی بات کر رہا ہے اس لئے اس چراغ کے اندر جو تیل ہے وہ ایک ذاتی ملاقات کے لئے نہیں جلایا جا سکتا۔ یہ ہمارے ماڈلز ہیں۔ یہ قصہ کہانیاں ہوں گی، دقیانوسی باتیں ہوں گی۔ میں اس زمانے کی مثالیں بھی ان کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ پچھلے دنوں محکمہ زراعت کے کچھ افسر امریکہ کے کسی سٹڈی یا کسی کورس tour پر گئے تھے، واپسی پر ایک افسر سے ملاقات ہوئی بہاولپور سے اس کا تعلق ہے۔ اس نے بتایا کہ اتوار والے دن انہوں نے پروگرام رکھا تھا کہ آپ نے وائٹ ہاؤس کو دیکھنا ہے۔ ایک سینیٹر کو انہوں نے depute کیا جو کہ پروٹوکول آفیسر کے طور پر ہمیں گائیڈ کر رہا تھا، اس نے کہا کہ وہ ہمیں وائٹ ہاؤس میں صدر کی لائبریری میں لے گیا اور وائٹ ہاؤس کا رقبہ صرف اٹھارہ ایکڑ ہے جس میں اس کے دفاتر بھی ہیں اور رہائش بھی ہے اور انہوں نے بتایا کہ جب ہم لائبریری میں گئے 6 by 6 کا کمرہ ہے، وہاں پر ایک میز اور ایک کرسی رکھی ہوئی ہے۔ کرسی کی کیفیت یہ تھی کہ اس کی سیٹ کے درمیان والے حصے کا رنگ بیٹھ بیٹھ کر fade ہو چکا تھا لیکن انہوں نے اس کو تبدیل نہیں کیا۔ پھر بتایا کہ جب ڈیڑھ بجے کھانے کا ٹائم ہوتا ہے تو وائٹ ہاؤس کا جتنا عملہ ہے، بہت بڑی میز ہے آٹومیٹک کچن ہے اور وہاں سے trays خود بخود ہی میز پر آ جاتی ہیں سب اہلکار وہیں کھانا کھاتے ہیں اور وہیں صدر بھی کھاتا ہے۔ صدر اگر سمجھتا ہے کہ میں نے کھانا اسی میز پر کھانا ہے تو وہ کھڑے ہو کر کھاتا ہے۔ اگر وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے کمرے میں کھاؤں گا تو کوئی اہلکار اس کے پاس نہیں ہوتا وہ خود

trayکو اٹھا کر لے جاتا ہے اور اپنی میز پر کھانا کھاتا ہے اور اس کے بعد وہ trayواپس رکھتا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ٹونی بلیئر جو ہماری حکومت کا آقا ہے جس کے نقش قدم پر یہ چل رہے ہیں۔ 10-Downing Streetپوری دنیا کے اندر مشہور ہے کہ انگلینڈ کا پرائم منسٹر اس کے اندر رہتا ہے۔اس دفعہ پرائم منسٹر بلیئر صاحب نے ہاؤس آف کامنز کو درخواست کی کہ یہ جو 10-Downing Streetہے یہ two-bed room Houseہے اور میری فیملی ذرا بڑی ہے اور میرے والدین بھی زندہ ہیں تو مجھے 10-Downing Streetکے اندر شفٹ ہونے کی اجازت دی جائے کیونکہ یہ three-bed room Houseہے۔آپ کو اس بات پر اچنبہ ہوگا کہ ہاؤس آف کامنز نے پرائم منسٹر کی یہ درخواست رد کر دی اور کہا کہ جیسے بھی ہے تم نے 10-Downing Streetمیں دو بیڈ روم ہاؤس میں ہی گزارا کرنا ہے۔

جناب سپیکر!اسرائیلی وزیراعظم گولڈا نے امریکہ کو ایک بلین کا کوئی منصوبہ دیا۔امریکہ کے سیکرٹری برائے فنانس نے کہا کہ میں خود آکر تم سے بات کروں گا۔ یہ طے پایا کہ پرائم منسٹر کے گھر جا کر گفت وشنید کریں گے۔امریکہ کے سیکرٹری برائے فنانس اسرائیلی وزیراعظم کے گھر آئے۔ اس کا گھر ایک گلی میں تھا ایک اہلکار نے دروازہ کھٹکھٹایا۔وزیراعظم نے خود دروازہ کھولا اور اس نے کہا کہ gentleman please waitآپ نے کہا تھا کہ تین آدمی آئیں گے جبکہ آپ چار آدمی ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد اس نے دوبارہ دروازہ کھولا تو وہاں پر ایک میز کے گرد پانچ کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔اس نے چاروں کو بٹھایا اور کہا کہ آپ مجھے پانچ منٹ دیں۔وہ کچن میں چلی گئی جب وہ باہر آئی تو ایک ٹرے میں پانچ کافی کے مگ تھے چار ان کے سامنے رکھے اور ایک اپنے سامنے رکھ لیا۔اس کے بعد اس نے کہا کہ gentleman let us come and do businessامریکہ کے سیکرٹری فنانس نے کہا کہ Mam the business is overاس نے دیکھا کہ اتنی کفایت شعار خاتون ہے تو کیسے معاملہ چلے گا۔ ہمارے بہاولپور میں اسلامیہ یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر چودھری شفیق صاحب نے کہا کہ جب میں پی ایچ ڈی کے لئے انگلینڈ گیا۔ایک دن چھٹی تھی کلاس نہیں تھی ساتھ ہی "Hyde Park" ہے جہاں پر سیاسی جلسے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آج میں وہاں جاتا ہوں۔ ٹریفک رُک گئی اور میں فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ گاڑیوں کی جو لائن ہے ان میں سے ایک گاڑی رُکی ہے۔ دونوں سائیڈ کے پچھلے دروازے کھلے ان میں سے ایک آدمی برآمد ہوا وہ اس وقت کا انگلینڈ کا وزیراعظم تھا دوسری طرف سے اس کا کوئی انڈر

سیکرٹری ہو گا۔ دونوں نے گاڑی کے اوپر اپنی کہنیاں رکھیں اورdiscussion شروع کر دی۔ اس نے کہا کہ بیس منٹ ٹریفک رُکی رہی جب کھلی نہ تو کوئی ہیلی کا پٹر آیا، نہ کوئی ٹیں ٹاں والی گاڑی منگوائی اور بیس منٹ کے بعد وہ آرام سے بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میںwind up کرتا ہوں۔ یہاں کیفیت یہ ہے کہ ایک دفعہ یہ بھی ہوا ہے کہ جب ہمارا حاکم اعلیٰ یہاں مال روڈ سے گزرنے لگا تو پولیس کے اہلکاران نے راہ گیروں سے کہا کہ اپنے منہ دیوار کی طرف کر لو۔ تم نے سڑک کی طرف منہ نہیں کرنا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ اس وقت یہ صورتحال ہے کہ غیر جانبدار ذرائع کے مطابق ملک کی 35 فیصد آبادی غربت کی انتہائی سطح سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے جبکہ حکومتی ذرائع کہتے ہیں کہ یہ شرح 25.6 ہے۔ اگر حکومتی ذرائع کو صحیح سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چوتھا آدمی بمشکل ایک وقت کی روٹی کھاتا ہے دو وقت کی روٹی اس کو میسر نہیں۔ اس میں جتنے بھیeconomic indicators ہیں وہ ہماری معیشت کے زوال کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہمارے foreign reserves تیرہ بلین ڈالر پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ کہاں سے آئے ہیں جبکہ ملک میں کوئی economic activity نہیں ہے۔ اگر یہ پیسا آیا ہے یہ افغانستان کے معصوموں کا، طالبان کا خون ہے جو کہ ہم نے بیچا ہے اور جو بیرون ممالک سے ترسیلات ہیں، وہاں پر جو ہمارے محنت کش پاکستانی بھائی ہیں یہ وہ بھیج رہے ہیں اس سے ہمارےreserves اوپر ہوئے جبکہ چھلانگیں یہ مار رہے ہیں۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ پچھلے سال بجٹ تقریر میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے 15 ہزار ملازمتیںcreate کیں۔ اس سال کے بجٹ میں انہوں نے اس فگر کو بڑھا کر 35 لاکھ کے قریب کر دیا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ 35 لاکھ ملازمتیں کہاں ہیں۔ مجھے ڈیپارٹمنٹ وائز پرائیویٹ اور گورنمنٹ سیکٹر میں دکھا دیں تو میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ تھوڑی بہت جو نوکریاں دی بھی گئیں، ابھی پولیس میں بھرتی ہوئی ہے اس کا پراسس اچھا بھلا میرٹ پر چل رہا تھا مگر درمیان میں کٹ لگا دیا گیا۔ اس بات کے سارے گواہ ہیں کہ پانچ پانچ سپاہی ان کو دے دیئے گئے۔ جس کا زیادہ زور لگا وہ زیادہ لے گا۔ آپ نے اس طرح بھرتیاں کرنی ہیں۔ خدا کے لئے معاشرے میں انتشار پیدا نہ کریں۔ میرٹ کوviolate نہ کریں، بے انصافی نہ کریں۔ وقت آ جائے گا کہ نوجوان نکلے گا اور ماضی کے وقت جب ایک وقت آیا تھا کہ "Chevrolet" گاڑیوں کو لوگ پتھر

مارتے تھے وہ وقت یہاں بھی آ جائے گا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں اس بات کی تحسین کرتا ہوں کہ محکمہ آبپاشی میں بھرتیاں ہوئیں۔ سیکرٹری صاحب بہاولپور میں تشریف لائے۔ ان کے ایک کام کو دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ انہوں نے مکمل طور پر میرٹ پر کام کیا۔ لوگ کام کرنے والے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی پذیرائی نہیں ہے۔ میں آخر میں یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت غریبوں کی بات کرتی ہے۔ آخر میں صرف ایک منٹ میں آپ کی خدمت میں تھوڑے سے اعداد و شمار رکھتا ہوں کہ 1999 کی سہ ماہی میں پٹرول -/24 روپے فی لیٹر ملتا تھا، ڈیزل 9.65 روپے فی لٹر ملتا تھا، چینی 18.20 روپے فی کلو ملتی تھی، آٹا آٹھ روپے فی کلو تھا، گھی -/270 روپے میں 5 کلو آتا تھا اور بڑا گوشت -/60 روپے فی کلو تھا۔ اپریل 2006 میں پٹرول کی قیمت 57.70 روپے فی لٹر ہے، ڈیزل -/39 روپے فی لٹر ہے، چینی 42.50 روپے فی کلو ہے، آٹا -/16 روپے فی کلو ہے، گھی -/395 روپے کا 5 کلو ہے اور بڑا گوشت -/130 روپے فی کلو ہے جبکہ چھوٹا گوشت تو اس سے بھی اوپر ہے اور برڈ فلو مافیا نے مرغی کا جو حشر کیا ہے اس کو سنبھالنے میں حکومت بری طرح ناکام رہی اس میں بھی اربوں روپے کا جو کاروبار کرنے والے تھے ڈوب گئے۔ قوم سے ڈنڈی اس طرح ماری جاتی ہے کہ ہماری حکومت جو تیل کی قیمت لگاتی ہے، لیتی خلیجی ممالک سے ہے جس میں کیرج کم ہے لیکن ریٹ ٹیکساس امریکہ کا لگتا ہے۔ پاکستان میں 27 فیصد تیل اپنی ضروریات کے لئے نکلتا ہے اس کا ریٹ بھی ٹیکساس کے ریٹ کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ اس طرح ایک ہی بیرل پر فیلڈ میں آنے سے پہلے ہی 12 سے 13 ڈالر فی بیرل کی ڈنڈی حکومت مار لیتی ہے۔

جناب سپیکر! ایک دفعہ میں ایکسئن واپڈا سے ملنے گیا اس نے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کے گھر کون سا میٹر لگا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ جناب! میرے گھر کالا میٹر لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! میری بات سن لیں۔ یہ میٹر اگر جل بھی جائے، خراب ہو جائے تو واپڈا کو اس کو ہاتھ نہیں لگانے دینا۔ آپ نے اس کو خود ٹھیک کروانا ہے۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ یہ میٹر ٹھیک کام کر رہے ہیں۔ ہم نے اب جو کراچی سے سفید میٹر منگوائے ہیں ۔ ہم نے اسے پہلے ہی ہدایت دی ہے کہ اس کی سپیڈ 40 فیصد زیادہ رکھ دی جاتی ہے۔ چونکہ میٹر باہر لگا دیئے گئے تھے، میرا پرانا میٹر بارش کی وجہ سے جل گیا تو گھر والوں نے فون کیا۔ ایس ڈی او صاحب نے کارکردگی دکھانے کے لئے فٹافٹ ایک گھنٹے میں ہی نیا میٹر لگا دیا۔ شام کو میں گھر آیا تو گھر والوں

سے کہا کہ یہ کیا ظلم کر دیا اور اب ہم اس کو بھگت رہے ہیں۔ یہ وہ زیادتیاں ہیں جو اس قوم کے ساتھ حکومت خود پلاننگ کے ساتھ کرتی ہے اور جو lavish expenditure کی ایک لمبی چوڑی داستان ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

جناب سپیکر! ابھی آخری بات یہ ہے کہ قیمتوں میں سو فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا ہے اور تنخواہ میں اضافہ 15 فیصد کیا گیا ہے۔ پتا نہیں پنشنرز کے لئے کیوں ڈنڈی ماری ہے شاید اس لئے کہ ان کے کوئی یار بیلی ہوں گے۔ اس میں لکھا ہے کہ 1977 سے پہلے والوں کو 20 فیصد دیا جائے گا اور بعد والے 15 فیصد اضافہ لیں گے۔ یعنی کہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کیا جو بعد میں ریٹائرڈ ہوئے ہیں ان کی ضروریات پہلے والوں سے کوئی کم ہیں۔ اس لئے میرا مطالبہ ہے کہ اس فرق کو ختم کیا جائے اور تمام پنشنرز کا اضافہ 20 فیصد کیا جائے اور تنخواہوں میں بھی 20 فیصد اضافہ کیا جائے اور میں آخری گزارش یہ کروں گا کہ یہ جو بجٹ کی 20/20 کلو کی کتابیں تقسیم کی گئی ہیں اس پر عمل تو ہونا نہیں اس لئے مہربانی کر کے باہر کسی چھکڑے پر ان کو لاد دیں اور جاتے ہوئے وزیر خزانہ صاحب کی گاڑی کے پیچھے باندھ دیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ فرح اقبال صاحبہ!

محترمہ فرح اقبال: جناب سپیکر! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کرنے کا موقع عنایت کیا۔ ساتھ ہی میں محترم وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ جن کی رہنمائی میں وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک نے شب و روز انتھک محنت سے ایک ایسا ٹیکس فری بجٹ تجویز کیا جو عوامی امنگوں، توقعات اور ان کی آرزوؤں کی تکمیل کا باعث بنے گا۔

جناب سپیکر! آئندہ مالی سال 2006 کے لئے دو کھرب 74۔ارب 10 کروڑ روپے کا یہ ٹیکس فری بجٹ محترم وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے اس خواب کی تعبیر کی جانب چوتھا قدم ہے جو عہد جدید کی تمام سہولیات عوام کو ان کے دروازوں پر پہنچانے کا باعث بنے گا جب صحت کے مسائل نہ ہوں گے، جب لاوارث بچے سڑکوں پر بھوکے نہیں ہوں گے بھیک نہیں مانگ رہے ہوں گے، جب انصاف کے لئے دربدر کی ٹھوکریں نہیں کھانا پڑیں گی، جب لڑکیاں ان پڑھی کے عالم میں دنیا سے در در کی ٹھوکریں نہیں کھائیں گی۔ تعلیم مفت اور عام ہو گی، نوجوان بے روزگار نہ ہوں گے۔ پنجاب کی زراعت پروان چڑھے گی۔ یہی وہ قدم ہے جو بڑھ رہا ہے چمکتے دمکتے ترقی یافتہ پنجاب کی جانب اور میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہتی ہوں کہ انشاء اللہ ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ کر ہی دم

لیں گے۔ پنجاب اور پاکستان کے لئے آئندہ آنے والے برسوں سے ہمارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے بھلے کوئی کتنا ہی زور لگائے:۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر بجٹ کا بغور جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنا جامع اور واضح بجٹ ہے جس میں کسی طبقے اور شعبے کے ساتھ کسی صورت ناانصافی نہیں کی گئی۔ کسی بھی ملک کی ترقی میں پڑھا لکھا معاشرہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اور اس سلسلے میں آج سے پہلے کسی حکومت نے تعلیم پر خاص توجہ نہ دی تھی۔ یہ بھی وزیر اعلیٰ محترم پرویز الٰہی اور وزیر تعلیم کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ تعلیم کے شعبے میں ایک انقلاب آیا، مفت کتابیں فراہم کی گئیں اور لڑکیوں کو وظیفہ دیا گیا جس سے لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی گئی اور جو لوگ لڑکیوں کو تعلیم دلوانا بے کار سمجھتے تھے یا غربت کی بناء پر لڑکیوں کو ان پڑھ رکھتے تھے آج اپنی بچیوں کو تعلیم دلوا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبے میں 4.3۔ارب روپے کی رقم مختص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحت کے شعبے میں بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور پنجاب خاص طور پر زرعی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس میں زرعی تحقیق کے لئے 83 کروڑ روپے کی رقم زراعت میں روشن مستقبل کی نوید دیتی ہے۔ یہاں پر میں اتنا کہنا چاہوں گی کہ ہمارے کسان بھائیوں کو ٹیوب ویل کے لئے سستی بجلی فراہم کی جائے تاکہ وہ اپنی زمینوں کو زیادہ سے زیادہ پانی دے کر ہرا بھرا کر سکیں۔

جناب سپیکر! تنخواہوں میں اضافہ غریب کے لئے ایک ریلیف ہی تو ہے۔ امن و امان کی صورتحال انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور پولیس اس سلسلے میں فعال کردار ادا کر رہی ہے۔ پولیس کے لئے 20۔ارب روپے کے فنڈز ایک انتہائی اہم اور بہت بڑا قدم ہے جس سے پولیس کو ریلیف ملا ہے اور کارکردگی میں نمایاں فرق آئے گا۔

جناب سپیکر! سڑکوں کے جال بچھائے گئے اور مزید رقم ترقیاتی پروگراموں کے لئے مختص کی گئی جو کہ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے ایک اہم دلیل ہے۔ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے انفراسٹرکچر پر توجہ دینا بہت ضروری ہے اور جناب پرویز مشرف کی رہنمائی میں فیڈرل اور تمام

صوبے مل کر کام کر رہے ہیں جس کی بدولت ہم انشاء اللہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کریں گے۔
جناب سپیکر! صاف پانی کا مسئلہ پچھلے کئی برسوں سے توجہ کا منتظر تھا اور اس پر کوئی حکومت توجہ نہیں دے رہی تھی۔ پہلی مرتبہ اس حکومت نے اس مسئلے پر خاص توجہ دی اور صاف پانی کی فراہمی کے منصوبوں کے لئے 45۔ارب روپے اور پرانی اور خستہ پائپ لائنوں کی تبدیلی کے لئے 5۔ارب روپے کی رقم مختص کرنا ایک قابل ستائش قدم ہے جس کا سہرا وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کو جاتا ہے اور اس کا اعتراف سب کو کھلے دل سے کرنا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین) گویا کہ کوئی بھی شعبہ چاہے وہ تعلیم کا ہو یا صحت کا، خواتین ہوں یا معذور بچے، ڈیم ہوں یا سڑکیں کسی کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے دوسری جانب بیٹھے بہن اور بھائیوں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ بیرونی ہاتھوں کا آلہ کار بن کر عوامی ترقی کے پروگراموں میں رکاوٹ مت ڈالیں گو کہ تعمیری تنقید ان کا حق ہے مگر محض عناد اور کینہ کی وجہ سے مخالفت برائے مخالفت سے ذاتی فوائد تو شاید حاصل ہوں مگر عوام کو ان کی بنیادی ضروریات اور ان کے حق سے دور کرنے کی بنیادی وجہ ضرور بن سکتی ہے اس لئے میں ان سے درخواست کرتی ہوں کہ آئیے مل کر عوام کی تعمیر و ترقی کے لئے کام کریں۔ عوام، پنجاب اور پاکستان کو اولین ترجیح دیں۔ میں ان سے التجا کرتی ہوں کہ آئیں اور اس قافلے میں شریک ہو جائیں جن کا مقصد صرف پاکستان کی ترقی اور عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ میں یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ یقیناً یہ لوگ اپنے جوش اور ولولے کے باعث اس قافلے کے صف اول کے سپاہیوں میں شریک ہوں گے۔ اس وقت ان کی رہنمائی غلط طریقے سے کی جارہی ہے۔ ان کے جوش اور ولولے کو صرف اپنے مقاصد اور ذاتی فوائد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ خدارا! پاکستان کا احساس کیجئے، آئیں اور جناب پرویزالٰہی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں اور پاکستان کی عوام کو یقین دلوائیں اور ان کا اعتماد بحال کریں کہ ایک روشن مستقبل ان کا انتظار کر رہا ہے۔ پنجاب زندہ باد، پاکستان پائندہ باد۔ شکریہ جی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جناب جہانزیب امتیاز گل!

جناب جہانزیب امتیاز گل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! جس ترقی میں پنکھوں، بلبوں، ٹیوب ویلوں اور روزمرہ کی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے بجلی نہ ہو، گاڑیوں کے

لئے سڑکیں اور پارکنگ نہ ہو، زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی نہ ہو، بچوں کے لئے سکول نہ ہوں، بیماروں کے لئے شفاخانے نہ ہوں، بھوکوں کے لئے غذا نہ ہو، پیاسوں کے لئے پانی نہ ہو، گندگی کے لئے نکاس نہ ہو، خونی رشتوں کے لئے جذبات نہ ہوں، محبتوں اور دوستیوں کے لئے وفا نہ ہو تو وہ کیسی ترقی ہے۔ وہ زوال ہے۔ حکمران جتنا چاہیں بلند بانگ دعوے کر لیں، زندگیوں کو چلانے کے لئے ٹھوس معاشرتی منصوبہ بندیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشرے میں چین اور استحکام نہیں آ سکتا لیکن مسئلہ یہ بھی ہے کہ اعداد و شمار کے کرتب دکھانے والے یہ مداری، سیاسی ہیرا پھیریوں کے پیلے زرد آسمان کے یہ اداکار کب تک ہمیں اپنے ڈراموں کے تماشائی بنانے رکھیں گے۔ یہ کب تک ہماری روح، ہمارے احساس، ہمارے خیالات، ہماری اخلاقیات کو اپنے قبضے میں لے کر ان کو جھوٹ اور مکاری کی بیڑیاں پہنائے رکھیں گے۔ دعوے تو یہ کئے گئے کہ پنجاب کی شرح نمود میں مسلسل تین سال میں 7/8 فیصد اضافہ ہوا۔ کہاں سے، کس شعبے سے، کون سی تجارت بڑھی، کون سے ملک کو نئی چیز درآمد کی گئی، نئی صنعتیں وجود میں آئیں؟ شرح نمود میں اضافہ کا ایک ثمر قیمتوں میں کمی ہے۔ اس حقیقت کو دہرانے کی ضرورت نہیں کہ جب سے یہ حکومت آئی ہے مہنگائی میں کئی سو گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ روزمرہ کے استعمال کی اشیاء میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے کہ وہ اشیاء جن کا استعمال غریب آدمی سے منسوب تھا اب درمیانے طبقے کی پہنچ سے بھی باہر ہے مگر اس حکومت کا سر فخر سے بلند ہے کہ اس نے عوام کے شور مچانے پر چیزوں کو سستا کرنے کے لئے جو اقدامات اٹھائے وہ پھر سے ان کے مراعات یافتہ طبقوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوئے۔ ایک شاعر کے بقول:۔

کوڑی جسم نوری جامے
روگی ذہن پیچ امامے
بیٹھے ہیں اپنی مٹھی میں تھامے
ہم مظلوموں کی تقدیر کے ہنگامے

جناب سپیکر! دو سالوں میں 35 لاکھ افراد کو روزگار فراہم کرنے کے نئے مواقع فراہم کئے گئے لیکن غریب، بے روزگار خودکشیوں پر مجبور ہوئے۔ 70 لاکھ نفوس غربت کی لکیر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ جناب وزیر خزانہ بتائیں کہ کتنے لوگ اس غربت کے ہاتھوں موت کا شکار ہوئے اس کا کون ذمہ دار ہے کتنوں نے اپنی جانیں لیں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنی عورتیں

نہروں میں کو دیں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنے بیمار علاج اور دوا کے بغیر لقمہ اجل بن گئے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنے بچے پڑھائی سے محروم رہ گئے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنی عورتیں عصمت کی منڈیوں میں فروخت ہو گئیں اس کا کون ذمہ دار ہے؟ کتنی بچیوں کے ہاتھ پیلے نہ ہو سکے؟ اس صورتحال میں پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کا سر فخر سے بلند ہے جبکہ بقول ایک پنجابی شاعر صورتحال یہ ہے کہ:

اج کھڈونے دو دو آنے وک گئے نیں
بڈھی کاغذ دی تے بندہ گتے دا

جناب سپیکر! پنجاب حکومت کے دعووں میں جس کا سب سے زیادہ شور مچایا جاتا ہے وہ میٹرک تک تعلیم کا مفت کیا جانا، ساتھ ہی تعلیمی بجٹ کو تین سال میں دگنا کئے جانے کا غلغلہ۔ سوال یہ ہے کہ عام سکول جنہیں ٹاٹ سکول کہا جاتا ہے، میں کتنی بہتری آئی؟ اکثر کی عمارتیں ہی نہیں اور موجود بھی ہیں تو اتنی ٹوٹی پھوٹی اور خستہ حالت، گرمیوں میں پنکھے کا تصور نہیں، اکثر سکولوں میں اساتذہ تعینات نہیں اگر ہیں بھی تو اپنے فرائض سرانجام دینے سے قاصر۔ ہر سال تعلیم میں نئے نئے تجربات، برائٹ آئیڈیاز بجائے اس کے کہ تعلیم کو بہتری کی طرف لے جائیں اسے اور تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کو سرکاری سکولوں میں داخل کروانے سے کتراتے ہیں۔ پنجاب حکومت کے دماغ اتنی ذہانت نہیں رکھتے کہ اعلیٰ تعلیم۔۔۔

جناب سپیکر: موبائل فون کس کا آن ہے پلیز بند کر لیں۔ گل صاحب! آپ کا ہے پلیز بند کر لیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! میں نے سائیڈ پر رکھ دیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں اس کو بند کر دیں۔ بات جاری رکھیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! پنجاب حکومت کے دماغ اب اتنی ذہانت نہیں رکھتے کہ اعلیٰ تعلیم اور اس کی اہمیت کا ادراک کر سکیں۔ خود بجٹ تقریر میں کئی ایسے نام نہاد اداروں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں شاید ان کے چیلوں چانٹوں کو نوکریاں تو مل جائیں مگر تعلیم کا معیار بالکل بہتر نہیں ہو گا۔ فائلوں کے پیٹ بھریں گے، میٹنگیں ہوں گی شاید تعلیم سے یہ مذاق ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کی ترقی کے لئے صرف 2۔ارب روپے کی گرانٹ فراہم کی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کیا ہو سکتا ہے کہ میڈیکل ریسرچ کے لئے تمام میڈیکل کالجوں کو ایک ایک کروڑ

روپیہ دیا جا رہا ہے۔ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں آپ مجھے بتائیں کہ ایک کروڑ روپے سے کون سی ریسرچ ممکن ہے۔ جو جی ڈی پی کے نمبر کو fudge کیا گیا ہے وہ پچھلی دفعہ بھی میں نے بتایا تھا اس دفعہ میرا خیال ہے کہ وزیر خزانہ پچھلے نوٹس دیکھ لیں تو اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں اور شاید بہتری کے لئے اقدام کریں۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ اپنی تقریر میزانیہ 05-2004 کے صفحہ نمبر 4 پر فرماتے ہیں کہ debt management، یہ swap کریں گے اور 10-ارب روپے کی سالانہ بچت ہو گی۔ 10-ارب روپے کی سالانہ بچت fiscal space create کرنے کا انہوں نے 2004 میں دعویٰ کیا تھا تین سال کے اندر۔ وزیر خزانہ پنجاب کی تقریر میزانیہ 2005 کے صفحہ نمبر 3 میں دیکھیں debt management strategies کو رائج کرنے کا اعلان کیا تھا، fiscal space مہیا ہو گی اس پالیسی کے تحت مستقبل میں حکومت پنجاب تقریباً 15-ارب روپے کی fiscal space مہیا کرے گی۔ 2004 میں 10-ارب روپے کا دعویٰ کیا گیا، 2005 میں 15-ارب روپے کا دعویٰ کیا گیا۔ اس بجٹ تقریر میں اس بات کو گول کر دیا گیا۔ اب آئیے وائٹ پیپر 2003، صفحہ نمبر 84 پر 146 بلین روپے کی debt liabilities، 2004 جس میں دعویٰ گیا گیا کہ 10-ارب روپے کی fiscal space create کی جائے گی۔ 153 بلین روپے کی debt liabilities صفحہ نمبر 82 ہے۔ 06-2005 وائٹ پیپر آن بجٹ، صفحہ نمبر 50 پر ہے debt liabilites ہے 162 بلین روپے، اور اس سال کا کارنامہ دیکھیں جہاں پر انہوں نے کلیم کیا تھا کہ یہ 15-ارب روپے کی fiscal space create کریں گے اس سال وہ رقم بڑھ کر 171 بلین روپے پر پہنچ گئی۔ اگر دیکھیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ weighted average cost of interest کم ہو رہی ہے اس دفعہ کم ہو کر 6.72 فیصد پر چلی گئی ہے لیکن میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ ان کا دعویٰ تھا کہ آج سے دو تین سال پہلے کہ 10-ارب روپے کم کریں گے پھر 15-ارب روپے کی fiscal space create کریں گے۔ یہ 146-ارب سے بڑھ کر 171-ارب روپے ہو گئی ہے اور کب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اس دفعہ انہوں نے debt strategy management میں یہ اقدام اٹھایا ہے کہ انہوں نے اپنی تقریر میں اس کا ذکر ہی نہیں کیا دوسری طرف دیکھئے کل کے Dawn اخبار میں موٹروے کو 6 بلین روپے میں plug کرنے لگے ہیں یہ ہماری fiscal management ہے یہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم loan نہیں لیں گے، ہم نے کشکول کو

دفن کر دیا ہے دوسری طرف یہ 650 بلین ڈالرز ملنے پر خوشی مناتے ہیں جب کشکول کو دفن کر دیا ہے تو 500 ملین ڈالرز جو انہیں ADP کی طرف سے مل رہا ہے، USA کی طرف سے 500 مل رہا ہے ADP کی طرف سے 6 بلین ڈالرز مل رہا ہے تو اس کے بارے میں کیا شاعر نے خوب کہا ہے کہ:

[*************]

شکریہ۔جناب سپیکر!

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ میاں غلام حیدر باری صاحب تشریف نہیں رکھتے، جناب محمد وارث کلو صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔جناب سپیکر! آپ نے مجھے اجازت دی۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی اور وزیر خزانہ جناب حسنین بہادر دریشک اور ان کی ٹیم کو ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! ہم من حیث القوم ابھی تک جمہوری اقدار اور جمہوریت کے تقاضوں پر عمل پیرا نہیں ہو سکے۔ آداب جمہوریت جو ہے ان کو ابھی تک آنے میں اپوزیشن کا اپنا رویہ جو کہ جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اس بجٹ پر جس انداز سے جو انہوں نے طریق کار اپنایا ہے وہ جناب کے سامنے ہے۔ آداب جمہوریت کا تقاضا تو یہ تھا کہ این ایف سی ایوارڈ پر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کی کاوشوں کو سراہتے اور مستقبل کے لئے اچھی تجاویز پیش کرتے مگر انہوں نے طعن و تشنیع کے نشتر چلانے اور تنقید برائے تنقید کے تیر برسانے کو ہی اپنا مروجہ طریق کار سمجھا انہوں نے اسی کو بہتر سمجھا مگر اس کے باوجود میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کو بیک اپ کروں گا اور عرض کروں گا کہ وہ اپنا سفر جاری رکھیں۔

جناب سپیکر! یاد ش بخیر، اسی ایوان میں این ایف سی ایوارڈ کے حوالے اپوزیشن نے ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کے بارے میں کتنا منفی طرز عمل اپنایا کیا کیا الزام تراشیاں کیں۔ پنجاب کے مفاد کا سودا کر دیا گیا ہے مگر اس وقت وزیر اعلیٰ پنجاب نے نہ ان کی الزام تراشیوں کا کوئی جواب دیا نہ کوئی پالیسی سٹیٹمنٹ جاری کروائی بلکہ چپ چاپ اپنے موقف اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے مگر آج وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب کا مقدمہ کس خوبصورت انداز

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

سے لڑا اور آج جب اس وقت صدر پاکستان نے این ایف سی ایوارڈ پر اپنا فرمان جاری کر دیا ہے تو اس

وقت یہ میرے دوست کبھی سندھ کے وزیر اعلیٰ کی سٹیٹمنٹ لے کر یہاں لہراتے ہیں تو کبھی سرحد کے وزیر اعلیٰ کی سٹیٹمنٹ یہاں پر لہراتے ہیں میں ان سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ وہ شیر اور جنگل والا لطیفہ آپ نے سنا ہے کہ اس نے اپنے ساتھی کو کہا تھا کہ تم پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم شیر کے ساتھ ہو یا میرے ساتھ ہو۔ تو میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ کبھی تو پنجاب کی بات کرتے ہیں اور کبھی سندھ اور سرحد کی بات کرتے ہیں، کل کلاں اگر کوئی وقت آئے گا تو یہ جوش رقابت میں ہندوستان کی بات کریں گے؟

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر یہ غلط بات کر رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! میں محترمہ سے عرض کروں گا کہ یہ میری تقریر سنیں ہم بڑے صبر کے ساتھ ان کی تقاریر سنتے رہے ہیں۔ یہ کبھی if اور but کی بات کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں، پلیز انہیں بات کرنے دیں آپ نے بھی ابھی بات کرنی ہے پھر انہوں نے آپ کو بھی بات نہیں کرنے دینی۔ پلیز! ان کو بات کرنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: یہ اپنے اپنے مفاد کی بات ہوتی ہے ہم پنجاب کی بات کر رہے ہیں کل یہ پنجاب کی بات کرتے تھے آج آپ سندھ کی بات کرتے ہیں۔ آج آپ اور بات کریں۔ کالا باغ ڈیم کی بات کریں۔ ہم کالا باغ ڈیم بنائیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! بہترین ایڈمنسٹریٹر وہ ہوتا ہے جو موجودہ حالات کے ساتھ اور available resources کے ساتھ اپنی بہترین ترجیحات مقرر کرتا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے بارے میں یہ کہوں گا کہ انھوں نے اپنی انتہائی محنت اور اپنا سکھ چین اور صحت داؤ پر لگا کر، پورے تین، ساڑھے تین سال سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی پوری محنت اور کوشش کر رہے ہیں اور پورے خلوص نیت کے ساتھ پنجاب کے عوام کے دکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں یہ قطعاً نہیں کہتا کہ انھوں نے سب دکھ درد دور کر دیئے ہیں یا میں یہ نہیں کہتا کہ انھوں نے مہنگائی ختم کر دی ہے، امن وامان مثالی بنا دیا ہے، تقسیم دولت مبنی بر انصاف ہو گئی ہے، سماجی انصاف مثالی ہو رہا ہے، تعلیم وصحت سب لوگوں کو یکساں مل رہی ہے لیکن یہ میں ضرور کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب آج ساڑھے تین سال سے پوری تندہی کے ساتھ، پوری کاوشوں کے ساتھ

یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔عرصہ دراز سے اور پچھلے کئی ادوار سے آپ سب لوگ گواہ ہیں کہ یہ جو آج جمہوریت اور میثاق جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، نہ یہ جمہوریت پر عمل پیرا تھے اور نہ صرف انھوں نے کبھی بھی ملک کے لئے اور ملک کے عوام کے لئے تعلیم، صحت اور سب کچھ کو نظر انداز کیا بلکہ صرف اور صرف اپنے مفادات کی جنگ جاری رکھی۔انھوں نے اس ملک میں مراعات یافتہ طبقات کو مزید نوازنے کی ریت ڈالی۔اس کے ساتھ اپنے آپ کو مضبوط کرنا چاہا۔میں یہ ضرور کہتا ہوں اور یہ لفظ کہتے ہیں کہ بانگ دھل، میں بانگ دھل کہتا ہوں کہ آج کم از کم اس سارے کلچر، اس سارے رواج اور اس ریت کو آج یو ٹرن مل گیا ہے اور اگر آج یہ کوشش جاری ہے تو کم از کم ملک کے عوام کے بارے میں بھی سوچا جائے۔

جناب سپیکر!اب میں اس بجٹ کی طرف آؤں گا کہ یہ 274۔ارب روپے کا بجٹ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ 2000-1999 میں یہ تقریباً 99۔ارب روپے کا تھا۔اس میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگا اور نہ ہی عوام پر کوئی اور زیادہ بوجھ ڈالا گیا ہے بلکہ اُنہی وسائل میں رہتے ہوئے محصولات کو بڑھایا گیا ہے اور اس کا عزم کیا گیا ہے کہ محصولات بڑھائی جائیں گی اور 274۔ارب روپے کے بجٹ میں ریکارڈ 100۔ارب روپیہ ترقیاتی کاموں کے لئے رکھا گیا ہے۔آج ہم جب دیکھتے ہیں تو ہر طرف ترقیاتی کام ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں بھی ہوں گے۔

جناب سپیکر!تعلیم کو ایک دفعہ پھر وزیر اعلیٰ پنجاب نے نمبر ون اپنی ترجیحات میں رکھا ہے اور اس کے لئے 79۔ارب روپے کا پیکج ہے۔اس میں آپ دیکھیں کہ پچھلے تین سال سے یہ سکولوں کی بات کرتے ہیں تو میں یہ عرض کر دوں کہ سکولوں کا برا حال ہو گیا تھا، نہ فرنیچر تھا، نہ عمارتیں تھیں، بالکل یہ بات صحیح کرتے ہیں لیکن اب ان تین سالوں میں اربوں روپے خرچ کر کے پوری missing facilities جو ہیں وہ سکولوں کی ساری ختم کر دی گئی ہیں اور پوری طرح ان کو develop کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر!اب دوسری ترجیح پر جس طرح تعلیم کے بارے میں ریفارمز پروگرام وزیر اعلیٰ پنجاب نے چلایا تھا اسی طرح ہیلتھ کو نمبر دو ترجیح پر رکھا گیا ہے۔اسی طرح پانی کے بارے میں جس طرح گیسٹو کی بیماری کا پتا چلا تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ حکم صادر کر دیا کہ پنجاب پورے میں جہاں جہاں پانی گہرائی میں ہے وہاں تمام فرسودہ پائپوں کو تبدیل کر دیا جائے کیونکہ یہ بہت پرانی ہو چکی ہیں۔یہ ایک اکیلے آدمی کی بات نہیں ہوتی۔اصل مسئلہ نیت کا ہے اور وہ نیتاً اپنی پوری کوشش

کر رہے ہیں، پوری کاوشیں کر رہے ہیں کہ کسی طریقے سے یہ سارا کام مکمل ہو جائے۔

جناب سپیکر! مواصلات و تعمیرات کے شعبہ کو اگر دیکھیں تو پنجاب میں ایک انقلاب آ چکا ہے۔ ایک موٹر وے اور دو انڈر پاسز پر اترانے والوں کو کئی موٹر وے اور کئی انڈر پاسز، رنگ روڈ اور دیگر عالی شان تعمیرات پر بھی توصیفی کلمات ضرور کہنے چاہئیں نہ کہ ان پر تنقید کرنی چاہئے۔ یہ سب وزیر اعلیٰ پنجاب کی شبانہ روز محنت کا ثمر ہے جو دن رات وہ انتھک محنت کے ساتھ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ملازمین کو مہنگائی الاؤنس دینے اور کم از کم اجرت کی حد چار ہزار روپے مقرر کرنے کو نہ سراہنا بھی زیادتی ہو گی۔

جناب سپیکر! ترقیاتی حوالے سے جنوبی پنجاب احساس محرومی کا شکار تھا لیکن آج وسائل کی جو بارش وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے جنوبی پنجاب پر کر دی ہے اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی حالانکہ جنوبی پنجاب کے کئی حکمران پاکستان پر حکمرانی کرتے رہے ہیں لیکن اس سے پہلے اتنے وسائل وہاں نچھاور نہیں کئے گئے۔ جب وسطی پنجاب پر نظر پڑتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فیصل آباد سے سرگودھا، سیالکوٹ، گوجرانوالہ ہر جگہ ترقیاتی کاموں کی بھرمار ہے۔ اسی طرح شمالی پنجاب پر بھی صوبہ اور وفاق کے وسائل نچھاور ہو رہے ہیں اور سب کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔ ہر جگہ پر کام ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں تھوڑا سا عرض کروں گا کہ میں اپنے تھل کے اضلاع خوشاب اور بھکر کے بارے میں اور بالخصوص اپنی تحصیل نورپور تھل، منکیرہ اور چوبارہ کے بارے میں یہ عرض ضرور کرنا چاہوں گا کہ ہم بھی ادھر ہیں۔ میری آج یہاں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ سے یہ استدعا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں تھل کو آباد کرنے کے لئے ٹی ڈی اے، تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنائی گئی تھی تو میں آج عرض کرتا ہوں کہ کم از کم یہ جو تھل کی انتہائی پسماندہ درمیان میں جو بیلٹ بفر زون رہ گئی ہے اس پر ایک ٹی۔ڈی۔اے، تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنائی جائے اور تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی خصوصی فنڈز لے کر وہاں پر کام کرے ورنہ اس طرح ہمیں حصہ میں جو وسائل ملتے ہیں ان سے ہمارا تھل آباد نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے مجھے میری تحصیل میں خاصا پیکج دیا لیکن اس حوالے سے جتنی پسماندگی وہاں پر ہے وہ ناکافی تھا تو ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں پر گریٹر تھل شروع کرائی گئی ہے۔ اللہ کرے کہ

وہ گریٹر تھل بن جائے اور ہمارے تھل کو بھی آباد کرے اور وہ لوگ بھی ہریالی دیکھ سکیں۔

جناب سپیکر! میں اس ہاؤس میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے مجھ ناچیز پر ایک خصوصی شفقت فرمائی۔ انھوں نے فلیٹ ریٹ آبیانہ کا جو فیصلہ کیا تھا اس سلسلے میں، میں نے اسی ہاؤس میں عرض کیا تھا کہ ہمارے جو تھل ڈویژن کے پانچ اضلاع ہیں، میانوالی، بھکر، خوشاب، مظفر گڑھ اور لیہ وہاں کے لئے یہ فلیٹ ریٹ آبیانہ ہمیں suit نہیں کرتا کیونکہ ہمارے پچاس ایکڑ اگر چک بندی میں ہیں تو پانچ ایکڑ یا دس ایکڑ irrigate ہوتے ہیں تو اس سلسلے میں چودھری پرویزالٰہی صاحب نے ایک ہائی پاور کمیٹی بنادی تھی اور اس کے فیصلے کے بعد میں چودھری پرویزالٰہی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے کیبنٹ فیصلہ کو بدل دیا۔ یہاں تو یہ ریت رہی ہے کہ جو کوئی بولتا تھا تو اس کو اٹھا کر باہر پھینکوا دیا جاتا تھا لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس فیصلے کو میں نے چیلنج کیا اور بجائے اس کے کہ وہ مجھ سے ناراض ہوتے انھوں نے اس فیصلے پر عملدرآمد کیا اور میری بات کو مانا، میں اس کے لئے ان کا انتہائی شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر: پلیز، آپ ایک منٹ میں وائنڈ اپ کرلیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! اس سلسلے میں چودھری پرویزالٰہی صاحب نے جو ساڑھے بارہ ایکڑ تک ٹیکس مستثنیٰ کیا ہے، پانچ مرلے تک ٹیکس میں معافی کی ہے، انکم ٹیکس کی جو چھوٹ دی ہے یہ عوام دوستی کے سارے اقدامات ہیں۔ میں اس سلسلے میں ایک عرض کرنا چاہوں گا اور میں آپ کے توسط سے اور آج اس ایوان کے حوالے سے ایک گزارش کرنا چاہوں گا اور تجویز دوں گا کہ اس ملک میں جتنے بھی وسائل attribute کئے جائیں، جتنے بھی وسائل دے دیئے جائیں۔ اس ملک کے دو اہم مسئلے ہیں جن میں نمبر 1 مسئلہ کرپشن کا ہے۔ میں یہ استدعا کروں گا کہ کرپشن کو روکا جائے۔ کرپشن کو روکنے کے جو مروجہ طریق کار ہیں وہ ناکافی ہیں۔ حکومت کی طرف سے عوام کی فلاح کے لئے جتنے بھی کام کروائے جاتے ہیں وہ زیادہ تر کرپشن کی نظر ہو جاتے ہیں اور کرپٹ لوگ اس کو eat up کر جاتے ہیں۔ میری دوسری عرض یہ ہے کہ وسائل کی تقسیم، disparity of wealth ہمارے ملک میں انتہائی imbalanced ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں میری استدعا ہے کہ اس بابت کوئی ایسا سسٹم بنایا جائے کہ جس کے تحت طاقت ور لوگ ہی سب کچھ eat up نہ کر جائیں۔ 95 فیصد لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں جبکہ 5 فیصد لوگ تمام وسائل کو eat up کر جاتے ہیں، اپنی تجوریاں بھر لیتے ہیں۔ میں اس حوالے سے حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب

سے عرض کروں گا کہ کوئی ایسا سسٹم devise کریں کہ جس سے سب لوگوں کو یکساں مواقع میسر ہو سکیں اور دولت کی جو غیر مساویانہ تقسیم ہمارے ملک میں ہو چکی ہے وہ ختم ہو سکے۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔لالہ شکیل الرحمٰن صاحب!

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ پنجاب کا بجٹ 274۔ارب روپے سے زائد ہو گیا ہے لیکن یہ لمحہ فکریہ ہے کہ پنجاب حکومت پر اس وقت قرضوں کا بوجھ تقریباً 169۔ارب روپے ہے جن میں سے وفاق کا حصہ 67.5۔ارب روپے ہے جو کل قرضوں کا 41.40 فیصد بنتا ہے اور اس پر شرح سود 14.4 فیصد ہے۔ غیر ملکی قرضوں کی مد میں 81.4۔ارب روپے کے قرضے ہیں جن پر شرح سود 1.9 فیصد ہے۔ Punjab Loan نامی قرضہ 7.5۔ارب روپے کا ہے جس پر شرح سود 17.5 فیصد ہے۔ جی پی فنڈ کے قرضے لگ بھگ 14۔ارب روپے ہیں جن پر شرح سود 14.13 فیصد ہے۔جس کی وجہ سے رواں مالی سال میں حکومت کو تقریباً 10۔ارب 36 کروڑ روپے سود کی مد میں ادا کرنا پڑے اور تقریباً اسی رقم کے برابر اس سال بھی اسی شرح سے ادا کرنا پڑیں گے اس لئے میری حکومت پنجاب سے گزارش ہے کہ وہ کم شرح سود پر جو غیر ملکی قرضے ہیں وہ لے کر ان بھاری سود والے قرضوں سے جان چھڑائے جس سے صوبے کے وسائل میں مزید اضافہ ہو گا، صوبے کے مسائل کم ہوں گے اور صوبہ ترقی کرے گا۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا کہ عوام کے لئے بہت زیادہ مراعات رکھی گئی ہیں لیکن اس صوبے کی غریب عوام کو اس بجٹ میں کسی قسم کا کوئی ریلیف نہیں دیا گیا۔ جس طرح کہ پچھلے سال کے بجٹ میں کم از کم پانچ مرلہ کے مکان پر ٹیکس میں چھوٹ دی گئی اس دفعہ یہ کہا گیا کہ چونکہ ملک میں اشیاء خورد و نوش کی بڑھتی ہوئی قیمتیں حکومت اور عوام دونوں کے لئے تشویش کا باعث ہیں۔ گرانی کی اس لہر کی ایک بنیادی وجہ تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں جو حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں۔ وفاقی حکومت نے بجٹ میں کئی مراعات کا اعلان کیا ہے جس سے ملک بھر میں قیمتیں کم ہوں گی اور آمدنی میں اضافہ ہو گا۔اسی جذبے کے ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب نے 13۔جون 2006 کو محنت کشوں کی کم از کم اجرت میں اضافے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب نے مہنگائی پر قابو پانے کے لئے اپنے pre-budget address میں دور رس اقدامات کا ذکر کیا ہے۔

جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ وفاقی بجٹ میں سرکاری ملازمین کو

15فیصد مہنگائی الاؤنس دیا گیا،اسی شرح کے حساب سے صوبے میں بھی 15 فیصد مہنگائی الاؤنس دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جناب والا!میں اس موقع پر وزیر تعلیم صاحب کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانا چاہوں گا جو کہ اس وقت باتوں میں مصروف ہیں۔ میری وزیر تعلیم صاحب سے عرض ہے کہ وہ میری گزارشات کو غور سے سنیں۔ مہنگائی الاؤنس کے علاوہ اساتذہ کو خصوصی پیکیج دینے کا اعلان کیا گیا ہے جو ان کی اہلیت کے مطابق پانچ سو سے ایک ہزار روپے تک دیا جائے گا لیکن اساتذہ کا ہی ایک طبقہ جو ایجوکیٹرز کے نام سے 03-2002 میں بھرتی ہوا، ہر بجٹ میں اس قسم کے ریلیف سے محروم رہا ہے۔ مہنگائی الاؤنس صرف ریگولر ملازمین کو دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ایجوکیٹرز اور کنٹرکٹ ملازمین پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کیا مہنگائی ایجوکیٹرز اور کنٹرکٹ ملازمین پر اثرانداز نہیں ہوتی، کیا ضرورت کی اشیاء انھیں سستے داموں ملتی ہیں اگر نہیں ملتیں تو پھر ایجوکیٹرز کو مہنگائی الاؤنس اور خصوصی پیکیج سے محروم رکھنے میں کیا حکمت عملی ہے، کیا حکمران انھیں مفلس رکھ کر پڑھا لکھا اور خوشحال پنجاب بنانے کا جو خواب دیکھ رہے ہیں وہ پورا ہو سکتا ہے ؟یقیناً نہیں۔

جناب سپیکر!یہ کسی ایک خاندان کا مسئلہ نہیں بلکہ پچاس ہزار خاندانوں کا مسئلہ ہے۔ 2005 میں اکاؤنٹنٹ جنرل نے کنٹریکٹ ملازمین کو پنشن کی جگہ Social Security Allowance اور حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً جاری ہونے والی مراعات دینے کا اعلان کیا لیکن ایجوکیٹرز کو اس سے بھی محروم کر دیا گیا۔ اگر استاد خوشحال ہو گا تو قوم کا مستقبل بہتر ہو گا اور جس معاشرے میں استاد بدحالی سے دوچار ہوں تو وہ معاشرہ تباہ ہو جایا کرتا ہے۔ خواہ جتنی مرضی عمارتیں بنالیں، جتنی مرضی مفت کتابیں تقسیم کر لی جائیں اگر استاد خوش حال نہیں تو یہ سب بے کار ہے۔

جناب سپیکر!اس پر ایک ستم اور کہ سکولوں کی monitoring کے لئے ریٹائرڈ فوجیوں کو لگا دیا گیا ہے جنھیں 8000 ہزار روپے ماہوار تنخواہ کے علاوہ نئی موٹر سائیکلیں، پٹرول اور دیگر مراعات بھی دی جا رہی ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ ایجوکیٹرز کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا جاتا، انھیں مزید مراعات دے کر اس کام کے لئے لگایا جاتا۔

جناب سپیکر!یہ کہا جاتا ہے کہ اس سال کے بجٹ میں سب سے زیادہ، ریکارڈ فنڈز ترقیاتی

پروگراموں کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ اس میں سے 12۔ارب روپے مقامی حکومتوں کو دیئے جائیں گے اور یہ رقم صوبے کے 35اضلاح میں تقسیم کی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس رقم کو categorically تقسیم کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ کئی اضلاع میں زیادہ رقم چلی جائے اور کئی میں کم رقم دی جائے۔ اسی طرح65۔ارب روپے کے فنڈز Core Provincial Development Programmeکے لئے رکھے گئے ہیں۔

جناب والا! Core Development Programmeکیا ہے؟ Core means the most inner part of the earthاس 65۔ارب روپے میں سے 28۔ارب روپے سوشل سیکٹر بشمول تعلیم، صحت، فراہمی آب ونکاسی پر خرچ کئے جائیں گے۔ 23۔ارب روپے Special Infrastructure Programmeکے لئے رکھے گئے ہیں جس میں لاہور رنگ روڈ، سیالکوٹ موٹروے وغیرہ شامل ہیں۔

جناب سپیکر: پلیز ایک منٹ میںwind upکرلیں کیونکہ دس منٹ ہوچکے ہیں۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! تعلیم کے لئے تقریباً ساڑھے12۔ارب روپے کے ترقیاتی فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔ میں نے متعدد بار وزیر تعلیم صاحب کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ گوجرانوالہ میں کم از کم دس ایسے ہائی سکولز ہیں جن کی بلڈنگز کو dangerous declareکیا جا چکا ہے لیکن اس پر ابھی تک ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا گیا۔ گوجرانوالہ میں کسی کو بھی مفت کتابیں تقسیم نہیں کی گئیں۔

جناب سپیکر! صحت کے لئے4۔ارب30کروڑ روپے رکھے گئے ہیں لیکن اس میں ضلع گوجرانوالہ کے لئے کوئی گرانٹ شامل نہیں ہے۔ گوجرانوالہ کے عوام کا سب سے بڑا مسئلہ نکاسی آب اور پینے کے پانی کی فراہمی کا ہے جو اس وقت شدت اختیار کر چکا ہے۔ گوجرانوالہ میں پرسوں بھیGastroکی وجہ سے دو اموات ہوئی ہیں اس سے پہلے بھی اسی وجہ سے تقریباً دس اموات ہوئی ہیں اور55آدمی ہسپتال میں چلے گئے۔ وہاں کی عوام کو کسی قسم کی ہیلتھ کی بنیادی سہولت میسر نہیں ہے۔ لہذا میں وزیر ہاؤسنگ اینڈ پلاننگ سے گزارش کروں گا کہ گوجرنوالہ میں نکاسی آب کے فرسودہ پائپوں کو جلد از جلد بدلا جائے تاکہ عوام کو بہتر سہولیات میسر آسکیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں صرف دو منٹ میںwind upکر رہا

ہوں۔پولیس کے لئے تقریباً20۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ سپیشل برانچ کے لئے تقریباً635 ملین روپے رکھے گئے ہیں لیکن اس کا ہمارے صوبے میں کوئی خاص کردار نظر نہیں آتا اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس پر اتنی بڑی رقم کیوں ضائع کی جا رہی ہے۔پولیس کا انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ جو کہ بہت اہم ہے اس کے لئے صرف 256ملین روپے ہیں۔ اس کے برعکس لوکل پولیس کے لئے 16۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ پچھلے سال یہ رقم13۔ارب روپے کے قریب تھی لیکن بعد میں اسےreviseکر کے 15۔ارب روپے کر دیا گیا لیکن ہمیں اس کے کیا نتائج حاصل ہوئے؟جو ہمارے محافظ ہیں وہی عوام کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک 18 سالہ لڑکے ابوذر کو موٹر سائیکل نہ روکنے کے جرم میں گوجرانوالہ پولیس کے ایک اہلکار نے گولی مار کر قتل کر دیا لیکن ابھی تک اس کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔ایسے پولیس والوں کے خلاف کسی قسم کے کوئی اقدامات نہیں کئے جا رہے بلکہ ان کے خلاف تو مقدمات بھی درج نہیں کئے جا رہے۔ لا اینڈ آرڈر کی صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ ہے اسے بہتر بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب والا!میں گزارش کروں گا کہ ایگریکلچر پر صرف 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جو نہ ہونے کے برابر ہیں لہذا میری گزارش ہے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ پر جو اتنے زیادہ پیسے رکھے گئے ہیں اس میں کٹوتی کر کے ایگریکلچر کو دیئے جائیں کیونکہ وہ ہمارے صوبے کا70فیصد ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مہربانی۔ محترمہ سجیلہ انصر باجوہ صاحبہ!تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب محمد وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!میں کوشش کروں گا کہ اپنی بجٹ تقریر میں سخت جملے استعمال کرنے کی بجائے جذبہ خیر خواہی کے ساتھ چند باتیں کروں اور یہ توقع رکھوں گا کہ ان پر غور بھی کیا جائے گا۔ پنجاب کا موجودہ بجٹ گزشتہ تین بجٹوں کا تسلسل ہے اس لحاظ سے یہ بات بجا ہے کہ پچھلے 25 سال میں یہ واحد حکومت ہے جسے چار بجٹ پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔ یہ جہاں پر فخر کرنے کی بات ہے وہاں بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے کہ 25 سال میں یہ واحد حکومت ہے جسے اتنا کام اور خدمت کرنے کا موقع ملا ہے اس لئے اسے زیادہoutputبھی دکھانی چاہئے اور بہت ساری تبدیلیاں بھی بتانی چاہئیں۔آپ اور سارا معزز ایوان اچھی طرح جانتا ہے کہ بجٹ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ایک آمدن اور دوسرا اخراجات۔یہاں پر ابھی تک ساری بحث اس بات پر ہوئی کہ ہمارے اخراجات کس مد میں ہیں اور کس مد میں ہونے چاہئیں اور کس مد میں نہیں

ہونے چاہیئں۔ میں بھی اس پر بات کروں گا لیکن میں وزیر خزانہ صاحب کی توجہ حاصل کر کے آمدن کے ذرائع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔اس وقت صوبہ پنجاب کی آمدن کے جو ذرائع ہیں اس میں 66فیصد حصہ مرکز کےdivisible poolسے حاصل ہوتا ہے اور ہمارے پنجاب کے اپنے لوکل وسائل سے 21فیصد حاصل ہوتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ہم نے گزشتہ برس مرکز سے 98۔ارب روپے وصول کرنے تھے لیکن ہمیں صرف 66۔ارب روپے وصول ہوئے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ 30/32۔ارب روپے کم کیوں وصول ہوئے اور اس کے لئے ہماری حکومت نے کیا کام کیا؟

جناب والا!میں دوسرا سوال یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آئندہ سال میں کیا گارنٹی ہے کہ ہم نے جو102۔ارب روپے کا تخمینہ لگایا ہے کہ ہم نے مرکز سے وصول کرنے ہیں کیا وہ پورے ملیں گے جس طرح گزشتہ سال30۔ارب روپے کم ملے اس سال بھی کوئی ایسا حادثہ ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر!میں دوسری بات این ایف سی ایوارڈ پر کرنا چاہتا ہوں کہ صدر مملکت نے اس میں ترمیم کی ہے اور وہ ترمیم یہ ہے کہ 45فیصد سے 50فیصد تک درجہ وار اس میں اضافہ کیا جائے گا۔۔۔

جناب سپیکر:آرڈر پلیز۔

جناب محمد وقاص:محترم کیانی صاحب سے گزارش ہے کہ ذرا میری بات سن لیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ:جی،میں سن رہا ہوں۔آپ فکر نہ کریں۔

جناب محمد وقاص:جناب سپیکر!میں این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے عرض کر رہا تھا کہ یہ کلیم کیا جا رہا ہے کہ یہ 50فیصد ہے حالانکہ یہ 45فیصد سے 50فیصد بتدریج بڑھے گا لیکن چلیں اچھی بات ہے ہم اسے اچھا سمجھتے ہیں۔وزیر خزانہ اس بات پر توجہ دیں کہ مرکز میں یہ بات کی جا رہی ہے کہ ہم این ایف سی ایوارڈ کے ذریعے صوبوں کو 45فیصد دیں گے لیکن Public Sector Development Programme (PSDP)جو کہ مرکز کا پروگرام ہے اس میں جو صوبوں کا حصہ ہے وہ نہیں دیں گے۔اگر یہ بات صحیح ہے جس طرح مرکز میں کہی جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ مرکز ہمیں ایک ہاتھ سے کم روپیہ دے رہا ہے اور دوسرے ہاتھ سے ہم سے زیادہ واپس لے رہا ہے لہذا اس پر ہماری نظر رہنی چاہئے۔۔۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے اور سمیع اللہ خان صاحب نے کیانی صاحب کو کہا تھا کہ آپ گفتگو کی بجائے ادھر دھیان کریں تو وہ ناراض ہو کر واک آؤٹ کر گئے ہیں لہذا میری گزارش ہے کہ ان کو منانے کے لئے دو وزیر بھیجیں۔

جناب سپیکر: وہ واک آؤٹ کر کے نہیں گئے۔ وہ ساری بات سن رہے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! وہ ہمارے بڑے اہم وزیر ہیں انھیں بلایا جائے۔

جناب سپیکر: وقاص صاحب! اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم این ایف سی اور پی ایس ڈی پی کے حوالے سے وزیر خزانہ سے کہتے ہیں کہ وہ bold stand لیں اور مرکز میں پنجاب کے موقف کو پورے طریقے سے پیش کریں انشاء اللہ ہم ان کے ساتھ ہیں چونکہ یہ ہمارا صوبہ ہے اور اس کا مفاد ہمیں عزیز ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اخراجات کی طرف آتا ہوں۔ اخراجات کی دو قسمیں ہیں ایک جاری اخراجات اور دوسرے ترقیاتی اخراجات۔ جاری اخراجات میں سب سے بڑی مد پولیس کے لئے رکھی گئی ہے۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ پولیس کے بارے میں ہمارا اور ذرائع ابلاغ کا کیا خیال ہے؟ ہمارا موقر روز نامہ ''نوائے وقت'' 16۔جون کی اشاعت میں اپنے ایڈیٹوریل میں ہمارے بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ محکمہ پولیس کے لئے 20۔ارب روپے کا بجٹ دیا گیا ہے۔ محکمہ پولیس کی بہتری اور اسے upgrade کرنے پر حکومت گزشتہ کئی برس سے بہت زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ پولیس ملازمین کی مراعات اور سہولتوں میں اتنا اضافہ کیا گیا ہے کہ کسی اور محکمے کے لئے نظر نہیں آتا مگر اس کے باوجود پولیس کے محکمے کی کارکردگی انتہائی قابل افسوس ہے۔ پنجاب کے شہروں اور دیہاتوں میں عوام کی جان و مال عزت و آبرو بالکل محفوظ نہیں ہے۔ چند دن قبل مریدکے کے قریب دو دیہات میں چودہ ڈاکوؤں نے بارات کو لوٹ لیا اور خواتین کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی۔ دارالحکومت لاہور میں روز درجنوں وارداتیں ہو رہی ہیں۔ اخبارات میں صرف وہ خبریں اور وارداتیں اشاعت پذیر ہوتی ہیں جن پر پولیس پرچے درج کرتی ہے اور سینکڑوں افراد ہر

روزوزیراعلیٰ،پولیس افسروں کے دفتروں اور عدالتوں کے چکر کاٹتے ہیں۔متعلقہ تھانوں میں ان کی رپورٹیں بھی درج نہیں ہوتیں۔"

جناب والا!ایک اور موقر روز نامہ ''ایکسپریس'' کی 16۔جون کی اشاعت کی بھی دو تین سطریں آپ کے سامنے رکھتا ہوں "پولیس کا بجٹ 8۔ارب سے بڑھا کر 20۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔پولیس کا شعبہ انتہائی اہمیت کا حامل ہونے کے باوجود عوامی تنقید بلکہ نفرت کا شکار ہے۔اس پر تنقید اور نفرت میں عوام سو فیصد سچے ہیں اور اس سچائی پر آئے روز عدالتیں بھی مہر تصدیق ثبت کرتی رہتی ہیں۔ حکومت نے بجٹ میں پولیس کے لئے 12۔ارب روپے کا اضافہ کر کے اس کی طرف بہتر کارکردگی کے دعوے تو بہت کئے ہیں لیکن عوام قطعاً اس سے مطمئن نہیں ہیں کیونکہ یہی کچھ سن سن کر نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے اور بجائے اصلاح ہونے کے امن وامان کے حالات خاصے بگڑ چکے ہیں۔ میں اپنی بات کو آگے بڑھاؤں گا کہ پولیس کا یہ جو محکمہ ہے اس پر زیادہ توجہ دی جانی چاہئے اور عوام کی جو عزت و آبرو اور جان مال کا جو تحفظ ہے اس کے لئے موثر اقدامات کرنے چاہئیں۔

جناب سپیکر!جاری اخراجات میں دوسری مد تعلیم ہے۔ تعلیم پر توجہ مناسب ہے اور اس پر مزید توجہ دی جانی چاہئے۔اس سلسلے میں ایجوکیٹرز کے حوالے سے بات کروں گا کہ ان کی ایک دردمندانہ اپیل ہے کہ جس طرح سب ملازمین کی تنخواہوں میں آپ اضافہ کرتے ہیں یہ مہنگائی الاؤنس ایجوکیٹرز کو بھی ملنا چاہئے۔ صحت کے متعلق بھی میں بات کروں گا کہ صحت کے شعبے میں 4۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جو پنجاب کی سات کروڑ روپے کی آبادی کے لئے بہت کم ہے اس میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ میں ترقیاتی اخراجات کی بھی بات کروں گا۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اس کے لئے 100۔ارب روپے رکھے گئے ہیں لیکن جس طرح تین چار دن سے بات ہو رہی ہے درحقیقت نئے منصوبوں کے لئے صرف 16۔ارب روپے میسر ہیں۔23۔ارب روپے صرف تین شہروں کو دیئے گئے ہیں لاہور گوجرانوالہ سیالکوٹ کا جو triangle بنایا گیا ہے یہ باقی پنجاب کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔ پنجاب کے اندر 35 اضلاع ہیں اس کو اس طرح سے تقسیم کیا جائے کہ جو شمالی پنجاب، جنوبی پنجاب اور وسطی پنجاب ہے اس کو یکساں وسائل ملیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اس میں حکومت چند خاص شہروں پر توجہ دے رہی ہے۔

جناب سپیکر! اے ڈی پی کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آنی چاہئے۔ صدر پاکستان نے گزشتہ حکومتوں پر یہ تنقید کرتے ہوئے ایک دفعہ کہا تھا کہ انہوں نے ایک ہزار ارب روپے اے ڈی پی میں خرچ کئے لیکن عملاً کچھ نظر نہیں آیا لیکن ہم اس حکومت کی کارکردگی بھی مرکز میں بھی اور صوبوں میں دیکھتے ہیں ویسی ہی ہے۔ گزشتہ چار سال میں تقریباً ڈیڑھ کھرب روپیہ اس مد میں خرچ کیا گیا ہے لیکن بر سر زمین کیا ہے؟ اس کو بھی claim کرنا چاہئے۔ میں ایک تجویز اور دے کر اپنی بات کو ختم کروں گا کہ یہ جو ای او بی آئی ہے یعنی old age benefits والا جو ادارہ ہے اس کے بارے میں تھا کہ جو کم از کم پنشن ہے اسے سات سو سے ایک ہزار روپے کر دیا گیا ہے۔ کم سے کم پنشن میں تین دفعہ اضافہ ہو چکا ہے لیکن اس کی زیادہ سے زیادہ پنشن شاید چودہ سو روپے ہوتی ہے اس میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس میں مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص نے تیس سال ملازمت کی ہے اسے ریٹائرمنٹ پر چودہ پندرہ سو روپے ملتے ہیں اور جس نے چار پانچ سال ملازمت کی ہے اسے چھ سات سو روپے پنشن ملتی ہے۔ اگلے تین چار سال میں تیس سال کی پنشن اور پانچ سال کی پنشن برابر ہو جائے گی۔ لہذا حکومت کو یہ چاہئے کہ جو باقی پنشن ہے اس پر بھی تھوڑا بہت اضافہ کرتے رہنا چاہئے تاکہ ان کے مسائل بھی حل ہو سکیں کیونکہ ملک میں غربت اور مہنگائی بہت زیادہ ہے۔

جناب سپیکر! آخری بات کہہ کر میں اپنی بات کو ختم کروں گا اور وہ ہے میرا حلقہ انتخاب۔ یہ میں آپ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہوں کیونکہ آپ اس ہاؤس کے Custodian ہیں۔ یہ اس اسمبلی کا چوتھا سال ہے چار بجٹ پیش ہو چکے ہیں لیکن میرے حلقہ انتخاب میں میرے ترقیاتی فنڈز میں ایک دھیلہ بھی موصول نہیں ہوا۔ میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے محافظ ہیں آپ ہمارے Custodian ہیں کہ مجھے کس بات کی سزا دی جا رہی ہے۔ کیا اس لئے کہ میں نے ضمنی انتخاب میں الیکشن جیتا تھا اور حکومت کے امیدوار کو شکست دی تھی۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے میرے حلقے کے ساتھ، ان کے عوام کے ساتھ کیونکہ انہوں نے جو ضمیر کا فیصلہ کیا تھا اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ میں یہ یقین رکھوں گا اور یہ توقع رکھوں گا کہ آپ اس میں خصوصی دلچسپی بھی لیں گے اور interfere کرتے ہوئے اس معاملے کو بھی سدھاریں گے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں تھوڑا سا ایک بات کا جواب دینا چاہتا ہوں ابھی اپوزیشن کی طرف سے میرے ایک بھائی نے "ڈان" اخبار دکھایا ہے کہ حکومت نے

موٹر وے کو pledge کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ ہمارے محترم وزیر خزانہ اس کا جواب دیتے لیکن میں چونکہ حکومتی بنچوں سے ہوں اور وہ صاحب جنہوں نے یہ بات کہی ہے مجھے معلوم ہے کہ وہ financial matters کو سمجھتے بھی ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ accrued income پر ایک proposal گئی ہے اور accrued income پر کسی بھی قسم کی loaning کوئی زیادتی نہیں ہے وہ کوئی non productive loaning نہیں ہے۔ یہ میں نے اس لئے جواب دیا ہے کہ یقیناً یہ بات آئی ہے لیکن یہ عرض کر دوں کہ non productive loaning نقصان دہ نہیں ہے۔ وہ accrued ہے اور ابھی صرف proposal ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ناجائز تعریف واقعی قتل کی طرح ہے۔ لیکن میں جنرل پرویز مشرف صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پنجاب کا مقدمہ این ایف سی میں جو ان کے سامنے تھا اور جس کو وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے بہت ہی اچھے طریقے سے represent کیا۔ پنجاب کے حق میں اس کا فیصلہ فرما کر نہ صرف ہمارا حق ادا کیا بلکہ دوسرے صوبوں کو بھی ان کا حق دیا۔ وہ ایک دوسری بات ہے کہ دوسرے صوبے اس پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں لیکن اس کی چونکہ کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ایک ایسی جائز بات جس میں پنجاب کا حق اس کو دیا جائے اس کو دونوں طرف سے appreciate کیا جاتا لیکن اس پر تنقید برائے تنقید کی گئی جو نہیں کی جانی چاہئے۔ اگر کوئی اچھا کام ہوا ہے تو اس کی تعریف کرنی چاہئے۔ چاہے وہ اس طرف سے ہو یا اس طرف سے ہو۔ اب اے ڈی پی میں ایک کھرب روپے رکھے گئے ہیں جو تقریباً پچھلے سال سے دگنے ہیں۔ اس لحاظ سے آبپاشی میں بھی پیسا دیا گیا ہے صحت کے لئے بھی دیا گیا ہے تعلیم کی مد میں بھی جو دیا گیا ہے یہ ایک ریکارڈ budgetting ہے۔ اس میں جتنا بھی حکومت کو سراہا جائے وہ کم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ معاملات ایسے ہیں جن پر بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ جس میں main مسئلہ ان رقومات کی صحیح طریقے سے مانیٹرنگ کا ہے۔ اگر صحیح مانیٹرنگ کی جائے تو چالیس سے پینتالیس فیصد کی بچت ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں حکومت کا شکر گزار ہوں کہ میرے حلقے میں میری request پر وزیر اعلیٰ صاحب نے تقریباً تیس کروڑ روپے کی مالیت سے چھانگا مانگا اوور ہیڈ برج کو منظور کیا ہے جس کی تعمیر بہت جلد شروع ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ چونیاں کے تحصیل ہیڈ کوارٹر کے

لئے بھی انہوں نے کہا ہے کہ اس کو upgrade کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ اکثر جو سکول ہیں ان کے اندر اساتذہ نہیں ہیں اور خاص طور پر سائنس ٹیچرز نایاب ہیں۔ جب سائنس پڑھائی ہی نہیں جا رہی تو نتیجہ یہ آ رہا ہے کہ جب رزلٹ آتا ہے تو ان سکولوں کا رزلٹ اچھا نہیں ہوتا اس لئے یہ سکول صرف اور صرف کلرک پیدا کر رہے ہیں۔ اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے اور تعلیمی طور پر یہ بھی دیکھا جا رہا ہے کہ ٹیچرز مقامی سیاست میں ملوث ہیں۔ کوئی ایسا قانون بنانا چاہئے کہ ٹیچرز کو سیاسیات سے علیحدہ کر دیا جائے تاکہ وہ ہر وقت اپنے من پسند اپنے گھر کی دہلیز پر سکولوں میں ٹرانسفر کے لئے کوشش میں نہ لگے رہیں بلکہ بچوں پر توجہ دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جو اہم مسئلہ ہے جس پر ہمیں سب کو توجہ دینی چاہئے وہ قوم کو بچت کی عادت کی طرف لانا ہے۔ میرے خیال میں ایک پانچ سالہ بچت پروگرام سکیم بھی شروع کی جانی چاہئے اور قوم کو ان فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹس سے اور اس قسم کی late night hotelling سے بچانے کے لئے بھی اقدامات کرنے چاہئیں۔

جناب والا! یہ لاہور جیسے شہر میں بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے لوگوں کی food habits خراب ہو گئی ہیں بارہ ایک بجے کے بعد 50 فیصد پر junk food ملتا ہے اور خاص طور پر young generation وہ کھاتی ہے اور ساری رات جاگتی ہے اور صبح کو سوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ جو بات آج ہم دیکھ رہے ہیں جگہ جگہ پر فوڈ سٹریٹس کھل رہی ہیں اگر ان کو discourage نہ کیا گیا تو لاہور میں اس وقت booming business ہی صرف فوڈ کا رہ جائے گا۔ جہاں تک لوگوں کو خوراک مہیا کرنا ہے اس کے لئے میں نے یہ تجویز دی تھی کہ ہر ایم پی اے کو پچاس لاکھ سے لے کر ایک کروڑ روپے قطع نظر اس کی پارٹی کے اس حلقے کے لئے دیا جائے۔ جو کہ returnable ہو اور اس کی مدت 90 دن ہو جیسے بنک financing کرتا ہے۔ 90 دن کے اندر وہ سستی قیمت پر وہ اپنے حلقے کے اندر دالیں اور چینی اپنی مانیٹرنگ میں بھیجے تاکہ نچلی سطح پر لوگوں کو سستی چیزیں مل سکیں لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ہم ایک جعلی کنزیومر سوسائٹی کا حصہ بن چکے ہیں اور اس میں بنکوں کا کردار negative ہے۔ اس وقت حالات یہ ہیں اور یہ ایک المیہ ہے کہ بنک اپنی رقومات کا 76 فیصد کنزیومر آئٹمز پر خرچ کر چکے ہیں، lucidity کا بحران ہے اور لوگوں کو سامان تعیش میں ڈال دیا گیا ہے۔ اس صورتحال کی وجہ سے ہم پورے ایشیا میں ایک کنزیومر سوسائٹی ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس وقت 90 فیصد گاڑیاں لیز پر دی جا رہی ہیں۔ کسی کو کچھ پتا نہیں ہے کہ اس

کی قسطیں کہاں سے ہوں گی لیکن بنک اپنے bumping business کر رہے ہیں۔آپ حیران ہوں گے کہ پانچ سال پہلے بنکوں کا منافع صرف 7۔ارب روپے تھا آج 90۔ارب روپے یعنی ایک کھرب پر پہنچ چکا ہے تو وزیر خزانہ سے میری گزارش ہے کہ اگر ہم پنجاب کی طرف سے ان بنکوں پر ایک سکیورٹی سٹیمپ ڈیوٹی صرف 20 فیصد لگائیں، ہم ٹیکسیشن تو نہیں کر سکتے کیونکہ پھر یہ federal subject پر چلا جائے گا لیکن اگر ہم یہ سٹیمپ ڈیوٹی لگائیں تو پنجاب کو صرف اس سے 20۔ارب روپے کی انکم ہو سکتی ہے۔یہ 20۔ارب روپے کی انکم unemployed youth پر لگنی چاہئے اور اس کا طریق کار بڑی آسانی سے نکالا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میں جناب کی توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے اب سے چند ماہ پہلے cheques پر 0.1 فیصد ٹیکس کے حوالے سے ایوان میں ایک Resolution لایا تھا۔حکومت کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ ہم اس کو بعد میں دیکھیں گے۔فائنلی ایک میٹنگ ہوئی اس میٹنگ میں وزیر خزانہ نے کہا کہ ہم ایک لیٹر فیڈرل گورنمنٹ کو لکھتے ہیں جس میں یہ کہا جائے گا کہ یہ ٹیکس اڑا دیا جائے لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ ٹیکس ڈگنا کر دیا گیا ہے۔مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ لوگوں کی text money کو tax کرنے کا اس کو کیا حق ہے؟ جبکہ پنجاب گورنمنٹ نے بھرپور انداز سے لیٹر بھی لکھا کہ اس کو واپس لیا جائے لیکن اس کو ڈگنا کر دیا گیا۔نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ اپنی رقوم بنکوں سے باہر رکھیں گے، ہنڈی کا کام بڑھے گا اور private money laundering بہت زیادہ ہو جائے گی جو کہ شروع ہو گئی ہے۔میری آج بھی استدعا ہے کہ اس ٹیکس کو فوری ختم کیا جائے اور میں اس معزز ایوان کی خدمت میں ایک عجیب بات آج بتانے لگا ہوں کہ اگر آپ اپنے روپے کو ڈالر یا پونڈ میں تبدیل کر کے بنک میں رکھیں تو کوئی ٹیکس نہیں ہے جو ویسے بھی بڑھ رہا ہے کیونکہ 3.3 تولازمی بڑھ رہا ہے۔اگر آپ اس ڈالر یا پونڈ کو بنک سے نکلوائیں تو کوئی ٹیکس نہیں ہے لیکن اگر آپ روپے میں رکھ رہے ہیں تو آپ مجرم ہیں لہٰذا آپ اس پر 0.2 فیصد ٹیکس دیں یہ محب وطن لوگوں کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر!آپ حیران ہوں گے کہ سیمنٹ ساز اداروں نے جو کچھ کیا ہے اس کی background کیا ہے میں مختصراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے آپس کے پول کی وجہ سے قوم کو اربوں روپیہ دینا پڑا ہے آپ اور میرے تمام بھائی یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس میں monoply control authority دس ہزار روپے سے لے کر 40 ہزار روپے تک جرمانے

کرتی ہے۔آپ سوچ لیں کہ ایک سیمنٹ ساز ادارے کو 40 ہزار کیا 40 لاکھ روپے بھی جرمانہ ہو جائے تو اس کو کیا فرق پڑتا ہے لیکن ہماری monoply control authority صرف 40 ہزار روپے تک جرمانہ کرتی ہے۔اب میں بتاتا ہوں کہ یہ ہوا کیا ہے؟ سیمنٹ کی انٹرنیشنل پرائس 60 ڈالر per ton ہے۔کوئی بھی منگوالے صرف 140 روپے کی بوری پڑتی ہے اور اگر کسی کو اعتراض ہے تو میرا چیلنج ہے وہ منگوالے لیکن امپورٹڈ سیمنٹ بھی -/290 روپے میں بیچا جارہا ہے۔کون بیچ رہا ہے اسے ہم سب کو دیکھنا چاہئے کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔اس وقت تک تقریباً 9۔ارب روپیہ عوام کی جیب سے نکالا جا چکا ہے اور آج بھی سیمنٹ کے حالات ایسے ہیں کہ جو سیمنٹ locally بن رہا ہے اس کو پول کا سامنا ہے یہ چند لوگ ہیں جنہوں نے آپس میں پول کیا ہوا ہے اور یہ سیمنٹ اس قیمت پر بیچا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! یہی سلوک چینی کے ساتھ ہوا ہے۔چینی کے بحران میں بھی اہم کردار بنکوں کا ہے۔چینی کے present stock پر بنکوں کو اندر ہی loaning کر دی گئی ہے یعنی فرض کیجئے کہ اگر ایک آدمی نے 100 من چینی بنائی ہے اور 35 من اس نے بیچی ہے باقی 65 من پر اس نے اپنی فیکٹری کے اندر ہی loan لے لیا ہے تو اس نے 35 من جو double price پر بیچی ہے اس کو تو وہ مفت میں پڑی ہے۔اب آکر جب سٹیٹ بنک نے کہا ہے کہ اس کو فوری طور پر نکالیں۔ اس کو نکالیں کہاں، اس کا تو وہ مفت کا مال ہے جب مرضی بیچ لے گا اور اگر وہ اپنے پاس سے ہی loan adjust کر دے گا تو کیا ہو گا لیکن عوام سے تو پیسا نکل گیا تو پنجاب حکومت کو چاہئے کہ بنکوں کے کردار کو چیک کرے کہ یہ ہوا کیا ہے؟

جناب سپیکر! یہ ایک عجیب مسئلہ ہے کہ پنجاب کے جو لوگ باہر رہ رہے ہیں وہ پیسے کما کر واپس آتے ہیں اور یہاں پر ریال، درہم یا پونڈ کی شکل میں وہ exchange کرواتے ہیں۔میں اس معزز ایوان کی توجہ اس طرف چاہوں گا کہ تقریباً 20 لاکھ ڈالر روزانہ پنجاب سے کراچی جاتا ہے اور کراچی ائیرپورٹ پر ملک کا واحد سٹیٹ بنک کا بوتھ ہے جہاں سے وہ ڈالر کی شکل میں ایکسپورٹ ہوتا ہے۔نتیجہ کیا ہے کہ ہمارے صوبے کا انتہائی قیمتی زرمبادلہ جو ہمارے عوام خون پسینہ ایک کر کے کماتے ہیں اس کو سندھ کی آمدنی میں کاؤنٹ کیا جارہا ہے۔میری کئی دفعہ کی گزارشات کے باوجود آج تک یہ نہیں ہو سکا کہ لاہور ائیرپورٹ پر سٹیٹ بنک کا بوتھ بنے تاکہ یہ آمدنی پنجاب کے کھاتے میں آئے جو تقریباً ایک ارب روپے ڈالر بنتی ہے اور سندھ ہر بات پر بار بار کہتا ہے کہ میرا ریونیو

زیادہ ہے۔ وہ کس طرح زیادہ ہے؟ پنجاب کا پیسا ہے مجبور کیا جاتا ہے کہ پہلے وہ یہاں سے کراچی جاتا ہے، پھر کراچی سے fly کر کے باہر جاتا ہے اسے تو سیدھا پنجاب سے جانا چاہئے تاکہ لوگوں کو ان کے خون پسینے کی بہتر کمائی مل سکے۔

جناب سپیکر! ایک عجیب معاملہ ہے کہ ہمارے زیادہ تر ڈاکٹرز صرف دکھاوے کے لئے سرکاری ملازمت کرتے ہیں اور سپیشلسٹ ڈاکٹرز نے کمیشن کی انتہا کی ہوئی ہے ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس جو بھی مریض آئے وہ پرائیویٹ ہسپتال میں آکر ان سے ملے تو میں نے ابھی پچھلے دنوں ایک Adjournment Motion بھی دی ہے اور میں ثابت کر سکتا ہوں کہ دوائیوں کی کمپنیوں کے profits کتنے زیادہ ہیں۔ قانون بنانا چاہئے کہ ہسپتالوں کے نزدیک کوئی پرائیویٹ کلینک نہ بن سکیں اس کے اندر بدترین مثال چونیاں کے ہسپتال کی ہے جس کے چاروں طرف پرائیویٹ ہسپتال ہیں اور وہاں پر سرکاری ہسپتال کے تمام ڈاکٹرز کام کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں میں جو سب سٹینڈرڈ ادویات مل رہی ہیں ان کا قلع قمع ہونا چاہئے۔ مفت دوائیوں کا کہا جاتا ہے لیکن وہاں دوائیاں نہیں مل رہیں۔ میں خود اس بات کا شاہد ہوں کہ میں نے مختلف ایم ایس کو فون کر کے کہا کہ باہر چار گھنٹوں سے مریض رو رہا ہے اس کو کچھ دلوادیں تو تب جا کر کچھ حرکت ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہیپاٹائیٹس کے مریض پر تقریباً 7 ہزار روپے مہینے کا خرچ ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ ہیپاٹائیٹس اور دماغی امراض میں Zyprexa اور clozaril کا خرچہ ایک لاکھ روپے ماہانہ ہے تو ان کے لئے specially ایک پول بنایا جائے جو ان کے مریضوں کو پیسا دے یا انہیں subsidized کیا جائے۔

جناب سپیکر! میری ایک تجویز ہے کہ وزیراعلیٰ مانیٹرنگ ٹیم کے دفتر میں تمام صوبے کے ہسپتالوں کے لئے ایک toll free نمبر رکھا جائے۔ کوئی بھی آدمی اس toll free نمبر پر اطلاع دے کہ فلاں سرکاری ہسپتال میں کیا ہو رہا ہے تو شاید ڈاکٹروں کو کچھ خوف آجائے اور وہ اللہ سے ڈر کر کام کر سکیں۔ یہ toll free نمبر فوری طور پر چلنے چاہیئں اس سے میں سمجھتا ہوں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر صورتحال بہت بہتر ہو سکتی ہے۔ Filteration Plants بہت ضروری ہیں میرے حلقے میں پانی کی حالت اچھی نہیں ہے اس لئے Filteration Plants فوری لگنے چاہیئں تاکہ فیصل آباد، گوجرانوالہ، شیخوپورہ جیسے حادثات سے بچا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کی توجہ ایک اور طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اب حالات یہ

ہو گئے ہیں کہ سبزیاں بھی ملاوٹ سے نہیں بچ سکیں۔آج کل ہم گھروں میں جو ادرک کھا رہے ہیں آپ حیران ہوں گے کہ وہ تیزاب میں پکا کر آپ کو دیا جا رہا ہے کیونکہ تیزاب میں پکانے سے ادرک کا وزن بڑھ جاتا ہے اور وہ سفیدی مائل ہو جاتا ہے۔یہ جو حالات پیدا ہو رہے ہیں ان پر سخت مانیٹرنگ کی ضرورت ہے۔کوئی بھی گھر ادرک کے استعمال سے نہیں بچ سکتا اور آپ دیکھ لیں کہ ہم اور ہمارے بچوں کو اللہ ہی اس تیزاب زدہ ادرک سے بچائے۔

جناب سپیکر!سب جانتے ہیں کہ دودھ میں ڈٹرجنٹ کا استعمال ہو رہا ہے۔اب یہ جو ٹی وی پر آتا ہے کہ فلاں دودھ گاڑھا ہے اور فلاں پتلا ہے تو ڈٹرجنٹ کے بغیر دودھ گاڑھا ہی نہیں ہو سکتا۔اس چیز کی سخت ضرورت ہے کہ ڈٹرجنٹ کے استعمال کو اس میں سے نکالا جائے۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ ڈیزل آئل کی صورتحال کے اوپر بھی غور کرنا چاہئے۔حالات یہ ہو گئے ہیں کہ اس وقت ہمارے ملک میں دنیا کا بدترین ڈیزل ہمارے ہاں مل رہا ہے اور ترقی یافتہ ممالک نے ہمارے ملک میں "D4D" گاڑیاں بھیجنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

جناب والا!ملک میں سونے کا استعمال بے تحاشا ہے۔خواتین کو اس طرف راغب کرنا چاہئے کہ وہ سونے کا استعمال چھوڑ دیں۔یہ حقیقت ہے کہ 4/5 دفعہ میں سونا سنار کا ہو جاتا ہے اور خواتین کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا اور یہ اس ملک کا المیہ ہے کہ خواتین کے استعمال کی سب چیزوں پر کم از کم منافع 100 فیصد ہے جو آرام سے ادا کر دیا جاتا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر!میں detail میں نہیں جانا چاہتا لیکن جو میری بہن پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں میرے سے علیحدگی میں بات کر لیں میں بتا دوں گا کہ 100 فیصد نہیں 1000 فیصد تک عورتوں کی آئٹموں میں profit ہے اور وہ مرد بیچارے کی جیب سے جاتا ہے۔

جناب والا!پنجاب بنیادی طور پر ایک زرعی صوبہ ہے اس لئے میری گزارش ہے کہ پنجاب میں تحصیل کی سطح پر ایسے کالجز یا سکول بنائے جائیں جہاں صرف زرعی information اور زرعی ایجوکیشن دی جائے تاکہ لوگ زراعت کی طرف آئیں۔اس وقت یہ المیہ ہے کہ ایک سپاہی کی نوکری کے لئے اچھے خاصے 15,15/10,10 ایکڑ کے مالک لڑکے بھاگے پھرتے ہیں لیکن وہ اپنی اس کاشت کو بہتر کرنا نہیں جانتے جہاں سے وہ بہت زیادہ آمدنی لے سکتے ہیں تو زرعی کالجز کی تعداد بہت کم ہے اس کو نچلے لیول پر لایا جائے اس سے انشاء اللہ revolution لایا جا سکتا ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ ملک میں جنگلات کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ especially میرے حلقے میں چھانگا مانگا کے جنگل کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ میری تجویز ہے کہ اس کے ارد گرد 3 سے 4 کلو میٹر کے radius میں تمام آرے قانونی طور پر بند کر دیئے جائیں جہاں پر لکڑی چوری نے اس جنگل کو تباہ کر دیا ہے اور اس کی روک تھام صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہاں کے تمام آرے بند کر دیئے جائیں اور اس میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہ کی جائے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں پھر عرض کروں گا کہ ہمیں بچت کی طرف across the board کام کرنا چاہئے اور ہمیں اپنی مراعات کے لئے بات نہیں کرنی چاہئے۔ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکیں۔ میری اپنی حکومت سے استدعا ہے کہ ہمیں بچت کا ٹارگٹ کم از کم 50 فیصد رکھنا چاہئے اور اس پر سختی سے عمل کرنا چاہئے۔

جناب والا! میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری تجویز پر subsidized food کے لئے 95 کروڑ روپے رکھا ہے۔ اس میں میری تجویز ہے کہ ہر ایم پی اے کو اس کے اندر involve کیا جائے اور اس 95 کروڑ روپے میں سے ایک فنڈ دیا جائے جسے متعلقہ ایم پی اے اپنے حلقے میں اپنے سامنے استعمال کرا سکے تاکہ lower level پر اس کا فائدہ ہو سکے اور اسی طرح پرچون مافیا یا ہول سیل مافیا اس کا فائدہ نہ اٹھا سکے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے صحافی بھائی یہ تو لکھتے ہیں کہ ہم یہ مراعات مانگتے ہیں یا وہ مانگتے ہیں لیکن انہیں یہ بھی لکھنا چاہئے کہ ہمارے اس ایوان میں ایسے لوگ بھی بیٹھے ہیں جنہوں نے زلزلہ زدگان کے لئے پورے دو سال تک خاندانوں کی کفالت کے لئے lump sum پیسا دیا ہے، جو حکومت سے سرکاری طور پر کچھ بھی نہیں لیتے لیکن لوگوں کے کام کرتے ہیں اور اپنے پاس سے خرچ کرتے ہیں اور فیڈریشن کے تحت بھی کرتے ہیں اور حکومت کے تحت بھی کرتے ہیں۔ ان کو حق ہے کہ یہ ہم پر مکمل تنقید کریں لیکن میری ان سے استدعا ہے کہ یہ ان لوگوں کا بھی ذکر کریں جو حکومت سے سرکاری طور پر کچھ نہیں لیتے اور جنہوں نے ریکارڈ پیسا دیا ہے۔ بہت بہت شکریہ

جناب جہانزیب امتیاز گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، جہانزیب امتیاز گل صاحب!

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! شیخ صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ حبیب بنک کے

consortium میں loan لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے شیخ صاحب کو عرض کروں گا کہ جہاں پر 5 بلین revenue generate ہو رہے ہیں اوراس کی maintenance cost 7 to 9 billion تک ہو تو وہ کون سا بنک ہے جو اس طرح کی financial position دیکھتے ہوئے loan دے گا۔ میرے خیال میں تو اب موٹر وے کو بھی نئے طریقے سے بیچنے کی کوشش کی جارہی ہے اور پرائیویٹائز کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اگر اس کی conditions دیکھیں کہ اگر این ایچ اے default کرتا ہے تو Those banks will takeover those assets. اور وہ assets جو pledge کروائے جا رہے ہیں وہ موٹروے ہے۔ شکریہ جی

شیخ علاؤالدین: اپنے معزز بھائی سے میری گزارش یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ ان کا ایک مکان ایک لاکھ روپے مہینے پر ہے اور فرض کیجئے کہ ان کو renovation کے لئے 10 لاکھ روپیہ چاہئے اور یہ بنک کو کہتے ہیں کہ اس کی 5 سال کی آمدنی میں سے تمہیں 10 لاکھ روپیہ مل جائے گا تو بنک کیوں نہیں laoning کرے گا اور اگر یہ اس کی betterment کے لئے پیسالینا چاہتے ہیں اور مناسب interest rate پر لینا چاہتے ہیں تو یہ inflation rate کی بات کر لیں، 9 فیصد inflation rate ہے تو اس میں کیا برائی ہے؟ دوسرا میں یہ عرض کروں گا اور یہ ابھی صرف proposal ہے، accrued income پر پیسالینا کوئی جرم نہیں ہے، ہر آدمی لیتا ہے لوگ اپنی تنخواہوں پر لے لیتے ہیں لیکن جہاں income نہ ہو، non-productive ہو وہاں واقعی خطرہ ہے۔ موٹروے کے اوپر ابھی بھی daewoo کا loan موجود ہے تو وہ pay نہیں ہو رہا تو اس واسطے پلیز اس پر تنقید نہ کریں۔ accrued income کے against اگر گورنمنٹ loan لے گی تو اس میں خطرہ نہیں ہے۔ شکریہ

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! اگر یہ سمجھتے ہیں کہ loan دیا جا سکتا ہے تو این ایچ اے کافی دیر سے کوشش کر رہی ہے۔ ایک تو یہ legally ممکن نہیں ہے اور financially بھی این ایچ اے کی جو ہیلتھ ہے میرا خیال ہے کہ کوئی بھی بنک ایسا loan نہیں دے گا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! اخبار میں لکھا ہوا ہے کہ legally it is not possible.

جناب ڈپٹی سپیکر: Let him make a speech. اس کا جواب wind up میں آئے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ان کو پتا ہے کہ کیا بات ہے۔ اس کے اوپر first loan Daewoo کا ہے۔ جہاں پر first loan Daewoo کا ہو وہاں سے دیکھنا ہوتا ہے کہ کیا اس میں بچت ہوتی ہے۔ consortium کے اندر 5/5,6/6 بنک ہوتے ہیں تو 6^{th} بنک کا share ہوتا ہے اور first بنک کا بھی share ہوتا ہے۔ یہ consortium ہے اسے یہ پڑھ لیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! Daewoo کے loan پر این ایچ اے already default کر چکی ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Mr. Imtiaz Gill Sahib! Are you on a point of order or you have make a speech?

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! میں ایک point explain کر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میں فرزانہ راجہ کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے آج بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ آپ سے میں اجازت چاہوں گی کہ بجٹ پر بات شروع کرنے سے پہلے ابھی تھوڑی دیر پہلے وارث کلو صاحب نے اپنی speech کے دوران دو الفاظ کہے تھے میں یہاں ان کا ضرور ذکر کرنا چاہوں گی، اس کے بعد میں باقاعدہ اپنی budget speech کا آغاز کروں گی۔ انہوں نے کہا کہ اپوزیشن پنجاب کے علاوہ سندھ، سرحد کی بات کرتی ہیں اور اس کے بعد وہ کل بھارت کی بات بھی کرنا شروع کر دیں گے۔ میں اس پر ان الفاظ کی مذمت کرتی ہوں جو انہوں نے کہا کیونکہ سندھ اور سرحد پاکستان کا حصہ ہیں اور ہماری فیڈریشن کے یونٹس میں سے دو یونٹس ہیں ان کو انڈیا کے ساتھ ملا دینے کا مطلب صوبائی تعصب کو ہوا دینے والی بات ہے اور ایسا شخص جو سینئر ہے اور قوم نے اسے ایک اہم ذمہ داری نبھانے کے لئے بھیجا ہے انہیں ایسے الفاظ کہنا زیب نہیں دیتا تھا اور میں آپ سے گزارش کروں گی کہ ان الفاظ کو کارروائی میں سے حذف کیا جائے کیونکہ انہوں نے صوبہ سندھ اور سرحد کو انڈیا کے ساتھ ملا دیا تو ان سے اس طرح کی بات نہ عوام expect کرتے ہیں اور نہ انہیں ہاؤس میں اس طرح کی بات کرنی چاہئے تھی۔

جناب سپیکر! میں ابھی بجٹ کی بات کروں گی، میرے ہاتھ میں 2003-04 کے بجٹ کی تقریر، 2005-06,2004-05 اور 2006-07 کے بجٹ تقاریر کی کاپیز موجود ہیں۔ ان کو اگر غور سے پڑھ کر اور سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ان کا آپس میں کوئی تسلسل نہیں ہے۔ جو وعدے پہلے

سال پہلی کتاب میں کئے گئے اس کے ثمرات دوسرے میں proper طریقے سے majority پراجیکٹس بیان نہیں کئے گئے۔ اسی طرح سے تیسرا، چوتھا اور پانچواں ہو گا۔ اسی لئے اس کو الفاظ کا گورکھ دھندا کہا جاتا ہے کیونکہ کسی کا بھی آپس میں کوئی تسلسل نہیں ہے۔ جب ملک میں 60 فیصد سے زائد لوگ دو ڈالر فی یوم یا اس سے بھی کم آمدنی پر زندگی کا گزر بسر کر رہے ہوں، جب غربت، افلاس اور بے روزگاری نے چاروں طرف سے وطن عزیز کو گھیرا ہوا ہو، امیر اور غریب کا فرق دن بدن بڑھتا جا رہا ہو، عام اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ اور اس کو غریب کی پہنچ سے دور کر دیا گیا ہو، غریب دشمن پالیسیاں مرتب کر کے غریب کو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا ہو، یہ حالات اس سے پہلے بھی ہو چکے ہیں اور 1960 میں ہمیں یہ حالات دیکھنے میں آئے تھے۔ جس کا نتیجہ پوری عوام 1971 میں دیکھ چکی ہے۔ اب ہم نہیں چاہتے ہیں کہ پاکستان اور ہمارے صوبے پھر دوبارہ سے اسی جگہ پر کھڑے ہوں جو کہ ابھی نظر آ رہا ہے۔ پچھلے سال کی قیمتوں کا جو لیول تھا وہ کنزیومر پرائس انڈیکس کے مطابق 9.30 سے بڑھا ہے اور پچھلے تین سالوں میں تیل کی قیمتوں میں 70 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ اب یوٹیلٹی سٹورز کے متعلق کہا گیا ہے کہ 400 نئے بنائے گئے ہیں وہ ملک کی 160 ملین آبادی کے لئے ناکافی ہیں۔ میں بتاتی ہوں کہ سگریٹ پر ٹیکس 6 فیصد ہے اور نسوار پر تو کوئی ٹیکس ہی نہیں ہے۔ یہ نسوار اور سگریٹ کا استعمال کروڑوں لوگ پاکستان میں کرتے ہیں جس سے health hazard پیدا ہوتا ہے آپ دیکھیں کہ جو لوگوں کو لنگز کینسر اس کے علاوہ دانتوں کا کینسر اور throat کینسر جو ہے اس طرح کی موذی بیماریاں اس کے استعمال کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن ان کا سدباب کرنے کی بجائے سگریٹ پر ٹیکسز بڑھانے اور اس کے علاوہ نسوار پر ٹیکس لگانے کی بجائے عوام کو ڈائریکٹ ہیلتھ کے شعبے میں زیادہ رقم مختص کرنے سے ان مسائل کا حل نہیں ہو گا جب تک کہ بیماریوں کی جڑ کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

جناب سپیکر! یہ بار بار کہا گیا کہ ملک میں اور خصوصاً صوبہ پنجاب میں غربت کی جو شرح ہے اس سے لوگ اوپر آ گئے ہیں اور ان کا معیار زندگی پہلے سے بڑھ گیا ہے۔ میں آپ کے گوش گزار کروں گی، میرے پاس کچھ facts ہیں جو میں آپ کے سامنے لانا چاہتی ہوں۔ یہ ضلع وار socio economic indicators ہیں جو کہ پنجاب گورنمنٹ پلاننگ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے شائع ہوئے ہیں اس میں سے میں دو پیپرز لے کر آئی ہوں، میں ڈسٹرکٹ وائز آپ کے علم میں لاؤں گی کہ ڈسٹرکٹ راجن پور جہاں سے منسٹر فنانس صاحب بھی تعلق رکھتے ہیں اور آپ کا تعلق

بھی وہیں سے ہے کہ -/750 روپے سے کم ماہانہ انکم رکھنے والے لوگوں کی تعداد 66 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ وہ بچے جن کی عمریں پانچ سال سے کم ہیں وہ 47 فیصد ہیں sanitation سے جن لوگوں کو access نہیں ہے ان کی تعداد 71 percent of the population of the district ہے، 71 فیصد لوگوں کو sanitation تک access نہیں ہے اور ایک فیصد لوگوں کو ہیلتھ ورکرز تک access ہے۔ ہیلتھ ورکرز میں جو پرائیویٹ کلینک ہیں اس میں پیرا میڈیکل سٹاف اور جس میں دائیاں وغیرہ بھی شامل ہیں یہ 8 فیصد تک لوگ شامل ہیں۔ آپ راجن پور کی حالت دیکھیں کیونکہ بار بار چیف منسٹر صاحب نے جنوبی پنجاب کو آسمان کے ساتھ ملانے کی کوششیں کی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! ضلع رحیم یار خان میں -/750 روپے سے کم آمدنی والے جو لوگ ہیں وہ 63 فیصد ہیں۔ انڈر ائر بچے 42 فیصد ہیں اور sanitation کی جہاں تک access نہیں ہے وہ 56 فیصد لوگ ہیں اور ہیلتھ ورکرز تک access صرف 28 فیصد لوگوں کو ہے۔ اسی طرح سے بہاولپور، بہاولنگر ہے جہاں پر دوبارہ سے وہی کہوں گی کہ -/750 روپے سے کم آمدنی والے 66 فیصد لوگ ہیں۔ اب میرا خیال ہے کہ جب حقائق سامنے آئے ہیں تو ممبرز اپنی گفتگو میں شروع ہو گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! وہاں پر جو وعدے کئے گئے ہیں اور بار بار claim کیا گیا کہ جنوبی پنجاب کی حالت بہت بہتر بنا دی گئی ہے، اس کے لئے بہت سے فنڈز allocate کئے گئے ہیں لیکن میرے ہاتھ میں جو پیپر ہیں یہ Government of Punjab Planning Development in collaboration with UNICEF تیار کئے گئے ہیں۔ میں آج مطالبہ کرتی ہوں کہ اسے عوام کے سامنے پبلش کیا جائے، اس کی کاپی سارے ممبرز، عوامی نمائندگان اور سارے میڈیا کو دی جائے تاکہ ان کو پتا چلے کہ پنجاب حکومت نے غربت کم کرنے اور لوگوں کا معیار زندگی بہتر کرنے کے دعوے کئے ہیں۔ اس کی قلعی میرے سامنے کھل جاتی ہے کہ لوگوں کا معیار زندگی کیا ہے اور وہ کس کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں؟ لیکن دوسری طرف میں لوکل گورنمنٹ کے حساب سے بھی بتاؤں گی اور مبینہ طور پر بتاتی ہوں کہ وزیراعلیٰ کے

احکامات ہیں کہ ایک روڈ ہے جو عارف والہ سے شروع ہوتی ہے، گکھڑ منڈی اور وہاڑی تک تقریباً چالیس پچاس کلومیٹر کی یہ روڈ ہے جو دہلی ملتان روڈ کے نام سے موسوم ہے، پچھلے دو سال سے اس روڈ کو اکھاڑ دیا گیا ہے، ٹریفک وہاں پر بند کر دی گئی ہے اور لوگوں کی زندگی تنگ آ چکی ہے کیونکہ اس کے لئے ان کو alternate روڈ سے گزرنا پڑتا ہے یہ جنوبی پنجاب میں وہاں پر ترقی کا عالم ہے اور لوگوں کے معیار زندگی کو بہتر بنایا گیا ہے۔ بجٹ ایلوکیشن اور actual expenditure میں بہت نمایاں فرق ہے کیونکہ موجودہ حکومت نے کسی بھی سال کے بجٹ میں 100 فیصد expenditure نہیں کیا ہے ہمیشہ سے اس کو اگلے بجٹ کے لئے شفٹ کر دیا جیسا کہ موجودہ بجٹ میں 70 فیصد بجٹ کو move کیا گیا۔ اب بجٹ میں رقوم مختص کرنے سے مسائل کا حل نہیں ہوتا، مسائل کا حل گڈ گورننس اور بہتری لانے کے لئے جو بہتر منصوبہ بندی کی جاتی ہے وہ بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹرز کے بغیر ہسپتالوں کا ہونا، گھوسٹ سکولز کا ہونا، سکولوں میں ٹیچرز کا نہ ہونا اور اساتذہ کو سیاسی پشت پناہی حاصل ہونا اور مختلف محکموں میں کرپشن کا بازار گرم ہونا اور اس کو روک نہ سکنا، یہ ہوتا ہے۔ ہائر ڈویلپمنٹ expenditure کے لئے فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! بجٹ کے سیشن میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا ہے کیونکہ ان کو پتا ہے کہ جب بجٹ بنایا گیا تھا تو اس میں کسی بھی معاملات میں ان کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ یہ دو بیوروکریٹس نے بجٹ بنایا ہے تو اسی لئے ان کو ملک و قوم سے دلچسپی ہے نہ اس بجٹ سے کوئی دلچسپی ہے جو صاف نظر آ رہی ہے۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گی کہ جب بھی ہائر ڈویلپمنٹ expenditure کئے جاتے ہیں تو اس کے لئے اندرونی اور بیرونی قرضے لئے جاتے ہیں۔ پنجاب حکومت نے اس وقت جو قرضے لئے ہیں وہ رواں مالی سال کے آغاز پر مجموعی مالیت 148۔ ارب روپے کے قرضے لئے گئے، یہ اندرونی و بیرونی قرضہ جات ہیں۔ 2006-07 کے آغاز پر یہ 157۔ ارب روپے بنتا ہے جو کہ 19۔ ارب روپے کا اضافہ ہے۔ آخر کار قرضے لینے کا بوجھ بھی عوام پر آتا ہے اس وقت مجموعی طور پر ویسے بھی پاکستان میں ہر بچہ اور بوڑھا۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! اگر ہاؤس in order ہو تو میں بات کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! ہاؤس in order ہے آپ بات کریں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! یہاں پر بار بار کہا جاتا ہے کہ ہم کیوں یہ ذکر کرتے ہیں کہ حکومت کے کیا کیا اخراجات ہیں، صحت کے شعبے کو، تعلیم کے شعبہ کو یا کوئی بھی شعبہ لے لیں اس کے فنڈز میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ اس اضافہ کو وزیر اعلیٰ ہاؤس، گورنر ہاؤس، ایوان صدر اور پرائم منسٹر ہاؤس کے فنڈز میں اضافے کی شرح عوام کے مسائل حل کرنے کے بجٹ میں جو فنڈز allocations ہوئی ہیں اس میں اضافہ اس کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ اس وقت وزیر اعلیٰ، صوبائی کابینہ، مشیران، پارلیمانی سیکرٹریزان کی کل تعداد 136 ہے اور رواں مالی سال میں جو مختص رقم 17 کروڑ 72 لاکھ روپے تھی، اخراجات 18 کروڑ 63 لاکھ روپے یعنی کہ 91 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔ 07-2006 میں جو رقم مختص کی گئی ہے وہ 19 کروڑ 64 لاکھ روپے ہے۔ آپ اس میں دیکھیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا جو صوابدیدی فنڈ کی رقم رواں سال میں 6۔ ارب روپے تھی اور اخراجات 7۔ ارب روپے ہوئے۔ اخراجات میں ایک ارب روپے کا اضافہ ہوا۔ اب 07-2006 میں رقم کو 8۔ ارب روپے کیا گیا یعنی کہ سابقہ کے مقابلے میں 2۔ ارب روپے کا اضافہ کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں سات سو چھیاسٹھ افسران اور ملازمین کی تنخواہیں اور مراعات 9 کروڑ 57 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی تھی جبکہ اخراجات 20 کروڑ 18 لاکھ روپے ہوئے۔ 11 کروڑ 61 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔ ابھی اس سال میں بڑھا کر 14 کروڑ 62 لاکھ روپے کر دیا گیا۔

جناب والا! بڑی مضحکہ خیز بات کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کا یوٹیلٹی بلز پر رواں سال میں مختص رقم پچاس ہزار روپے تھی لیکن اخراجات 46 لاکھ 97 ہزار روپے جبکہ اس سال 11 لاکھ 96 ہزار کر کے اس میں مزید اضافہ کر دیا گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے انتظامی اخراجات میں دو کروڑ 62 لاکھ جبکہ اخراجات آٹھ کروڑ 54 لاکھ روپے ہوئے اس دفعہ تین کروڑ 12 لاکھ روپے رکھے گئے۔ میں اسی طرح کے اضافہ کی رقم اور بتاتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے عمومی اخراجات کے لئے 68 لاکھ تیس ہزار روپے جبکہ اخراجات نو کروڑ 92 لاکھ 21 ہزار روپے ہوئے یعنی کہ یہ اضافہ آٹھ کروڑ 20 لاکھ روپے ہے۔ میں اضافے کا اس لئے بتا رہی ہوں کہ آپ دیکھیں کہ عوام کے مسائل حل کرنے کے لئے کتنا اضافہ کیا گیا اور اپنے مسائل حل کرنے کے لئے کتنا اضافہ کیا گیا۔ صوبائی اندرونی محاصل کا مقرر کردہ حدف 58.89۔ ارب روپے جبکہ وصولیاں 44.01۔ ارب روپے ہے یعنی کہ 14۔ ارب روپے کی کمی آئی ہے۔ اگر یہ سارے facts and figures اپنے سامنے رکھے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ عام آدمی کے معیار زندگی کو بہتر کرنے کے لئے کتنا اضافہ

کیا گیا اور اس سے لوگوں کو کیا ریلیف ملے گا۔ جب ہم اپنے سیکرٹریٹ میں تو کروڑوں اور اربوں روپے کا اضافہ کرتے ہیں اور ایک غریب آدمی کی تنخواہ میں جو کہ اس کی بنیادی تنخواہ ہے اس میں 15 فیصد کا اضافہ کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے قوم کا مذاق اڑایا ہے اور اپنی مراعات میں اضافہ کرنے کے لئے ہم نے زمین اور آسمان کی حدوں کو آپس میں ملا دیا ہے۔ میں یہاں پر خواتین کی ضرورت بات کروں گی جو ملک کی 52 فیصد آبادی ہیں اور کل آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ ہیں۔

جناب والا! 04-2003 میں 52 فیصد آبادی کے لئے ایک سٹیڈیم رکھا گیا تھا اس کے بعد جتنے بھی سال آئے ان میں خواتین کے لئے کچھ نہیں رکھا گیا اور اس سال ان کے لئے 20 کروڑ روپے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ اس 20 کروڑ روپے میں وہ خواتین جو کہ اس صوبے کی اور ملک کی آبادی کا نصف سے زیادہ ہیں یہ بتائیں کہ ان کو domestic violence سے بچانے کے لئے کتنے Burn Unit قائم کئے گئے، domestic violence میں کتنی protection دی جارہی ہے کتنے نئے پولیس سٹیشن قائم کئے جائیں گے؟ یعنی اس 20 کروڑ روپے میں خواتین کو مضبوط کرنے کے لئے، ان کو روزگار فراہم کرنے کے لئے کس کس فیلڈ میں کیا دیا جائے گا۔ یہ رقم تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ بھی صوبے کی خواتین کے ساتھ مذاق کیا گیا ہے۔

جناب والا! میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بھی ذکر کروں گی کہ جتنی بڑی تعداد میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے پولیس کے لئے جتنی بھی رقم بڑھائی گئی ہے صوبے میں رواں سال سال پہلے پانچ ماہ میں 63 ہزار سے زائد مقدمات درج ہوئے۔ 13 سو قتل کے مقدمات تھے۔ صوبے میں عوام کو تحفظ فراہم نہیں کیا جا سکا۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ تھانہ کلچر کو پروان چڑھانے کے لئے اور ان کی support حاصل کرنے کے لئے اور یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کرائم میں اضافہ ہوا ہے اور لوگوں کو تحفظ دینے کے لئے حکومت ناکام ہو چکی ہے ان کو یہ فنڈز دیئے جا رہے ہیں۔ عوام کو ریلیف دینے کی بجائے پولیس کے ہاتھ مضبوط کئے گئے۔

جناب والا! حکومت پنجاب اور وزیر اعلیٰ کی تشہیر کے جو اخراجات ہیں میں اس کا بھی ضرور ذکر کروں گی کہ رواں اور آئندہ مالی سال کے بجٹ تخمینہ اور مختلف دستاویزات میں کسی جگہ اس مد پر صرف ہونے والے کروڑوں روپے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا حالانکہ رواں مالی سال کے دوران وزیر اعلیٰ پنجاب کا ''پڑھا لکھا پنجاب'' اور ''گرین پنجاب'' کے علاوہ پولیس اصلاحات اور صحت کے شعبے میں اصلاحات کے پروگراموں کی تشہیر پر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں اشتہارات کے

ذریعے محتاط اندازے کے مطابق ایک ارب روپے سے زیادہ کی رقم خرچ ہوئی ہے لیکن جناب! ایک چیز میں ضرور پوچھوں گی جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ پچھلے بجٹ میں اعلان کیا جاتا مگر آگے اس کا رزلٹ یا outputنہیں بتائی جاتی۔

جناب والا! بجٹ 04-2003 میں صفحہ نمبر 5 پر یہ کہا گیا کہ دس لاکھ سے کم آبادی والے شہروں کی بہبود کے لئے پنجاب میونسپل ڈویلپمنٹ فنڈ کمپنی کو فعال بنایا جارہا ہے جو میچنگ گرانٹ کی بنیاد پر انفراسٹرکچر اور دوسرے منصوبہ جات کے لئے رقوم فراہم کرے گی۔ ان شہروں کے لئے پنجاب اربن ڈویلپمنٹ ایجنسی کے قیام کی تجویز دی ہے جو ماسٹر پلان کی تیاری اور عملدرآمد کے مراحل طے کرنے میں ٹی ایم ایز کی معاونت کرے گی۔ جو یہ تالی بجارہے ہیں ان کو تو یہ بھی پتا نہیں کہ آج ان کے گھر میں کیا پکا تھا۔ ان سے پوچھیں کہ یہ کہاں بنا ہے اور اس کو کتنے فنڈز allocate ہوئے اس کا چیئرمین کون ہے اور انہوں نے کتنے پراجیکٹس مکمل کئے ہیں اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ یہ باتیں صرف کہنے کی حد تک ہیں اور صرف یہاں پر تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح ہو تو اس کو سننا اور appreciate بھی کرنا چاہئے۔

جناب والا! اب میں لوکل گورنمنٹ کے حوالے سے بات کروں گی کہ پہلے 68۔ارب روپے، پھر 95۔ارب روپے اور اب 112۔ارب روپے رکھے گئے۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ پچھلے سال بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ جو کرپٹ ناظمین ہیں جن کی آڈٹ رپورٹ، لوکل گورنمنٹ کمیشن کے تحت جن کی رپورٹس نیب کے پاس بھی جاچکی ہیں ان کی تعداد 15 تحصیل ناظمین اور 15 ضلعی ناظمین ہے کیا ان کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی کیونکہ ان کا تعلق حکومتی بنچز سے تھا۔ کیا ان کے خلاف آڈٹ رپورٹ publish کی گئی، کیا ان کے خلاف کوئی ایکشن لیا گیا حالانکہ ایکشن لینے کی بجائے ان کا بجٹ 95۔ارب سے بڑھا کر 112۔ارب روپے کر دیا گیا تاکہ وہ اور زیادہ بہتر طریقے سے عوام کے فنڈز کو لوٹ سکیں اور اس کو خورد بُرد کر سکیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک اور بات mention کرنا چاہوں گی کہ لوکل گورنمنٹ کے تحت الیکشن اتھارٹی کا ادارہ بنایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ نے بیس منٹ سے زیادہ وقت لے لیا ہے wind up کریں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! لوکل گورنمنٹ کا ایک ادارہ الیکشن اتھارٹی ہے جس کی اب ضرورت نہیں ہے کیونکہ لوکل گورنمنٹ کے الیکشن، الیکشن کمیشن آف پاکستان کے تحت ہوتے ہیں

اور الیکشن ٹربیونل بھی الیکشن کمیشن آف پاکستان نے بنایا ہوا ہے۔ الیکشن اتھارٹی ایک صوبائی chapter تھا وہ پہلے تھا جس کی اب ضرورت نہیں ہے۔ ان کے پاس تین ممبر ہیں، ایک چیئرمین ہے اور اس کے علاوہ اس کا سیکرٹری اور پورا عملہ ہے جس پر کروڑوں روپے سے زیادہ کی رقم خرچ کی جاتی ہے۔ جس ادارے کے پاس نہ کوئی کام ہے، جس ادارے کی اس وقت پنجاب گورنمنٹ یا پنجاب میں کوئی ضرورت نہ ہے لیکن صرف اور صرف کسی کو نوازنے یا کسی کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے عوام کا کروڑوں روپیہ وہاں پر خرچ کیا جارہا ہے۔ میں یہاں پر یہ مطالبہ کرتی ہوں کہ اس ادارے کو ختم ہونا چاہئے۔ اس ادارے کا کوئی کام نہیں ہے۔ اگر حکومت پنجاب اپنی کارکردگی سے اتنی ہی مطمئن ہے تو وزارتوں میں اتنے بڑے پیمانے پر تبدیلی کا ذکر کیوں کیا گیا اور اس وقت majority ایسے لوگوں کی ہے جو اس وقت حکومت کی موجودہ پالیسیوں سے بہت تنگ ہیں کیونکہ ان کے پاس بات کرنے کے لئے کوئی arguments ہیں، ان کے پاس کوئی ایسا جواز ہے اور نہ کوئی ایسا issue کہ وہ اسے لے کر اپنے حلقے کے لوگوں کے پاس جا کر بتائیں کہ ہم نے آپ کے لئے یہ کیا ہے تو یہ بجٹ صرف اور صرف عوام کو دھوکا دینے، ان کا مذاق اڑانے اور عوام کے مسائل حل نہ کرنے کا ایک بہت خوب صورت پلندہ ہے اور جس کی پرنٹنگ بہت اچھی کی گئی ہے۔ یہی ایک appreciation ہے جو میں کر سکتی ہوں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی۔ Next speaker is Mrs. Shazia Chand!

محترمہ شازیہ چاند: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Thank you so much for giving me this opportunity to speak on this Budget 2006-2007. Sir, I open my speech with the verse of Holy Qur'an, Surah Luqman, Verse 17:

"اور برداشت کرو ان مصائب کو جو تم کو پہنچیں بلاشبہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔"

Mr Speaker! When our Government was formed in the year 2002 we were facing a daunting task because all the major sectors like education, health, agriculture and all other departments were sinking. Our able leadership of President Pervaiz Musharraf and honourable Chief Minister, Ch Pervaiz Ehali took the challenge of removing the hurdles coming in the

way of development of the people of the Punjab. You can see the difference from the amounts allocated to different sectors of health, education, agriculture, water supply and sanitation which was 43.6 percent. But in the present budget of 2006-2007 we are going to spent 124 billion rupees on these sectors which is almost 200 percent increase on the above mentioned sectors. This scenario of achieving the highest growth rate is due to the visionary leadership of our honourable Chief Minister with the guidance from the President of Pakistan Muslim League, Ch Shujaat Hussain Sahib.

اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ
تو پھر کس بات کی ہم میں کمی ہے
خزاں سے رک سکا کب موسم گل
یہی اصل اصول زندگی ہے

Now, Mr Speaker, I want to analyse some important sectors of the Punjab Government with my own suggestions. Number one is education. This year, Government is focusing its full attention on the primary, secondary and higher edcuation along with great emphasis on special education for those children who are handicapped. Government's seriousness can be viewed from the allocation of the amount which is 500 billion rupees on the education sector reform programme. In the primary and secondary education, Government is planning to upgrade 200 schools and arranging training of more than 120000 Teachers. In higher education two universities are going to be established in Gujranwala Division with the collaboration of Berlin

University. These two universities will become a landmark in the development of the industrial research.

Now I want to give some suggestions. In boosting the education, we should put all our efforts to harmonize the activities with the ground realities. Teachers are the main component and we should provide them following facilities to get maximum out put:-

1. Accommodation
2. Transportation Facilities
3. Free Education of children of farmers

My second suggestion, Mr Speaker! Is that we should provide transportation facility to the girls at the tehsil and district level. We should also set up Computer Centres for the girls and boys at union council level. Now I come to the agriculture sector.

We all confess that the backbone of our economy is agriculture. Sir, 25 percent to 27 percent GDP of the Punjab is coming from this important sector. The Government is trying hard to mobilize the agriculture so that (our country) especailly these programmes can be considered as self-sufficient in the agriculture products. In this sector I also want to give some suggestion.

My first suggestion is that training should be arranged for the children of the farmers during the summer vacation and it should be free for all. Secondly, small loans should be granted to the graduates who live in the villages and who want to set up their own business like dairy farming and poultry farming etc.

Regarding loaning facility, if any female graduate in the villages want to set up their business, she should be provided training and facility. For land development, Mr Speaker, especailly in the Sourthern Punjab I would request the Government to provide bulldozers to all farmers on priority basis. I want to mention here that all loopholes in agriculture extention department should be removed. We have to make this sector more affective and workable because the backbone of our economy is based on this sector.

Now, I come to the important sector of Police Department. Government has given full facilities to this department and we have allocated a massive amount of Rs.20.3 billion for it. I want to suggest that -

1. Strict rules should be framed for this department.
2. Day to day people have no confidence on the Punjab Police.
3. The old Thana culture should be changed.
4. Dubious Police encounters should be stopped-action should be taken against the concerned SPs; and
5. Special Committees should be formed comprising the members of Parliament, Teachers, Religious Scholars and Lawyers to maintain law and order situation.

Now I come to the very important sector of Water Supply and Sanitation. I know this very well that Chief Minister Punjab is trying very hard to provide clear drinking water to all in the Punjab Province. Here, I want to mention rather to suggest that law should be framed for the upcoming of housing societies and plazas that they should have their proper

arrangements for the drinking water and sanitation and this should not only be the paper work, it should be implemented in its true spirit. Here, I want to quote example of the Judicial Housing Society. Where I am living. This society is controlled by the Honourable Judges but the pathetic situation is that the drinking water is mixed with the sanitation water and we are drinking contaminated water which can cause severe gastro problem.

Mr Speaekr! Almost every day we are facing the problems of the blocked gutters and the water flowing on the roads. Now, Mr Speaker, in the end I want to mention that our Government has taken a number of steps to reduce poverty and to give relief to the general public by providing cheap 'atta', 'dalain', sugar and other daily usable items through the Utilitity Stores. Here gratitude goes to President, Prime Minsiter and Chief Minister Punjab for taking the very speedy action for the reduction in prices of usable items. The Government has also given subsidy on urea to the farmers. Salaried class was facing hardships due to escalation in prices but now under the direciton of Federal Government, Provincial Government has taken the matter of increasing their salaries up to 15 percent and fixing minimum salary for the labour class.

Mr. Speaker! This budget in the history of Pakistan is consirdered to be a welfare budget because the total emphasis is on the welfare of the people of Punjab. A.D.P is totally meant for the improvement of infrastruture and providing the facilities to general public. Sir, a total amount of 100 billion rupees in

addition of 10 billion rupees are being allocated to the Local Government. This will certainly enhance the living standard of the people of Punjab and this will also create 1 million jobs for the unemployed. Sir, Sialkot-Lahore-Motorway is another milestone to be achieved by the Government of Pakistan of P.M.L. 3500 acre of industrial estate is going to be established along a Dry Port II. Mr. Speaker! This whole concept is based on the broad vision of Chief Minister Punjab who is eagerly looking forward to make the Punjab is the most developed Province of Asia.

میرے ضمیر کو عادت ہے صاف گوئی کی
میں چاہتا نہیں اندر کوئی صدا رکھنا
میرے لہو میں بغاوت نہیں محبت ہے
میرے چمن میں فضا امن کی سدا رکھنا
جو سچ تھا ہم نے زباں سے اگل دیا شہزاد
چھپا کے ہم نے کوئی ذائقہ نہیں رکھنا

Mr. Speaker! Once again I extend my gratitude and felicitations to the President, Prime Minister, Chief Minister, Ch Parvez Elahi and President of PML Ch Shujaat Hussain Sahib. Thank you so much.

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلے مقرر ہیں بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن صاحب!

بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن: شکریہ۔ جناب سپیکر! اللہ کے پاک نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ درود و سلام حضرت محمد ﷺ پر۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کو بڑی محنت لگن اور ہمت کے ساتھ تیار کیا گیا ہے۔ ہمارے ینگ وزیر خزانہ نے پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے بجٹ پیش کرنے سے maturity اور تجربہ بھی حاصل کیا ہے اور بہتری کی طرف جا رہے ہیں۔ جس محنت کے ساتھ یہ بجٹ تیار کیا گیا ہے اور اس بجٹ میں بجا طور پر وزیر اعلیٰ صاحب کی رہنمائی بھی نظر

آتی ہے اور مختلف وزراء نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ میں وزیر خزانہ کو اس بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جس چیز نے مجھے زیادہ impress کیا ہے وہ ہے Vision 2020 of the Chief Minister وہ ویژن اتنی اچھی نظر آتی ہے کہ میرا دل بھی کرتا ہے، پوری اپوزیشن کا دل بھی کرتا ہے اور گورنمنٹ بنچز اور آپ بشمول سب کا دل کرتا ہے کہ اللہ کرے کہ وہ پایۂ تکمیل تک پہنچے اور یہ پاکستان اور یہ صوبہ واقعی وہ ہو جائے جو وزیراعلیٰ صاحب نے ویژن میں دیکھا ہے یعنی 100 percent employment، 100 percent literacy، 100 percent health and all facilities 100 percent social requirement ایک حقیقت میں ماڈرن خوشحال صوبہ پنجاب۔

جناب سپیکر! یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے میں ایک دفعہ مطالعتی دورے پر ایسٹ جرمنی گیا میں اس ایسٹ جرمنی کے ایک پلاننگ منسٹر کی بات آپ کو quote کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے الفاظ یہ تھے۔

East Germany is 1/7th part of Pakistan on the basis of population and 1/6th part of Pakistan on the basis of the area.

پاکستان کے پاس دنیا کے کوئی ایسے وسائل نہیں ہیں جو موجود نہ ہوں یہاں پہاڑ ہیں، ریگستان ہیں، بہتے ہوئے دریا ہیں، زرخیز زمین ہے اور ہر طرح کے منرل موجود ہیں۔ ہم war-striken country ہیں ہمارے پاس کوئی resource نہیں ہے۔

He said that literacy in our education is 100 percent but Mian Imran Masood said that the 'O' Level and 'A' Level is the literacy that we are following. We have men 100 percent employed; we have women 85 percent employed; and we have given 100 percent medical facilities to the people but we have not worked on roads and others.

کہنے کا مطلب میرا یہ ہے کہ ہمارے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے، حکومت پرویزالٰہی کی ہو یا جس کسی کی بھی ہو یہ صوبہ ہمارا ہے ہمیں اس پر محنت کرنی ہے اور ہمیں اس صوبے کو وہاں پر لے کر جانا ہے جہاں ہماری نسلیں پروان چڑھیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ 2020 کا ویژن جو ہم دیکھ رہے ہیں جو ہماری موجودہ سپیڈ ہے جس پر ہم چل رہے ہیں کہ کیا ہم یکدم 2020 پر سب کچھ حاصل کر لیں گے جو ہم plan کر رہے ہیں؟ آیا 2020 میں ایک جن صاحب نمودار ہوں گے اور وہ کہیں گے کہ

100 percent literacy has come to Pakistan and we are all literate
اس وقت کوئی جن کہے گا کہ یہاں100 فیصد روزگار مل گیا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا
We have to start right from today and we have to see the record of previous 4 years that this Government has treaded ahead

ہماری اکانومی، ہمارے وسائل زیادہ تر جس چیز پر منحصر ہے وہ ایگریکلچر ہے۔ہم دیکھتے ہیں اور آپ بھی ماشاء اللہ زمیندار ہیں یہاں سارے زمیندار بیٹھے ہیں میں تو زمینداری کا تجربہ نہیں رکھتا لیکن جن لوگوں سے میری بات ہوئی وہ زمیندار طبقہ سخت مایوس ہے میں سچی بات بتاتا ہوں۔ بریگیڈیر جاوید شاید یہاں بیٹھے ہوں میں اگلے دن ان کے حلقے میں گیا وہاں کتنے ہی زمیندار مجھے ملے اور لکھ کر دیا کہ یہ ہمارے مسائل ہیں یہ حل ہونے چاہئیں۔آپ ایگریکلچر کو ٹارگٹ کریں اس بجٹ allocation پر جو وزیر خزانہ نے دی ہے کہ ہم self-sufficiently attain کریں گے۔
Right at this time. We should be able to export our commodities and only then

آپ کا ویژن وہاں پر پہنچے گا۔ ہم نے کیا کیا ہے پچھلے چار سالوں میں۔ پچھلے سال ہم نے دس لاکھ گندم امپورٹ کی ہے ہم اس دفعہ چینی اور دالوں کے جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں تو کیا ہم نے food grain کو واقعی ہی اس قابل کیا ہے کہ ہم self-sufficient ہوئے ہیں یا ہم 2020 تک اس کو achieve کر لیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں 2020 کی جو بات کرتے ہیں تو 42 لاکھ بچے آپ کے ہر سال پاکستان میں پیدا ہو رہے ہیں وہ 42 لاکھ بچے آپ سے پہلے سال کیا مانگتے ہیں، ڈلیوری کے وقت کیا مانگتے ہیں، میڈیکل سہولت مانگتے ہیں، دودھ مانگتے ہیں، کپڑے مانگتے ہیں۔ کل وہ عمران مسعود سے schooling بھی مانگیں گے تو کیا ہم وہ وسائل اکٹھے کر لیں گے جو ان 42 لاکھ بچوں کو بڑھتے بڑھتے 2020 تک آبادی مزید بڑھے گی یہ بہت بڑا مسئلہ ہے جو ہمیں در پیش ہے۔ ایجوکیشن کی آپ literacy کی بات کرتے ہیں۔ عمران مسعود یہاں بیٹھا ہے یہ میرا برخوردار بھی ہے، بیٹا بھی ہے میں ان سے باتیں کرتا رہتا ہوں ادھر بھی ایک بچی نے ایجوکیشن کی بات کی ہے۔ it is not fault of the Province لیکن جو کچھ بھی آپ کے اوپر سے فیڈرل گورنمنٹ سے آ رہا ہے اسی چیز کو ہم follow کر رہے ہیں۔ جن کے میری طرح سفید بال ہیں انہوں نے شاید پرانے زمانے کی ہسٹری پڑھی ہو خلجی خاندان، تغلق خاندان وغیرہ کی ہسٹری پڑھی ہو تو تغلق خاندان میں ایک

بادشاہ محمد تغلق he was known as King of Changes جب وہ تخت پر بیٹھا تو اس نے حکومت کی ہر چیز کو تبدیل کیا حتٰی کہ اس نے دارالخلافہ دہلی سے اٹھایا اور بمبئی لے گیا اور جب پتا لگا کہ بمبئی suitable نہیں ہے وہ دوبارہ دہلی لے آیا اور رزلٹ اس کا یہ تھا کہ فنانس سارے ختم ہو گئے وہ دیوالیہ ہوا اور بادشاہ صاحب کو اٹھا کر انہوں نے سمندر میں پھینک دیا اور فیروز شاہ تغلق جو اس کا بھتیجا تھا وہ اس کی جگہ آ گیا۔ تعلیم کے ساتھ بدنصیبی یہ ہے کہ پچھلے چار سال سے ہم تجربے در تجربے کرتے جا رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

I am not talking in your favour and you need not to clap on this

جو facts ہیں میں ان پر وہ بات کروں گا انہوں نے ایجوکیشن میں یہ کہا کہ آٹھ سال تک بچہ پڑھتا رہے گا آٹھویں جماعت تک کوئی امتحان نہیں ہو گا ایک دن زبیدہ جلال صاحبہ کو خواب آیا کہ نہیں اس سال امتحان لے لیں۔ آٹھ سال کوئی امتحان نہیں لیا یکدم امتحان لے لیا امتحان لینے کے بعد کسی نے کہا کہ غلطی ہو گئی ہے ہم نے تو آٹھ سال کا کہا تھا کہ بچہ خود بخود آٹھویں پاس کر لے گا تو انہوں نے کہا کہ جنہوں نے امتحان دیا ہے ان کو بھی پاس کر لو جو پاس ہوئے ہیں ان کو بھی، جو فیل ہوئے ہیں ان کو بھی پاس کر لو اور جنہوں نے امتحان نہیں دیا ان کو بھی پاس کر دو۔ اس پڑھے لکھے طبقے کو اٹھا کر آپ نویں جماعت میں اگلے سال لے جاتے ہیں۔ اگلے سال عمران مسعود صاحب کو ایک اوپر سے ہی حکم آتا ہے کہ آپ نے نویں جماعت کے کسی بچے کو بورڈ میں فیل نہیں کرنا، آپ نے اس کو اے سے زیڈ گریڈ دے دینا ہے، جس نے سو فیصد نمبر لئے گریڈ اے، جس نے 80 فیصد نمبر لئے گریڈ بی اور زیڈ تک پہنچ جائیں، زیرو نمبر والے کو زیڈ تک پہنچ کر پاس کر دیں۔ جب یہ بچہ دسویں میں پڑھتا ہے تو پھر آپ بورڈ کا امتحان لیتے ہیں، کسی کو پھر خواب آتا ہے کہ یہ کیا کیا؟ ہم نے زیرو والوں کو بھی پاس کر دیا اور وہ بچے آج بیچارے کرکٹ ہی کھیل رہے ہیں۔ نویں کے نویں میں رہے اور دسویں کے دسویں میں ہی رہے۔ پھر ان کو پتا نہیں کدھر سے ایک خواب آیا، انھوں نے کہا کہ نویں کا امتحان علیحدہ ہو گا اور دسویں کا امتحان علیحدہ ہو گا۔ ایک سال انھوں نے نویں کا امتحان علیحدہ لے لیا، ایک سال دسویں کا امتحان علیحدہ لے لیا۔ پھر ان کو یہ خیال آیا کہ نہیں یہ غلطی ہو گئی ہے۔ اب آدھا نویں بورڈ میں ہو اور آدھا دسویں بورڈ میں ہو۔ یعنی پچھلے چار سالوں سے ہم تجربوں کی زد میں آئے ہوئے ہیں۔ ابھی ارشد بگو صاحب بتا رہے تھے کہ ہمارا امتحانوں کا ایک سسٹم تھا۔ بعد میں ہمارے امتحان ہوتے تھے، فرسٹ اپریل سے کلاسیں شروع ہو جاتی تھیں، اپریل تک بچے پڑھتے تھے، کتابیں لے لیتے تھے،

مئی میں پڑھتے تھے، جون میں پڑھتے تھے، ان کو چھٹیوں کے لئے کام دے دیا جاتا تھا، وہ دو مہینے جا کر چھٹیوں میں کام کرتے تھے، ایجوکیشن کے ساتھ منسلک رہتے تھے اور پھر اگست کے وسط میں کلاسیں شروع ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ اب یکدم ہم نے کیا کیا ہے کہ مارچ میں امتحان ختم کرواو اور اپریل، مئی، جون، جولائی اور اگست تک بچوں کو کرکٹ کھیلنے دو کیونکہ کرکٹ ٹیم میں بھی تو ہمیں بندے چاہئیں اور پڑھائی کچھ بھی نہیں ہو گی کیونکہ انھوں نے ستمبر میں جا کر کتابیں دینی ہیں۔ وہ کتابیں ملتے ملتے اکتوبر ہو جائے گا۔ پانچ سال کا پڑھا ہوا نہیں ہو گا تو تعلیم کدھر سے آئے گی اور کدھر چلے گی؟ یہ ایک مذاق ہے جو ایجوکیشن میں چلا ہوا ہے۔ اگر یہی مذاق رہا تو پھر ٹُو نٹی، ٹُو نٹی کیا، کسی نتائج پر بھی آپ کو ایجوکیشن والی بات نظر نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر! یہ تو میں ایک general discussion کر رہا تھا۔ میں اب کچھ points اپنے حلقے کے حوالے سے لینا چاہتا ہوں۔ ایگریکلچر منسٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ Agriculture is hub of our economic activity. ہماری جتنی ایگریکلچر ہے یا اکنامک ایگریکلچر گروتھ ہے وہ سنٹرل پنجاب اور جنوبی پنجاب سے آتی ہے۔ آپ کا ایک بہت بڑا خطہ جس کو خطہ پوٹھوہار کہتے ہیں، یہاں خطہ پوٹھوہار کے بہت سارے لوگ بیٹھے ہیں، کافی زمین پڑی ہوئی ہے very fertile only lacking water facility اگر اس one third ملک کے حصے کو آپ کسی طریقے سے آباد کر سکتے ہیں تو باقی جو ایگریکلچر ہے اس کو یہ بہت حد تک supplement کر سکتا ہے۔ وزیر اریگیشن صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں، ہمیں صرف اتنا چاہئے، بڑے ڈیم نہیں چاہئیں، ہمیں چھوٹے چھوٹے ڈیم چاہئیں، لاکھ، دو لاکھ روپے والے، واٹر فورس وہاں پر ہے، آگے مٹی ڈال کر کوئی راہ بنا دیں اور یہ ایک نہیں، دو نہیں، سو نہیں، یہ ہزاروں کی تعداد میں ہمیں چاہئیں، اس سے یہ ہو گا کہ ہمارا water level اوپر آ جائے گا۔ لوگ بھیڑ بکریاں پال سکیں گے، water level اوپر آنے کی وجہ سے کھیتی باڑی سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ایک تو ہماری یہ ضرورت ہے کہ ڈیم ہمارے چھوٹے چھوٹے بننے چاہئیں۔ اگر اس میں خطہ پوٹھوہار کے لئے کوئی allocation کر سکتے ہیں تو ہم آپ کو سلام کریں گے اور اگر نہیں کریں گے تو پڑا رہے گا، بنجروں میں لوگ پھرتے رہیں گے۔

وزیر تعلیم: کالا باغ ڈیم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن: جی، کالا باغ ڈیم بھی بن جائے گا اور وہ بھی انشاء اللہ ہمارے خطے میں ہی بنے گا۔ میں گزارش یہ کروں گا کہ میرا خطہ پوٹھوہار سے تعلق ہے، میں اس وقت اتنی گزارش کروں گا کہ ہمارے خطہ پوٹھوہار کو اٹھانے کی جو چیز ہے وہ چھوٹے ڈیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت نصیب کرے جنرل ایوب کے زمانے میں ڈیم بنے تھے اور بے تحاشا بنے تھے۔ ان کو آج تک ہم استعمال کرتے رہے ہیں اور آج وہ silt up ہو چکے ہیں۔ میں پہلے بھی اریگیشن منسٹر سے گزارش کر چکا ہوں کہ یا تو ان کو اوپر اٹھائیے یا پھر ان کی جگہ کوئی متبادل بنائیے لیکن بے تحاشا اور جگہیں موجود ہیں۔ اگر یہ مجھے حکم کریں گے تو جہاں کہیں ان کے سٹاف کے ساتھ جا کر میں نشاندہی کر سکتا ہوں۔ وہ ڈیم اگر بنیں گے تو ہماری ضرورت پوری ہو گی۔ پانی کے ساتھ ہی میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہمارے ہاں، میرے محترم بھائی بیٹھے ہوئے ہیں، میرا حلقہ پی پی۔4 سے تعلق ہے، ان کا حلقہ پی پی۔5 سے تعلق ہے، یہ بھی وہی چیزیں face کر رہے ہیں جو میں face کر رہا ہوں۔ آج پانی کی کمی کی وجہ سے میری بیٹیاں، میری بھانجیاں، میری بھتیجیاں چھ چھ، سات سات کلومیٹر دور سے سر پر دو دو گھڑے اٹھا کر پانی بھر کر لا رہی ہیں۔ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ اگر یہ ڈیم ہوں گے تو پھر ہمیں اس پانی کی ضرورت پڑے گی۔ یہ جو محترم واٹر سکیموں کا بتا رہے ہیں تو ہم نے واٹر سکیمیں پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ لاکھ اور کروڑ روپے کی بنا کر رکھی ہیں وہ ساری بیکار پڑی ہیں۔ They are not workable but rethink کہ ہمیں کیا کرنا ہے، وہ سارا پیساز مین کے اندر ملیامیٹ ہو چکا ہے۔ میرے پاس چالیس واٹر سکیمیں ہیں اور اس وقت صرف چھتیس واٹر سکیمیں کام کر رہی ہیں اور دو شہروں میں جیسے کام کرتی ہیں is not workable کسی چھوٹے level پر، کوئی گاؤں کی سطح پر کنواں کھود کر ان کو دے دیں جہاں پر مقامی لوگ ان کو manage کر سکیں، کوئی چھوٹی واٹر سکیم بنا دیں لیکن hugewater سکیمیں میرے علاقے میں they are not workable اور نہ ہی لوگ ان کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر! ہمارا ایریا ٹوٹا پھوٹا ایریا ہے، کرنل انور صاحب بھی وہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے سنٹرل پنجاب کے اندر جو انڈسٹری بن رہی ہے، اتنی valueable زمینیں آپ انڈسٹری میں لگا رہے ہیں، ہم offer کرتے ہیں کہ آپ وہاں پر پوٹھوہار کے علاقے میں انڈسٹری لگائیے اور اس کے لئے مندرہ اور چکوال کے درمیان بہترین جگہ ہے۔ وہاں پر پہلے ہی ریلوے لائن اکھڑی ہوئی ہے۔ میں کہوں گا کہ وہ ریلوے لائن صرف بحال نہ کی جائے بلکہ اس کو خوشاب سے ملا

کر ملتان تک لے جائیے تاکہ ایک اور متبادل ریلوے لائن آپ کو مل جائے۔ ریلوے لائن لگنے سے اس ایریا کو اگر آپ انڈسٹریل ایریا declare کریں گے تو ہمارے لوگ جو کہ ہمیشہ فوجی ہوتے تھے، آج فوج میں بھی ان کی وہ جگہ نہیں ہے، زمین بھی نہیں ہے، وہ شاید اپنی گزر اوقات آنے والے سالوں میں کر سکیں تو یہ ہمارے اس علاقے کی ضرورت ہے۔ میرے حلقہ پی پی۔4 سے چار جگہ سے قدرتی گیس نکل رہی ہے اور بدنصیبی یہ ہے کہ یہ گیس ہر جگہ مل رہی ہے لیکن پی پی۔4 کے اندر قدرتی گیس کسی کو نہیں ملی۔ میری گزارش یہ ہے کہ اگر سنٹرل گورنمنٹ اس میں آتی ہے تو اس کو آپ اس میں involve کریں۔ نہیں تو آپ فنڈ مختص کریں، اگر ان کو دے سکتے ہیں تو دے لیں ورنہ ہم نے وہاں پر احتجاج در احتجاج کر کے گیس پائپوں کو بھی اکھیڑ کر باہر پھینکا ہوا ہے اور ہر جگہ ہم روک کر بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم اس کو اس وقت تک روک کر بیٹھے رہیں گے جب تک ہمیں یہ سہولت نہیں ملے گی اور یہ سہولت جا کر آپ آگے دے دیں گے، مری کو جا رہی ہے۔ اس وقت پائپ لائن کنویں نمبر 18 سے گزر رہی ہے۔ وہ جگہ جگہ رکی ہوئی ہے اور میرے لوگوں نے روکی ہوئی ہے۔ گیس والوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے باوجود میرے لوگ بضد ہیں کہ جب تک ہمیں گیس نہیں ملے گی ہم آگے نہیں جانے دیں گے۔

جناب سپیکر! میرے حلقہ میں دو نشان حیدر آرام فرما رہے ہیں اور جو پاکستان کے سب سے پہلے نشان حیدر راجہ سرور صاحب تھے وہ بھی میرے حلقے میں ہیں۔ ان کے بیٹے نے مجھے کہا، وزیر اعلیٰ کو بھی اس نے لیٹر لکھا ہے، اس نے کہا کہ منموہن سنگھ جہلم کی کسی جگہ کا رہنے والا ہے اس کو تو وزیر اعلیٰ صاحب نے گیارہ کروڑ روپیہ دے کر اس کا تو مثالی گاؤں بنا دیا، میرے باپ نے تو پاکستان میں سب سے پہلا بندہ تھا جس نے 1948 میں خون دیا ہے اس کی بیٹیاں، بھانجیاں جو ہیں وہ تو بیچاری گوبر تھاپ رہی ہیں، ان کو آپ کیا دیں گے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

میری گزارش ہے کہ صرف کیپٹن سرور ہی نہیں بلکہ محمد حسین بھی میرے علاقے میں سویا ہوا ہے، سات آٹھ اور بھی پنجاب کے اندر نشان حیدر ہیں، اگر آپ مہربانی فرمائیں تو جہاں جہاں، عزیز بھٹی صاحب لادیاں میں ہیں، جس جس جگہ پر نشان حیدر سو رہے ہیں ان کے گاؤں کو آپ مثالی گاؤں یا کچھ وہاں کام کریں تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ یہ لوگ ہیں جنھوں نے اس ملک کے لئے خون دیا ہے اور یہ ملک ان کے پیچھے ان کی نسلوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ یہ میری گزارشات تھیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ نشاط افزاء صاحبہ!

محترمہ نشاط افزاء: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں بجٹ کے بارے میں کچھ عرض کروں یہاں ایوان میں ابھی ہمارے وزیر قانون تشریف فرما تھے تو جب ہماری اپوزیشن نے صدر صاحب کے متعلق بڑے باعزت طریقے سے کچھ گزارشات کیں تو انھوں نے فرمایا کہ صدر یعنی وفاق یہاں discuss نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کی وساطت سے، آپ سے ہی یہ دریافت کرنا چاہوں گی کہ آپ حکم فرمائیں کہ کیا صوبہ پنجاب وفاق سے علیحدہ ہے، کیا وفاق کے اندر پنجاب کا صوبہ نہیں آتا کہ صدر صاحب کی بات یہاں نہیں ہو سکتی؟ میں چاہتی ہوں کہ یہ بے جا قسم کی تنقید اور بے جا قسم کی باتوں پر اپوزیشن کی تنبیہہ نہ کیا کریں۔ میرے خیال میں حکومتی بنچز کے ممبران کو یا تو ہماری بات سمجھ نہیں آتی یا پھر ان کے علم میں کچھ کمی ہے کیونکہ یہاں زیادہ تر حکومتی ممبران کے پاس جعلی ڈگریاں ہیں۔

(اذان ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اب مختصر کر لیں کیونکہ نماز کا وقفہ کرنا ہے۔

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! میں عرض کروں گی کہ پھر مجھے نماز کے بعد بولنے کا موقع دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ مجھے شوگر کا مرض ہے، میں زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی تقریر ابھی مکمل کر لیں۔

محترمہ نشاط افزاء: جی، بڑی مہربانی۔ میں عرض کرتی ہوں کہ :

انسان سمجھتے ہو تو کچھ کہنے کا حق دو
پتھر ہوں اگر تو میری دیوار بنا دو
جو دکھائے گئے ہیں وہ سب خواب ہیں
جو سنائے گئے ہیں وہ افسانے ہیں

جناب عالی! اس حکومت کا یہ چوتھا بجٹ ہے جو زیر بحث لایا جا رہا ہے۔ ہر سال نیا آنے والا بجٹ پچھلے سال سے بڑھ چڑھ کر کئی گنا زیادہ ترقی و خوشحالی کی نوید سناتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ویسا ہی ایک روایتی بجٹ ہے۔ وہی پرانے خواب جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوئے، وہی ترقی کے اقرار و وعدے، وہ غریب و متوسط طبقے کے معیار زندگی بلند کرنے کے سبز باغ۔ یہ مصاحبین وقت، ایوان

صدر، وزیر اعلیٰ کے نورتن شہنشاہ وقت کی غریب پروری، ترقی و خوشحالی، ان کی فلاح بہبود کے گن گانے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ مگر اب عوام اتنے باشعور اور سمجھ دار ہو چکے ہیں کہ وہ سب سمجھتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے۔

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کیا خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے پری بجٹ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پنجاب میں ہر شعبہ زندگی میں ریکارڈ ترقی ہوئی ہے اور ہم اس بجٹ کے بعد ترقی کی رفتار کو اور تیز تر کر دیں گے۔ واقعی وزیر اعلیٰ صاحب آپ نے بجا فرمایا ہے کہ ماضی میں ترقی کی رفتار سے آپ اس دفعہ ترقی میں چھ گناہ آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہم بھی تو یہی عرض کر رہے ہیں کہ اس دور حکومت میں ترقی کی رفتار کئی گناہ زیادہ ہو گئی ہے۔ جب آج سے سات سال پہلے حکومت کا خزانہ خالی تھا، جب حکومت نے اپنے ہاتھوں میں کشکول پکڑے ہوئے تھے تو اس وقت کی صورتحال کا اندازہ لگائیں اور اب جبکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ کشکول توڑ دیا گیا ہے، ہمارے ذخائر بڑھ گئے ہیں، ہمارے پاس اتنا زیادہ زرمبادلہ آ گیا ہے تو اس کا رخ بھی دیکھیں۔ انھوں نے کشکول تو توڑے ہیں مگر عوام کے ہاتھوں میں کشکول پکڑا دیا ہے۔ اس وقت عوام خالی خزانے کے ساتھ کشکول پکڑی ہوئی حکومت کے دور میں آپ کے دور حکومت سے بدرجہا بہتر زندگی گزار رہی تھی۔ ان کو کھانے کے لئے دو وقت کی روٹی تو مل رہی تھی۔ آپ نے ان کو کیا دیا؟ اس وقت آٹا -/240 روپے من تھا اب -/640 روپے من مل رہا ہے۔ آلو -/4 روپے کلو تھے اب -/32 روپے کلو مل رہے ہیں۔ اسی رفتار سے آپ نے تمام اشیاء کی قیمتیں بڑھا کر عام آدمی کی زندگی دوبھر بنا دی ہے۔ ہاں! جناب والا! آپ نے کشکول ضرور توڑا ہے مگر کس کے لئے، آپ کے ذخائر ضرور بڑھے ہیں مگر کس کے لئے؟ اپنی مراعات، اپنی شاہ خرچیوں اور اپنی عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کے لئے۔ اپنے لئے مرسڈیز گاڑیاں منگوانے کے لئے، اپنے وزیروں، وزیر اعلیٰ اور صدر صاحب کے جہازوں کے اخراجات پورے کرنے کے لئے۔ اس بھرے ہوئے خزانے کا اربوں روپیہ اپنی تشہیر، اپنی ترقی کی مبالغہ آرائی پر مبنی، تشہیر پر خرچ کر رہے ہیں۔ عوام کو افلاس، تنگی، بھوک، بے کاری اور مایوسیوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔

جناب عالی! ''کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں'' باقی ماندہ روز مرہ کی بنیادی اشیاء ضروریات کی قیمتوں میں بھی اسی تیز رفتاری سے اضافہ ہوا ہے۔ اس لحاظ سے حکومت بلند بانگ ترقی کے دعوے کرنے میں حق بجانب ہے۔ حقیقتاً مہنگائی میں بلا خیز ترقی ہوئی ہے، عوام کے اوپر پریشانیوں، مایوسیوں، بھوک، ننگ، افلاس، محرومیوں اور ناکامی کا ایک تسلسل جاری ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے فرمایا غربت میں 11 فیصد کمی ہوئی اور 70 لاکھ لوگ غربت کی نچلی سطح سے اوپر آئے ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے ترقی، development کی defination جاننا چاہتی ہوں۔ جناب یا تو ہماری انگریزی کمزور ہے یا پھر ان کی انگریزی کمزور ہے، کہیں نہ کہیں تو کمی ہے۔ میں وزیر اعلیٰ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ ترقی کس کو کہتے ہیں، آپ development کس کو کہتے ہیں؟ ترقی اس کو کہتے ہیں جب آپ کے ملک کے عوام خوشحال ہوں، جب وہ زندگی عزت سے بسر کر رہے ہوں، تحفظ میں ہوں اور سکون کی زندگی گزار رہے ہوں۔ یہ ترقی نہیں ہوئی، صرف 70 لاکھ لوگ خط غربت سے اوپر آئے ہیں یعنی کہ ان کو صرف اور صرف ایک وقت کی روٹی میسر ہوئی ہے۔ کیا آپ اس کو ترقی کہتے ہیں؟ ''شرم تم کو مگر نہیں آتی'' ان کی ترقی کی رفتار یہیں نہیں رکی بلکہ عالمی بنک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 60 فیصد آبادی پینے کے پانی سے محروم ہے، انھیں پینے کا پانی بھی میسر نہیں ہے۔ فیصل آباد میں آلودہ پانی پینے سے 20 ہزار لوگ بیمار ہوئے اور 18 افراد مر گئے۔ ڈیرہ غازی خان میں 21 لوگ اس بیماری سے مر گئے۔ باقی ماندہ اضلاع میں بھی ایسا ہی حال ہے۔ ترقی کے دعوے تو صرف ان کے مفروضے ہیں۔ صدر محترم اپنے سات سالہ دور حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے چار سالہ دور حکومت میں عوام کو زندگی گزارنے کے لئے بنیادی اشیاء خوردنی اور پینے کا پانی تک تو دے نہیں سکے تو پھر گڈ گورنس، روشن پاکستان، ترقی و خوشحالی کے بلند بانگ دعوے کس منہ سے کر رہے ہیں؟ جہاں آپ کے عوام پانی کو ترس رہے ہیں، اپنی بنیادی ضروریات کو ترس رہے ہیں تو پتا نہیں وہ کون سا خطہ ہے جہاں آپ کہتے ہیں کہ خوشحالی آئی ہے جبکہ عوام کی بے چارگی ان دعوؤں کے بالکل برعکس اور ان کی مبالغہ آرائی پر ماتم کناں ہے۔ آخر کب تک ہم اپنے عوام کے ساتھ یہ کھلواڑ کرتے رہیں گے؟

اس شہر سنگدل کو جلا دینا چاہئے
پھر اس کی راکھ کو بھی اُڑا دینا چاہئے

ملتی نہیں اماں ہمیں جس زمین پر
اک حشر اس زمین پر اٹھا دینا چاہئے

جناب سپیکر! جی ڈی پی بڑھنے کے باوجود غریبوں کی تعداد میں سالانہ 23 فیصدی اضافہ ہو رہا ہے جو خاندان پہلے دو ہزار میں ایک وقت کی روٹی کھا رہا تھا اب چار ہزار میں بھی بھوکا سونے پر مجبور ہے۔ اس بجٹ میں مہنگائی کے سدباب اور عوام کو ریلیف دینے کے لئے کوئی مثبت قدم اٹھائے ہی نہیں گئے۔ ماسواء وزیر اعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب یوٹیلٹی سٹوروں پر سستی اشیاء کی دستیابی کے ناکام اعلانات فرما رہے ہیں۔ میں چار دن پہلے کا آپ کو یوٹیلٹی سٹور کا بل دکھا سکتی ہوں۔ جہاں سے میں خود ماش کی دال -/81 روپے خرید کر لائی ہوں۔ ان اعلانات کے باجود حالت یہ ہے۔ چند سو یوٹیلٹی سٹوروں کے ذریعے متوسط طبقے کو کیا ریلیف حاصل ہو سکے گا؟ یہ ملک کی ایک فیصد آبادی کو بھی ریلیف دینے کے لئے ناکافی ہیں۔ ''اس بے حسی پر کیوں نہ کوئی مر جائے اے خدا'' آپ کس طریقے سے عوام کو ریلیف دینے کی کوشش کر رہے ہیں، آپ کی حکومت کس ترقی پر نازاں ہے۔؟

جناب سپیکر! غریبوں کا درد دل رکھنے والی حکومت کا ذرا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ملک کے غریب پرور وزیر اعظم ہاؤس کا یومیہ خرچ 14 لاکھ روپے ہے اور صدر صاحب کا خرچہ 8 لاکھ روپے ہے یعنی وزیر اعظم پر 4 کروڑ 20 لاکھ روپے ماہانہ خرچ ہو رہے ہیں۔ اب بتائیے یہ ہمارے غریب ملک کے وزیر اعظم ہیں؟ ان کا بجٹ دیکھا جائے کیا صدر اور وزیر اعظم سونے کے بسکٹ کھاتے ہیں، ان کے گھر کیا ہو رہا ہے، یہ کیا چیز کھاتے ہیں؟ جناب! اگر آپ باقیوں کی بابت سن لیں تو آپ کے ہوش اڑ جائیں۔ ہم نے آپ کو interrup نہیں کیا۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم آپ کو ایک لفظ تک نہیں بولنے دیں گے۔ پلیز آرام سے سنیں۔ غریب لوگوں کی تنخواہ چار ہزار تک بڑھا کر یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے حاطم طائی کی قبر پر لات مار دی ہے۔ ان کی محرومیوں کے اندھیروں میں خوشیوں کے چراغ جلا دیئے ہیں۔ چار ہزار میں روٹی، کپڑا، مکان کا کرایہ، بچوں کی تعلیم، مرنا جینا تمام کار ہائے زندگی انجام دینا۔ (قطع کلامیاں)

روز حساب جب تیرا پیش ہو دفتر عمل
تو بھی شرم سار ہو مجھ کو بھی شرم سار کر
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے بڑے جوش و جذبے کے ساتھ پڑھے لکھے پنجاب کا نعرہ بلند کیا تھا۔اربوں روپے تشہیر کے باوجود وہ نعرہ نعرہ ہی رہا اور ان کی انتظامیہ نے بڑے شکریے کے ساتھ وہ نعرہ ان کو لوٹا دیا ہے۔ان کی تعلیمی ترقی بھی مبالغہ آرائی کی نذر ہو کر رہ گئی ہے۔آج بھی 5 سے 9 سال کی عمر کے دو کروڑ بچوں میں سے ایک کروڑ بچے سکول نہیں جا رہے اور یہاں پر بڑے بڑے گھوسٹ، جھوٹے اور بے بنیاد دعوے دکھائے جا رہے ہیں کہ اتنے بچے پڑھ رہے ہیں۔پلیز مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:بی بی!نماز کا ٹائم ہونے والا ہے۔پلیز!جلدی wind up کریں۔

محترمہ نشاط افزا:جناب والا!میں آپ سے گزارش کرنا چاہ رہی ہوں کہ ابھی بھی ریموٹ ایریا کے سکولوں کی یہ حالت ہے کہ نہ ٹیچر، نہ چٹائی، نہ پینے کو پانی، نہ بجلی اور نہ چار دیواری۔میں ابھی دورہ کر کے آئی ہوں کہ شہروں کے نزدیک دیہاتوں میں رسمی تعلیمات کے جو سکول کھولے گئے ہیں ان کے ٹیچرز کی تنخواہ ایک ہزار ہے جبکہ کم از کم تنخواہ چار ہزار مقرر کی گئی ہے لیکن یہاں ایک ہزار۔یہ دیکھیں کہ کتنے بلند و بانگ جھوٹے دعوے کر رہے ہیں۔

جناب والا!صحت عامہ کی بھی اسی طرح دگرگوں حالت ہے۔ہسپتالوں کی ابتر حالت آپ پر عیاں ہے کہ ان چار سالوں میں کسی بھی دیہات میں کوئی ڈسپنسری نہیں بنائی گئی۔غریب بے علاج مر رہے ہیں۔حکومت نے ہیپاٹائٹس بی اور سی کے مریضوں کا مفت علاج کرنے کا فرمان جاری کیا تھا مگر جب کوئی غریب ڈسٹرکٹ ہسپتال جاتا ہے تو ڈاکٹر اسے دس ہزار کے ٹیسٹ کروانے کی لمبی لسٹ پکڑا دیتا ہے۔جن غریبوں کے پاس ایک گولی خریدنے کی استطاعت نہیں ہوتی وہ گھٹ گھٹ کر بغیر علاج کے مر جاتے ہیں۔ہماری حکومت کے good governance کے سارے کارہائے عظیم کا یہی معیار ہے۔ہاں یہ ضرور ہے کہ صدر صاحب وزیر اعظم کی good governance اور وزیر اعظم،وزیر اعلیٰ کی ستائش کے گن گاتے ہیں۔یعنی

من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو

جناب والا!یہ یہ کر رہے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:شکریہ

محترمہ نشاط افزا:جناب سپیکر!پلیز مجھے بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آدھے گھنٹے کے لئے وقفہ نماز ہوتا ہے۔

(وقفہ نماز کے بعد جناب ڈپٹی سپیکر 2.00 بجے کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلے مقرر جناب کرنل سلطان سرخرو صاحب ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ کے بارے میں مختلف لوگ اپنی رائے دے رہے ہیں۔ کچھ لوگ اس کی تعریف میں باتیں کر رہے ہیں اور کچھ لوگ اس کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوریت کا حسن ہے کہ اس کو study کیا جائے اور جو بجٹ میں کمزوریاں ہیں ان کو highlight کیا جائے اور اچھی تجاویز دی جائیں تاکہ بہتر بجٹ پیش ہو سکے اور عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھا بجٹ ہے اس میں عوام کی بھلائی کے لئے کافی رقوم رکھی گئی ہیں اور پنجاب کی ترقی کے لئے بہت فنڈز فراہم کئے گئے ہیں۔ میں دو تین مسائل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی تجاویز بھی دوں گا کہ دو اہم مسائل جو اس وقت عوام کو درپیش ہیں ایک مہنگائی کا مسئلہ اور دوسرا حصول انصاف کا مسئلہ سب حکومتیں دعویٰ کرتی رہی ہیں لیکن آج تک ان دونوں مسائل کو کوئی بھی حل نہ کر سکا۔ میری رائے میں یہ تجویز ہے اور وزیر خزانہ بھی تشریف فرما ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اس کو نوٹ کریں گے۔ پہلی تجویز یہ کہ یوٹیلٹی سٹورز جو اس وقت کام کر رہے ہیں ان کا بہت اچھا کردار ہے لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ ان سے ہر پاکستانی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ پسماندہ علاقوں میں تو یہ بالکل ہی ناپید ہیں۔ اب سنا ہے کہ حکومت ہر تحصیل میں ایک یوٹیلٹی سٹور قائم کر رہی ہے لیکن وہ بہت ناکافی ہے خاص کر ایسے علاقے جہاں چالیس چالیس پچاس پچاس گاؤں ہیں۔ ایک یوٹیلٹی سٹور وہاں پر پورا نہیں اتر سکتا اس لئے میری درخواست ہے کہ اگر ہر یونین کونسل میں ایک یوٹیلٹی سٹور قائم کیا جائے چاہے وہ وفاقی بجٹ کے ساتھ کیس take up کیا جائے یا حکومت پنجاب بھی یہ منصوبہ شروع کر سکتی ہے۔ ایک سٹور ہی کھولنا ہے یا ایک دکان ہی بنانی ہے لیکن اس سے عوام کو فائدہ ہوگا۔ میری دوسری درخواست حصول انصاف کے لئے ہے۔

جناب والا! ہم ہر دفعہ دیکھتے ہیں اس دفعہ بھی میں بجٹ پڑھ رہا تھا۔ بہت پیسہ رکھا جاتا ہے پولیس کے لئے، ججوں کی تعداد بڑھائی جاتی ہے، ان کی رہائش پر پتا نہیں کتنا خرچ کیا جاتا ہے لیکن انصاف ناپید ہے یہ ایک حقیقت ہے اور ہمیں ماننا چاہئے۔ جب تک ہم حقیقت تسلیم نہیں کریں گے تو ہم improvement کیسے کریں گے۔ ہمیں یہاں پر صرف تعریف نہیں کرنی یا صرف تنقید نہیں

کرنی بلکہ حقائق کو دیکھنا چاہئے کہ اس کے لئے تمام methodsاستعمال ہو چکے ہیں لیکن آج تک انصاف ناپید رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس ایک conceptہے اور وہ concept of mobile courtsہے۔ میں نے آج سے پندرہ بیس سال پہلے کہیں پڑھا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اس پر عمل کریں تو انہی وسائل میں رہتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ عوام کو ان کی دہلیز پر انصاف مل سکتا ہے۔ ہر تحصیل میں جج بہت ہیں وہاں پر تقریباً دس بارہ بارہ ججز کام کر رہے ہیں۔ میں روزانہ دیکھتا ہوں اور عوام کے ساتھ رہتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا اور کسی کو انصاف نہیں ملتا۔ اگر وہی جج جس وقت وقوعہ ہوتا ہے اسی وقت جائے وقوعہ پر پہنچ جائے کیونکہ آج کل تو کمیونیکیشن ہے، ٹیلی فون ہیں اگر جج اسی وقت پہنچ جائے، وہاں پر ایس ایچ او اور ناظم یونین کونسل یا گاؤں کا معزز آدمی بھی ہو۔ چونکہ fresh evidenceہوتی ہے، کوئی جھوٹ نہیں بولتا اور سچی بات نظر آ رہی ہوتی۔ اگر یہ چار بندے وقوعے کے وقت پہنچ جائیں اور بیٹھ کر حقائق دیکھ کر دونوں طرف سے سن کر ایک دن لگائیں، دو دن لگائیں بیٹھ کر اگر اس کا فیصلہ کر کے اٹھ آئیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے انصاف دہلیز تک پہنچا دیا اور نہ وکیلوں کے چکر میں پڑا۔

جناب سپیکر! ہوتا یہ ہے کہ جب وقوعہ ہوتا ہے تو ایف آئی آر لکھنے میں ہفتہ ہفتہ لگ جاتا ہے۔ گواہان پیسا لے کر بدل جاتے ہیں، پولیس جو تفتیش کرتی ہے اس کے نتیجے میں سارا کیس خراب ہو جاتا ہے اور پھر عدالتوں میں جا کر انصاف حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس لئے اگر mobile courtsبن جائیں تو اس طرح نہ تو خرچ زیادہ ہو گا انہی وسائل کے اندر رہتے ہوئے لوگوں کو انصاف مل سکے گا۔ ابتداء میں یہ ایک یا دو اضلاع میں trial کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارا پوٹھوہار کا علاقہ پورے پاکستان کو مونگ پھلی کھلاتا ہے اور میں دو تین دفعہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور وزیر زرعی مارکیٹنگ جو کہ تشریف فرما نہیں ہیں یہ چکوال گئے تھے میں نے ان کو بتایا تھا اور انہوں نے ہزاروں لوگوں کے سامنے وعدہ کیا تھا لیکن اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا۔ ایک زمیندار مونگ پھلی تو پیدا کر لیتا ہے لیکن جب مارکیٹ میں جاتا ہے وہ غریب علاقہ ہے وہاں پر گاہک یا منڈی والے نہیں ہوتے ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔ ایک تو وہ اپنی مرضی سے ریٹ لگاتے ہیں دوسرا اس کو چٹ دے دیتے ہیں کہ آپ اگلے مہینے آئیں۔ پیسے اگلے مہینے دیں گے وہ دو دو، تین تین مہینے ذلیل ہوتا رہتا ہے اس کو قسطوں میں پیسے ملتے ہیں اس طرح وہ discourageہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھ لیں کہ سوہاوا سے لے کر چکوال تک آپ

کو مونگ پھلی نظر نہیں آئے گی جبکہ یہ مونگ پھلی کا خاص علاقہ تھا۔ لوگ discourage ہو کر اس کی کاشت چھوڑ رہے ہیں۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ جن جن علاقوں میں مونگ پھلی ہوتی ہے وہاں پر اگر دس سے بارہ purchase centres قائم کر دیئے جائیں تو اس سے کسان کو معقول معاوضہ ملے گا۔ حکومت اگر 370 مرکز گندم کی خریداری کے لئے مقرر کر سکتی ہے تو مونگ پھلی کے مرکز خریداری قائم کرنے سے عوام کو فائدہ ہو گا۔ میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا اور وزیر مارکیٹنگ نے بھی کہا ہے اس لئے امید ہے کہ وہ اس پر عمل کریں گے۔

جناب والا! ہمارے بارانی علاقے میں sub soil water بہت نیچے ہے اور ٹیوب ویل سے پانی نکالنا بڑا مشکل ہے۔ بارشیں کافی ہوتی ہیں لیکن برساتی نالوں کے ذریعے پانی بہہ کر دریاؤں میں چلا جاتا ہے اور اس طرح ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر یہ ڈیمز بنا دیئے جائیں میں یہ نہیں کہتا کہ ڈیم نہیں بن رہے۔ پچھلے سال میرے علاقے میں صرف ایک ڈیم بنا ہے جس پر ساڑھے چھ کروڑ روپے خرچ آئے ہیں۔ جونہی ڈیم بنا ہے تو تین چار میلوں میں ٹیوب ویل لگ گئے ہیں کیونکہ اس طرح sub soil water اوپر آ جاتا ہے۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ اگر بارانی علاقوں میں چھوٹے ڈیم بنا دیئے جائیں بڑے ڈیم تو آپ کو پتا ہی ہے کہ سیاست کا شکار ہو رہے ہیں کہ آدھی قوم کہتی ہے کہ بناؤ اور آدھی کہتی ہے کہ نہیں بناؤ جبکہ عوام کی اکثریت بنانا چاہتی ہے لیکن سو فیصد تو کوئی بھی راضی نہیں ہوتا۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ چھوٹے ڈیم بنا کر پانی کے ضیاع کو روکا جائے۔ چیمہ صاحب نے مہربانی کرتے ہوئے میرے علاقے میں ایک ڈیم تجویز کیا ہے اس سے بیس ہزار ایکڑ اراضی سیراب ہو سکتی ہے۔ وہ 1962 سے feasible آ رہا ہے لیکن پتا نہیں ہر دفعہ کس کی نظر ہو جاتا تھا۔ اب میں نے پڑھا ہے کہ وہ بن رہا ہے اس لئے میں وزیر خزانہ صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ وہ بارانی علاقوں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

جناب والا! جب آپ زمیندار کو کوئی سہولت دیتے ہیں تو وہ misuse نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کر سکتا ہے جبکہ شہروں میں، میں دیکھتا ہوں۔ میں پارلیمانی سیکرٹری تھا اور میرے پاس گاڑی تھی وہ واپس لے لی گئی۔ میں نے تین ماہ بعد دیکھا کہ وہ تلہ گنگ میں پھر رہی تھی اور چھ مہینے بعد میں نے دیکھا کہ وہ راولپنڈی میں پھر رہی تھی۔ اس پر سبز پلیٹ لگی ہوئی ہے اور یہ پتا نہیں کہ اس کو کون چلا رہا ہے۔ یہ قومی دولت کا ضیاع ہے۔ اگر ایک بیلچہ بھی لینا پڑے تو ہمیں دو چار اور اتھارٹی لینی پڑتی ہے اور میں یہاں دیکھتا ہوں کہ پچھلے تین سالہ ریکارڈ کے مطابق آدھی گاڑیوں کا پتا ہی نہیں کہ

کدھر ہیں۔پندرہ،پندرہ لاکھ کی گاڑی ہے۔بندے کو مل گئی مگر پتا ہی نہیں کہ کدھر گئی اور اس کا کیا بن رہا ہے۔اس لئے میں گزارش کروں گا کہ we shlould be very economical while spending money on Ministers and others

جناب سپیکر! میرے علاقے میں ایک قصبہ ہے جس کا نام لاوا ہے یہ ایشیا کا سب سے بڑا قصبہ ہے جس کا 35میل تک ایریا ہے اور اس گاؤں کی اپنی زمین 80کلو میٹر from تحصیل ہیڈ کوارٹر تلہ گنگ جہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب نے وہاں پر جا کر لاوا کو تحصیل کا درجہ دینے کا اعلان کیا اور اس بات کو اڑھائی سال ہو گئے ہیں۔ میں نے فزیبلٹی بنوائی اور سارے کاغذات تیار کروا کر ضلع سے approve کروایا۔ پھر اس کے بعد بورڈ آف ریونیو سے کروایا پھر سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو سے personally request کر کے کروایا لیکن پتا نہیں وہ سیاست کی نذر ہو گیا ہے کیونکہ اس علاقے میں سیاسی مسائل ہیں اور وہ کسی صاحب نے رکوا دیا ہے جبکہ عوام پوچھتے ہیں کہ حکومت کے دعوے اور وزیر اعلیٰ کے اعلان کدھر گئے اور وہاں پر ہمارا استحقاق مجروح ہوتا رہتا ہے۔ تو مہربانی کر کے دیکھا جائے کہ اس کا کیا بنا ہے اور اس کو کیوں نہیں بنایا جا رہا جبکہ اس کے ایک سال بعد کلر سیداں اور حضرو دو تحصیلوں کا اعلان ہوا اور وہ بن بھی گئی ہیں۔ وہاں پر رہنے والے سبھی پاکستانی ہیں تو اس قسم کے کام اچھی گورنمنٹ کو زیب نہیں دیتے اور اسے گڈ گورننس نہیں کہتے اس لئے خیال کیا جائے اور لوکل گورنمنٹ منسٹر بھی بیٹھے ہیں جن سے میں درخواست بھی کرتا ہوں کہ مہربانی کریں کیونکہ یہ عوام کا مسئلہ ہے اور اس میں میرا ذاتی مسئلہ نہیں ہے جبکہ میرا تو گھر بھی اس تحصیل میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسی بجٹ میں رہتے ہوئے ہم نے گھر کا بجٹ بنانا ہوتا ہے اور سادگی کی باتیں کرتے ہیں لیکن دیکھا گیا ہے کہ on ground ہم اتنا پیسا اور وقت ضائع کرتے ہیں۔ شادی بیاہ کی رسمیں ہوں یا کوئی اور رسم ہو، ہم اس کے شوقین ہیں اور دنیا جہاں کے جتنے بھی کسی دوسری اقوام یا ملکوں کے فنکشنز کو اپنے اوپر اپنا لیا ہے جیسے آج برتھ ڈے ہے، آج ویلنٹائن ڈے ہے، آج نیو ائیر ڈے ہے، آج فادر ڈے ہے اور ان پر صرف دکھاوے اور نمود و نمائش کے نام پر ہم اتنا زیادہ پیسا خرچ کر کے سمجھتے ہیں کہ شاید اس طرح جو کر رہا ہے وہ بڑا آدمی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ چھوٹا آدمی ہے۔ وقت اور پیسے کا ضیاع کر رہا ہے، بڑی گاڑی میں ہونا یا بڑے گھر میں بیٹھنا بڑائی کا کام نہیں ہے، بڑائی کا کام یہ ہے کہ بڑا کام کریں، عوام کی خدمت کریں اور قوم کے ایک ایک دھیلے کو امانت سمجھ کر خرچ کریں لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ خاص طور پر جن افراد کے

پاس پیسا وافر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حلال کمائی والا یہ کام نہیں کر سکتا۔ یہ وہی کرتا ہے جس کا easy come easy go اور خاص کر میری بہنیں، بچیاں اس ایوان میں بیٹھی ہیں، خواتین بیٹھی ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اسمبلی میں آئی ہیں تو سادگی اپنائیں اور دوسری خواتین کو بھی کہیں اور یہ بوتیک پر جانا اور یہ بیوٹی پارلر جیسی فضول چیزوں کو کم کریں۔ پنجابی وچ آکھدے نیں "ہتھ ہولا رکھو"۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایک بوتیک میں جائیں تو اتنے خرچے سے ایک غریب آدمی مہینے کا آٹا خرید سکتا ہے لیکن وہ نہیں لے سکے گا اور وہ ادھر بوتیک میں پانچ ہزار اور پتا نہیں ایک لاکھ کا شادی کا جوڑا صرف ایک دن پہنا جاتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی کم ظرفی اور کم عقلی کی بات ہے کہ شادی کے لئے ڈیڑھ لاکھ کا جوڑا ایک گھنٹے کے لئے تیار کروانا غلط ہے اور ہمیں یہ چیزیں کنٹرول کرنی ہوں گی کیونکہ ملک کے اندر پیسا ہے لیکن اس کو حکومتی سطح پر بھی اور individual level پر کافی ضائع کیا جاتا ہے تو اس حوالے سے سادگی کے لئے درخواست ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے کہ مرد ایک کماتا ہے اور دس کھاتے ہیں اور پھر جائز و ناجائز، حرام حلال وہ سارے کرتے ہیں کیونکہ اس کو ڈیمانڈز ملتی ہیں تو پھر وہ ناجائز دولت اکٹھی کرتا ہے جبکہ مجھے اس حوالے سے ایک شعر یاد آتا ہے کہ:

زندگی کو خواہش زر میں بسر کرتے رہے
اک کفن کے واسطے کتنا سفر کرتے رہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ESR کے حوالے بڑا اچھا کام ہوا ہے اور بڑے سکولوں کی تزئین و آرائش ہوئی ہے لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ دو سال پہلے جو پیسا تھا وہ آج آدھا ہو گیا ہے۔ پہلی دفعہ میرے حلقے کے 25 سکولوں کی تزئین و آرائش ہوئی، پھر 14 کی اور اس دفعہ مجھے کہا گیا کہ صرف چار سکول دو تو میری درخواست ہے کہ 50 فیصد سکول ہمارے کھنڈر بنے پڑے ہیں۔ جب سے پاکستان بنا ہے کسی نے اینٹ نہیں لگائی تھی اور یہ پہلی حکومت ہے جس نے سکولوں کو take up کیا اور میں on the floor of the House یہ کہتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کا یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ آپ آج جدھر جائیں آپ کو سکولوں کی نئی عمارتیں نظر آ رہی ہیں، چار دیواریاں بنی ہوئی ہیں، پانی ہے، نلکے ہیں، بجلی ہے، پنکھے چل رہے ہیں جو کہ ایک اچھا قدم ہے لیکن ابھی اس میں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ میری درخواست ہے کہ ESR کے حوالے سے کہ جب تک ایک بھی سکول رہ جاتا ہے تو اس وقت تک ان

کو کام کرتے رہنا چاہئے اور اس مقصد کے لئے زیادہ فنڈز مختص کئے جائیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: Next is: ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب!

(ڈاکٹر جاوید صدیقی کے نام پکارنے پر اپوزیشن بنچز سے ایوان میں نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔ میں کوشش کیا کرتا ہوں کہ اپنی بجٹ تقریر کا آغاز اپنے معصوم، پیارے اور بھولے وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف مبذول کروا کے کروں۔ میں ان کی خدمت میں اپنی بات کا آغاز یہاں سے کرتا ہوں کہ:۔

دل من پوی تا لنگھ آویں
میڈھے گھر دا سوکھا راہ اے
میں واسی ڈکھ دے صوبے دا
ضلع غم تحصیل جفا اے
چند میل فراق دے موضعے توں
ہک ہنجواں دا دریا اے
جداں حسنین پرلی منڑھ ٹپ سیں
اگوں سامنے میڈی جھاہ اے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس شعر میں شاعر نے اپنے جنوبی پنجاب کے اس وسیب کی عکاسی کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ "کیا جنوبی پنجاب۔" میں نے کہا "کیا ہے۔" اونہہ آکھیا کہ "پنج آب ساہیوال تک، اگھاں تک آ، اووی کئیں ویلے خشک اے تے کئیں ویلے تراے۔" "ہم تو ایک آبی ہیں۔" خیر وہ ایک الگ بات ہے۔ اس نے پسماندگی کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں مداخلت کروں گا کہ پنج آب جا کے دریائے سندھ میں ملتے ہیں اور وہ زیادہ جنوبی پنجاب میں بہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: اگرچہ بہاؤ کے لحاظ سے آپ کی بات درست ہے لیکن میں نے بتانے کی کوشش کی ہے کہ وہاں آپ ستلج کو دیکھ لیں، آپ دریائے چناب کو جا کر دیکھ لیں۔ آپ وہیں کے رہنے والے ہیں اور پانی بیچارہ شرمندہ ہو کر نالیوں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! پنجند بھی آپ کے جنوبی پنجاب میں ہے اور تونسہ بیراج سے بھی پانچ دریا گزرتے ہیں اور گدو بیراج سے بھی پانچ دریا گزرتے ہیں جو کہ سب آپ کے علاقے سے گزرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: میں عرض کر رہا تھا کہ جہاں سے میرا تعلق ہے وہاں ہم ڈیڑھ کروڑ روپےbale cotton produceکرتے ہیں۔ ہم تقریباً ڈیڑھ کروڑ ٹن گندمproduceکرتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پنج آب دی وجہ توں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: یہ جو کاٹن ہے اس کی مارکیٹ میںvalueدس ارب روپے ڈالر کے قریب ہے اور جو گندم ہمproduceکرتے ہیں اس کی مالیت بھی ایک ارب روپے ڈالر کے قریب ہے۔ جب بات انویسٹمنٹ کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ سیالکوٹ میں ریونیو بہت آتا ہے۔ میرے بھائی یہ ساری ٹیکسٹائل ملیں لاہور سے ملتان روڈ والی، لاہور سے فیصل آباد روڈ والی، لاہور سے شیخوپورہ روڈ والی ملیں بند ہو جائیں گی اور یہ سندر سٹیٹ بند ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! یہ ساری کی ساری ٹیکسٹائل ملیں اور ان کا ریونیو جنوبی پنجاب کے مرہون منت ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا کسان گندم کو بو کر محنت، مزدوری اور کوشش سے پورے پاکستان کے 15 کروڑ عوام کو روٹی فراہم کر رہا ہے اور ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے اور الحمد للہ ہمیں اس پر فخر اور خوشی ہے لیکن یہ کاٹنproduceدینے والا، یہ لوگوں کی ٹیکسٹائل ملیں آباد کرنے والا، ٹیکسٹائل ملوں میں لاکھوں لوگوں کو نوکریاں دینے والا علاقہ، جب ریونیو کی بات ہوتی ہے تو بھئی جب بجٹ بنائے جاتے ہیں، بجٹ بنانے والے کوئی پرچون کی دکان نہیں کر کے بیٹھے ہوتے جو زیادہ محنت کرے گا اس کو زیادہ معاوضہ دیں گے۔ جو سربراہ ہوتا ہے وہ چیف منسٹر ہو یا پرائم منسٹر، اس کی نظر میں سارے برابر ہوتے ہیں اور سارے اس کی اولاد ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ جو بیٹا زیادہ کما کے آئے اس کو ماں چار روٹیاں دے اور جو کم کما کے آئے بیچارے کو نوکری نہیں ملی تو اس کو ایک روٹی دے۔ ماں کا دیکھنے کا انداز ایک جیسا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! میری اس ساری تقریر کرنے اور سارا کچھ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے سندر سٹیٹ بنایا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، اس دفعہ یہ سیالکوٹ روڈ پر انڈسٹریل ایریا بنا رہے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ جب انڈسٹریل ایریے کو اس طرف آباد نہیں

کیا جائے گا،incentive نہیں دیئے جائیں گے ملتان، بہاول پور اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن کی طرف encouragement نہیں دیا جائے گا تو وہاں پر بے روزگاری کے بڑھتے ہوئے طوفان میں کمی نہیں آئے گی بلکہ وہ بڑھتا ہی چلا جائے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں دو چار سبجیکٹ میں جو کچھ ہوا ہے جب میں حوالے دوں گا آپ کو تو ایک بات حکومتی بنچیز ذرا ذہن میں رکھ لیں۔ تقابلی جائزہ کرتے وقت میرا مقصد کوئی نفرتیں بڑھا کر اور یہ ثابت کر کے کہ بھئی آپ ظالم ہیں اور ہم مظلوم ہیں اس سے میں کوئی کریڈٹ حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ میں اگر مظفر گڑھ، بھکر یا میانوالی کی پسماندگی کا ذکر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہاں پر پسماندگی ختم ہو میں نے جا کر وہاں کوئی ووٹ نہیں لینے یا حکومت کی خوشامد یا تعریف کر کے مجھے وزیر بھی نہیں بننا مجھے مشیر بھی نہیں بننا مجھے جھنڈا بھی نہیں لگوانا میں نے اپنے بھائی کو سینیٹر بھی نہیں بنوانا اگلے دن جا کر میں نے پٹواری کا جا کر تبادلہ بھی نہیں کروانا۔ میرا تو مقصد یہ ہے کہ اس طرف جو بے چینی پیدا ہو رہی ہے اس طرف جو نفرتیں جنم لے رہی ہیں میں ان کو ختم کرنے کے لئے یہاں تجاویز دیتا ہوں میرا مین مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں لوگ ایسا سوچ رہے ہیں مثلاً میں نے تو نہیں کہا وہاں لوگ کہہ رہے ہیں کہ:

ساڈے منہ تے جندرے جبر دے
تے ساڈے ہتھ کڑیاں وچ بند

یہ میں نے نہیں کہا وہاں کا شاعر کہہ رہا ہے کہ:

اساں قیدی تخت لاہور دے
اساں قیدی تخت لاہور دے

یہ اور شاعر کہہ رہا ہے کہ

میں ترساں میری روح وی ترسے
مینوں آکھ نہ پنج دریائی

وہ کہتا ہے کہ میرے پورے چولستان کو پینے کا پانی نہیں ملتا میرا تو پورے کا پورا تھل غیر آباد ہے۔ میرے تو لوگوں کو پینے کا پانی پینے کے لئے پندرہ پندرہ، بیس بیس میل تک جانا پڑتا ہے۔ بے شمار علاقے ایسے ہیں کہ جہاں پر انسان اور جانور ایک ہی جگہ ذخیرہ کئے ہوئے پانی سے پانی پیتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بخدا یہ دیکھا ہے کہ بندہ نیچے اترا ہے وہاں کائی جمی ہوئی تھی اس نے کائی ہٹائی ہے اور دو کلیاں کی ہیں اور بعد میں پانی پینا شروع کر دیا۔ چیئرمین پی اینڈ ڈی بجٹ بنانے

والے سیکرٹری وہ لوگ بناتے ہیں ان کو کیا پتا ہے، ان کو کیا پتا کہ ترنڈا محمد پناہ میں کیا ہو رہا ہے، ان کو کیا پتا ہے کہ جتوئی میں کیا ہو رہا ہے؟ وہ تو ائر کنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھ کر یہ بجٹ بناتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا نہیں کر رہے ہیں تو میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وہ حکمرانوں کے ساتھ بھی اچھا نہیں کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ اچھا اس لئے نہیں ہو رہا ہے کہ اگر محرومی کی بات میں دلائل سے ثابت کروں گا اگر یہ محرومی ختم ہو گی میں نے پچھلی مرتبہ بھی کہا تھا تو محرومی ختم کرنے کا سہرا تو پرویز الٰہی کے سر جائے گا میرے سر تو نہیں جائے گا۔ اگر یہ وہاں پر سڑکیں دیں گے اگر یہ وہاں پر نہریں دیں گے اگر یہ وہاں پر صنعتیں دیں گے اگر یہ وہاں پر روزگار کے مواقع فراہم کریں گے تو بول بالا توان کا ہو گا میرا تھوڑا ہو گا۔ میرے پاس تو الفاظ بھی نہیں ہوں گے اور میرا منہ بند ہو جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل جب الیکشن آئیں، کل جب انتخابات آئیں انہوں نے اتنی ہی ڈویلپمنٹ کی ہو میرے ہی مشوروں پر انہوں نے وہاں اتنی ڈویلپمنٹ کر دی ہو کہ جب میرے مقابلے پر جب یہ اپنا امیدوار کھڑا کریں تو میری ضمانت ضبط ہو جائے۔ میں اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے، اپنی سیٹ کو بچانے کے لئے اگر میری نیت خراب ہو تو مجھے چاہئے کہ میں ان کی کوتاہیوں پر آنکھیں بند رکھوں، ان کو غلطیوں پر غلطیاں کرنے دوں تاکہ ان کی غلطیوں سے فائدہ اٹھا کر میں نعرے مارتا ہوا، تقریر کرتا ہوا الیکشن میں جیت کر دوبارہ یہاں آ جاؤں لیکن میں اگر نمائندہ منتخب ہوا ہوں تو میں نمائندگی کے لئے یہاں آیا ہوں میں یہاں وزیر بننے، جھنڈے لگانے، اقتدار حاصل کرنے کے لئے یہاں نہیں آیا۔ وہ بعد کا مرحلہ ہے، سب سے پہلا میرا کام ہے کہ میں جہاں کا نمائندہ ہوں یہاں آ کر حق نمائندگی ادا کروں۔ جو کچھ ہوا میں دیکھ رہا ہوں جو کچھ بجٹ کی کتاب میں، میں نے پڑھا ہے میں آ کر یہاں پر بیان کروں۔

جناب سپیکر! صورتحال یہ ہے کہ 100۔ارب روپے کے ڈویلپمنٹ کے پروگرام میں ایک بڑا تاریخی کام ہے کہ انہوں نے 100۔ارب روپے کا پنجاب کو سالانہ ڈویلپمنٹ پروگرام دیا ہے اس پر یہ تعریف کے مستحق ہیں لیکن آپ یہ دیکھیں کہ وہ کون ہے جس نے جنوبی پنجاب کی ساڑھے تین کروڑ کی آبادی کو صرف 5۔ارب روپیہ دیا ہے اور 95۔ارب روپیہ اٹھا کر انہوں نے اپر پنجاب کو دے دیا۔ ساڑھے تین کروڑ کی آبادی ہے جنوبی پنجاب کی۔ حصے کے مطابق 40۔ارب روپیہ ہمارا حق بنتا ہے۔ 40۔ارب روپے کا جو ہمارا حصہ بنتا تھا ہمیں 5۔ارب روپے دیا گیا ہے اور وہ 35۔ارب روپے کا ڈاکا پڑا ہے ہمارے حقوق کے اوپر، اچھا اب یہ مجھے کیا کہتے ہیں جب میں احتجاج

کرتا ہوں تو مجھے کہتے ہیں ایک کھڑا ہو جائے گا جناب! ہم نے دو کروڑ روپے کی نہر دی ہے، دوسرا کھڑا ہو گا کہ ہم نے تین کروڑ روپے کا ہسپتال دیا ہے بھئی میں مانتا ہوں میں کہہ تو رہا ہوں کہ آپ نے ہمیں 5۔ارب روپیہ دیا ہے اس کا بھی اگر آپ مجھ سے شکریہ ادا کرانا چاہتے ہیں تو میں دو ہاتھ سے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ وہ بھی اگر آپ نہ دیتے تو ظاہر ہے میں کیا کہہ سکتا تھا، میں کیا کر سکتا تھا؟ آپ مثال دیکھیں، میری سادگی دیکھیں، ہمارا بھول پن دیکھیں، ایم پی اے کا تین سال کا ڈویلپمنٹ بجٹ جو صوابدیدی تھا ڈیڑھ کروڑ روپے اس ڈیڑھ کروڑ روپے میں سے مجھے اگر راجہ بشارت صاحب نے ذاتی دلچسپی لے کر دیا ہے میرے حلقے کے فنڈ میں سے تو میری سادگی دیکھیں کہ میں اس پر بھی ان کا شکر گزار ہوں۔ علیحدہ بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، منہ کے اوپر بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ سوال ہی نہیں ہے کہ میرا ایک کروڑ، تیس لاکھ روپیہ میرے حق کا کس کو دے دیا گیا۔ ہماری تو صورتحال یہ ہے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ "جاگ سرائیکی جاگ" کے نعرے یہ میرے نعرے نہیں ہیں نہ میں ان کے حق میں ہوں میں آپ کو دو چار کوائف دیتا ہوں۔

جناب والا! آپ باقی باتوں کو چھوڑ دیں اپنی پارٹی کے ساتھ تو انصاف کیا جائے چلو ہم تو اپوزیشن کے ہیں ہمیں ٹھکرایا جائے، ہمیں مسترد کیا جائے ٹھیک ہے وہ اپنے تقاضے ہیں لیکن یہ دیکھیں یہ کوائف کی بات ہے اگر غلط ہو تو مجھے ابھی کھڑا ہو کر جھٹلا دیں اور میں معافی بھی مانگوں گا۔

جناب سپیکر! تین ڈویژن ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خاں کے 82 ایم پی اے ہیں جو حکومت کے ساتھ ہیں ان میں سے 9 وزیر ہیں اور ایک گوجرانوالہ ڈویژن 34 ایم پی اے ہیں حکومت کے ساتھ 11 وزیر ہیں۔ قصور کیا ہے؟ میں تو وزیر نہیں بنتا جب ملتان بہاولپور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژن کے 82 ایم پی اے کی باری آتی ہے تو 9 وزیر ہیں اور ایک گوجرانوالہ ڈویژن جہاں کے چیف منسٹر صاحب بھی جس میں شامل ہیں ان کے جب ایک ڈویژن کی باری آتی ہے تو 11 وزیر ہیں۔ کیا قصور ہے لودھراں والوں کا، کیا قصور ہے بہاولپور والوں کا، کیا قصور ہے وہاڑی والوں کا، کیا قصور ہے لیہ والوں کا؟ اور ملتان کو ایک وزارت کا ٹوٹا دے دیا گیا ہے وہ اس میں بھی جھومتا پھرتا ہے۔ اندازہ کریں آپ، ہمیں تو وزارت کا ٹوٹا ایگریکلچر کا کاٹ کر دیا گیا ہے ہم تو اس پر بھی خوش ہیں کہ چلو اللہ سائیں نے جھنڈا لا دتا اے۔ میری مراد یہ ہے، چلیں آگے چلیں اس کی کوئی تردید ہے اچھا جو 9 وزیر بنائے گئے ہیں 82 میں سے یعنی یہاں 34 میں سے 11 وزیر اور کوئی 17 مشیر ہوں گے میں

ان کا ذکر نہیں کرتا یعنی ہر تیسرا بندہ وزیر ہے اور جب جنوبی پنجاب کی باری آئی ہے تو دسواں بندہ وزیر ہے اور محکمے سنیں جی، جنوبی پنجاب کے محکمے ہیں ماحولیات، بیت المال، زکوٰۃ، فشریز، لیٹریسی۔۔۔

آوازیں: فنانس بھی ہے۔۔۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: میں کہوں گا اگر دو بندوں کو اہم وزارت دی گئی ہے حسنین دریشک کو اور لودھی صاحب کو تو وہ جنوبی پنجاب کو نہیں دی گئی وہ منہ ملاحظہ ہے ان کے والد صاحب وفاق میں وزارت مانگتے تھے ان کو ٹھنڈا کرنے کے لئے صوبے میں راضی کیا گیا ہے اور ارشد لودھی صاحب کو اگر وزارت دی گئی ہے جو سینئر ان کے ساتھی تھے تو ان کے ساتھ ظلم یہ کیا ہے کہ جو اہم ٹوٹا تھا وہ اتار کر ملتان میں دے دیا ان کو بھی ادوادھ کر دیا تعلق ان کا جنوبی پنجاب سے تھا۔ اچھا گوجرانوالہ ڈویژن میں کیا ہے وزیر اعلیٰ صاحب تو کہتے ہیں کہ چلو تعلق ہے لیکن آپ دیکھیں، ایجوکیشن عمران مسعود سکنہ گجرات (قہقہے)

انڈسٹریز، اجمل چیمہ صاحب، ہیلتھ یعنی ہیلتھ، ایجوکیشن، انڈسٹریز، لیبر، بلدیات، قانون، رورل ڈویلپمنٹ، فوڈ، ٹرانسپورٹ یعنی آپ دیکھیں کوئی شے بچی ہے کسی کے لئے۔ (نعرہ ہائے تحسین) کوئی نہیں بچی۔ میری مراد یہ ہے میں نے پچھلی مرتبہ بھی کہا تھا آپ اسی ایک کو دیکھ لیں اچھا گورنر اپر پنجاب، سپیکر (قابل احترام) اپر پنجاب، وزیر اعلیٰ اپر پنجاب، ڈپٹی سپیکری ساڈے حصے وچ اوداوی شکریہ (قہقہے)

جناب سپیکر! ایک میں عرض کرتا ہوں اکثر ہمارے اوپر الزام آتا ہے میرے دوست حقائق کو نہیں دیکھتے کہتے ہیں کہ ہمیشہ جنوبی پنجاب حکمران رہا ہے جنوبی پنجاب کے ہمیشہ حکمران رہے اور انہوں نے کچھ نہیں کیا اور ہم کر رہے ہیں۔ سنیں، میٹرک میں نے 1976 میں کیا ہے مجھے پہلے کا تو نہیں پتا 1977 سے لے کر آج تک 29 برس گزر گئے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ اگر میں غلط کہوں تو میری تصحیح کر دیں میں انسان ہوں۔ 29 برس میں جنوبی پنجاب سے صرف 3 سال کے لئے ایک چیف منسٹر رہا ہے جس کا نام غلام حیدر وائیں تھا وہ بھی آپ کو پتا ہے اللہ انہیں جنت میں جگہ دے۔ آپ کو پتا ہے کہ کن کا وہ ذاتی، میں نہیں کہتا وہ تو اللہ ان کو جنت میں جگہ دے وہ تو ملتان سے میاں چنوں کی سڑک بھی نہیں بنوا سکے تھے، خیر ہم پھر بھی 29 سال میں سے 3 سال کی منسٹری اور 3 سال اور چالیس دن کی گورنری۔ تین سال مخدوم سجاد قریشی، چالیس دن کھوسہ صاحب، 29 برس میں سے تین سال چالیس دن کی گورنری اور 29 برس میں سے تین سال کے لئے غلام حیدر وائیں

وزیر اعلیٰ رہے ور نہ کون رہے ہیں میاں محمد نواز شریف، میاں محمد شہباز شریف۔۔۔

آوازیں: صدر پاکستان جنوبی پنجاب کے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: میں صرف پنجاب کی بات کر رہا ہوں اگر صدر پر جائیں گے تو میں پوری ایک گھنٹے کی تقریر کر دوں گا۔ صرف پنجاب تک رہیں اس وقت پنجاب کی بات ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بجٹ پر بات کریں یہ باتیں چھوڑیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔ میں اس پر آ رہا ہوں۔ میں ایک غلط بیانی clear کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے اندر 29 برس میں سے صرف تین سال کی چیف منسٹری اور گورنری، 26 سال ہمیں اقتدار میں کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ آپ نکئی صاحب کو دیکھ لیں، آپ وٹو صاحب کو دیکھ لیں، اب پرویز الٰہی صاحب کو دیکھ لیں، شہباز شریف صاحب کو دیکھ لیں، نواز شریف صاحب کو دیکھ لیں، بہر حال میں clear کرنا چاہتا ہوں کہ 29 برس میں سوائے تین سال کے 26 سال سے ہمارے اوپر حکمرانی اپر پنجاب کے لوگوں کی ہی رہی ہے۔ اب میں بجٹ پر آتا ہوں۔

جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بات جو غلط ہو رہی ہے اس کی اصلاح ہو۔ کیونکہ وہاں کے لوگ یہ کہیں کہ جب ہم لاہور کی جیل روڈ پر جاتے ہیں، جب ہم لاہور کی نہر والی روڈ پر جاتے ہیں، جب ہم لاہور کی مال روڈ پر جاتے ہیں، وہ لوگ کیوں کہیں؟ میں ان کا منہ بند کرنا چاہتا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی گندم اور پٹ سن کی بو آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جیب ہماری ہے ہاتھ کسی اور کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم کماتے ہیں تو ہمارے اوپر خرچ کیا جائے۔ میں ان کی زبان بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس قسم کی جو باتیں ہیں وہ نہیں ہونی چاہیئں۔ اس قسم کی باتوں کو ختم ہونا چاہئے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ اس میں ان کو شامل کیا جائے۔ یہاں کے فوارے، یہاں کی آبشاریں، یہاں کی نہریں ہمیں عزیز ہیں۔ یہاں لاکھوں گیلن پانی آپ لوگوں کو خوبصورتی دکھانے کے لئے خرچ کر دیتے ہیں، یہاں آپ کی بیسیوں گاڑیاں پانی لے کر پودوں کو سیراب کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور ادھر پورے کا پورا چولستان پینے کے پانی کا پیاسا ہے۔ آپ کی منصوبہ بندی کرنے والے چیئرمین پی اینڈ ڈی کو میرے بس میں آئے تو میں اس کو جیل میں ڈال دوں اس لئے کہ اس کو نظر نہیں آتا۔ وہ کبھی ادھر جائے تو اس کو نظر آئے۔

جناب والا! میں اب دو تین باتیں کر کے آپ سے اجازت چاہوں گا۔ ایک ہماری طرف

بیروزگاری کا طوفان ہے۔ یہاں ایک مرتبہ انھوں نے کہا کہ ہم دس لاکھ نوکریاں دیں گے، ڈیسک بجے۔ دوبارہ انھوں نے کہا کہ تیرہ لاکھ نوکریاں دیں گے، ڈیسک بجے۔ اس سال انھوں نے کہا ہے کہ دو سالوں میں پینتیس لاکھ نوکریاں دیں گے، ڈیسک بج رہے ہیں لیکن میں جہاں کا نمائندہ ہوں، میں کہتا ہوں کہ یہ اتنی تو مہربانی کیا کریں، اچھا وہ نوکریاں کہاں سے آنی ہیں، گورنمنٹ سیکٹر نہیں دے سکتا، گورنمنٹ سیکٹر پانچ ہزار، دس ہزار، بیس ہزار نوکریاں دے دے گا۔ انھوں نے نوکریوں کی جو بات کی ہے وہ وہاں کی ہے کہ جہاں پر انڈسٹری لگے گی۔ جہاں پر revenue generate ہو گا، نئے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے۔ جنوبی پنجاب میں روزگار کے نئے مواقع پرائیویٹ سیکٹر میں بنانے کے لئے آپ کو یقینی طور پر ایسی پالیسی بنانی پڑے گی۔ انڈسٹریلسٹ کو incentives دینے پڑیں گے، ہم مانتے ہیں کہ لوگ وہاں نہیں جانے دیتے لیکن آپ کو ان لوگوں کو اپنا بچہ، اپنا بھائی، اپنا دوست، اپنے صوبے کا حصہ، محب وطن پاکستانی سمجھتے ہوئے آپ کو یہ دینا پڑے گا تو بات بنے گی۔ میری بات کو غلط سمجھا جاتا ہے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دعا کرو کہ:

دعا کرو کہ سرشت بہار زندہ رہے
گلوں کی باتیں چمن کا نکھار زندہ رہے
ہزار بار میں پیوند خاک ہو جاؤں
میرا وطن میرے پروردگار زندہ رہے

جناب والا! ہم نفرتیں ختم کرنے کی بات کرتے ہیں یہ حقائق سامنے لا کر کہ بھئی یہ زیادتی ہو رہی ہے اگر آپ اس زیادتی کا تدارک کر دیں گے تو آپ کی بھی نیک نامی ہو گی اور آپس میں محبت بھی بڑھے گی اور اس میں فاصلے بھی کم ہوں گے۔ اب تو تین باتیں آپ دیکھ لیں کہ 7.5۔ ارب روپے کی میں نے بات کی تھی۔ اخبار میں اشتہار آیا تھا۔ گزارش یہ ہے کہ دو باتیں ہیں۔ حکومت پنجاب نے کہا کہ یہ پیسا ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا، میں اس بحث میں نہیں پڑتا لیکن 2004 میں اعلان کیا گیا کہ 7.5۔ ارب روپے کو جنوبی پنجاب کی اکیس تحصیلوں اور ملتان شہر کو حکومت پنجاب پینے کا پانی اور سیوریج فراہم کرنے کے لئے استعمال کرے گی۔ پھر 2005 میں اعلان ہوا، چیف منسٹر صاحب دو، تین، چار مرتبہ ملتان تشریف لے گئے، انھوں نے بالکل یہ اعلان کیا اور سب نے appreciate کیا۔ اس مرتبہ پھر اعلان کیا گیا۔ میرا سوال یہ ہے، میں تو اخبار کے اشتہار کی بات کرتا ہوں، وہ اخبار میں اشتہار دینے والا جو بندہ تھا اس نے سارا ہی سچ لکھ دیا، اس نے آخری کالم میں ایک

جگہ لکھا کہ "کام کی رفتار۔" لکھا ہوا تھا کہ "تیس کروڑ روپے کے ٹھیکے دے دیئے گئے۔" یہ نہیں لکھا کہ اس کا تیس کروڑ روپے کا کیا بنے گا، پورا مالی سال ختم ہو گیا۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا پیسا ہے، 2000 میں ٹیم آئی تھی، اس وقت کے جو گورنر تھے انھوں نے ڈی۔ جی (کچی آبادی) کو اس کا انچارج بنایا تھا، 2003 کو پیسا آ چکا ہے، ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے کہنے سے کنسلٹنٹ مقرر ہو گئے ہیں، بد قسمتی یہاں سے شروع ہو گئی ہے کہ کنسلٹنٹ کمپنی کا نام انڈس کنسلٹنٹ ہے اور اس کے چیئر مین وفاقی وزیر سپورٹس ہیں۔ انھوں نے وہاں جا کر کوئی دفتر بنایا ہے اور نہ وہ کام کی رفتار کو بہتر کرتے ہیں۔ پھر جب میں نے ڈی جی (کچی آبادی) سے احتجاج کیا کہ یار تو کام کیوں نہیں کرواتا، تین سال ہو گئے ہیں تو اس نے کہا کہ ہم شو کاز نوٹس کر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ بلیک لسٹ کرو اور ان کو ختم کرو تو اس نے کہا کہ جناب! جب ہم کسی کو شو کاز نوٹس دیتے ہیں تو پیچھے سے فون آ جاتا ہے، انھوں نے کہا کہ تہانوں نیئں پتا وزیر صاحب دا ہے، ذرا ہتھ ہولا رکھو۔ میرا مطلب ہے کہ اگر یہ 7.5۔ارب روپیہ لگ جائے گا، جب خوشحالی آئے گی، آپ کے حلقے کو پینے کا پانی ملے گا، حسنین کو ملے گا، بھکر والوں کو ملے گا، رانا قاسم نون کو ملے گا، ان کے نام کا بول بالا ہو گا اور یہ اگلی دفعہ منتخب ہو جائیں گے۔ حکومت نے اربوں روپے کے اعلانات کئے ہیں۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ اگر وہ سارے کے سارے ارب روپے ہمیں مل جاتے تو ملتان سعودی عریبیہ بن جاتا، اتنے عرب وہاں آباد ہو جاتے لیکن صرف اعلانات کئے گئے ہیں۔ آپ ایک مہربانی کریں، میں اپنی تجویز میں فنانس منسٹر کو یہ کہتا ہوں کہ میری اور چیئر مین پی اینڈ ڈی کی ایک کمیٹی بنا دیں اور ایک رکن اپنا بھی دے دیں۔ تین رکنی کمیٹی بنا دیں۔ ہم بیٹھ کر اس کے کام کی رفتار کا جائزہ لیتے ہیں کہ پچھلے تین سالوں میں ہر سال جتنے ارب روپے گورنمنٹ نے دیئے ہیں ان میں سے کتنے ارب روپے خرچ ہوئے ہیں، ہوتا کیا ہے؟ میں یہاں چیف منسٹر صاحب کی نیک نیتی کہتا ہوں لیکن بیوروکریسی کی سازش کہتا ہوں۔ چیف منسٹر نے کہا کہ میں نے ملتان کو 5۔ارب روپیہ دیا اور انھوں نے دے بھی دیا، سال گزر گیا، خوش ہو گئے کہ 5۔ارب روپیہ دے دیا ہے جب سال گزرا تو اس میں سے پچاس کروڑ روپیہ خرچ ہوا، 4.5۔ارب روپیہ جو بچا اگلی مرتبہ پھر کہہ دیا کہ ہم نے جنوبی پنجاب کو 4.5۔ارب روپیہ دیا، وہ ارب ختم ہی نہیں ہوتا۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کی کہ جب بھی، جہاں بھی، جس جگہ بھی موقع ملتا ہے ایک لینڈ مارک ہے، بہت بڑی بات ہے کہ ملتان کے کارڈیالوجی کا ہمیشہ ذکر کیا جاتا ہے، اس کی حقیقت سن

لیں، پھٹی لگی 2000 میں، گورنر صاحب لگا آئے،2001 میں کچھ نہیں،2002 میں کہا گیا، 2003 میں ایک ارب روپے کا کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کے لئے بجٹ مقرر ہو گیا،اعلانات، تقریریں سارا کچھ ہو گیا۔ سال میں 33 کروڑ روپیہ خرچ کرایا گیا،67 کروڑ روپیہ بچا لیا گیا، چلو بھئی! دوسرے سال میں خرچ کر دو، دوسرے سال میں پھر 25 کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا، یہ بجٹ کی باتیں ہیں، 40 کروڑ روپیہ پھر بچا لیا گیا اور اس سال 40 کروڑ روپے دے دیتے، نہیں۔ وہ جس کا نام تاریخی کارناموں میں شمار کرتے ہیں میں اسی کی بات کرتا ہوں کہ اس نے پھر 40 کروڑ روپے دینے کی بجائے اس سال کے بجٹ میں اس نے 10 کروڑ روپے دے کر پھر 30 کروڑ روپے رکھ لئے کہ اگلے پانچ سال میں اس کو لگائیں گے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے ایک کام کرنا ہے تو وہ کر دیں۔ یہاں کیا ہوتا ہے؟یہاں یہ ہوتا ہے کہ تین، تین مہینے میں 38، 38 کروڑ روپے کا انڈر پاس مکمل ہوتا ہے اور وہ سیکرٹری، اللہ اس کو راہ ہدایت دے اور جلدی جلدی ریٹائر کرے، سبطین ہمارے مگروں لوے۔ وہ کیا کہتا ہے، چیف منسٹر کے ساتھ فوٹو کھنچوا کے فیتے کٹواتا ہے، before time کام مکمل ہو رہا ہے یعنی یہاں پر before time کام مکمل ہونے کی فوٹو کھنچواتا ہے اور وہاں یہ آپ کے سامنے کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کی میں نے ایک مثال آپ کو دی ہے۔ میرے پاس تو ایسی ہزاروں مثالیں ہیں لیکن ٹائم نہیں ہے۔

جناب والا! میں اب تجاویز کی طرف آتا ہوں۔ میری دو تین تجاویز ہیں۔ ایک تو سب سے اہم ایگریکلچر کی ہے۔ ایک تجویز میں نے دے دی ہے، اگر کسی شخص کا یہ کہنا ہے، اب کھڑے ہو جائیں گے کہ ہمیں دو کروڑ روپیہ ملا ہے، بھئی، میں بھی کھڑا ہوں کہ 5۔ارب روپیہ دیا ہے، میں بھی کھڑا ہوں۔ آگے چلو، مجھے 35۔ارب روپے کا حساب دو اگر آپ کو نہیں پتا، خیر اب یہ ہے کہ ایک تجویز میں نے دے دی ہے کہ چیئرمین پی اینڈ ڈی، میں اور یہاں سے کوئی سمجھدار سا جنوبی پنجاب سے تعلق رکھنے والا جو ڈرپوک نہ ہو اور وزیر بھی نہ ہو اس کو آپ شامل کر لیں، ایک کمیٹی بنا دیں، ایک تو یہ تجویز میری ہے تاکہ ہم دودھ کا دودھ پانی کا پانی کریں، اگر ہمیں سب کچھ دیا جا رہا ہے اور ہم کھڑے ہو کر سیاسی دکانداری چمکانے، اخبار میں نمبر بازی کے لئے یہاں تقریریں شروع کر دیتے ہیں تو کم از کم مجھے یہاں کھڑے ہو کر معافی بھی مانگنی چاہئے اور جھوٹ بولنے پر کم از کم resign دے دینا چاہئے بلکہ حق تو یہ بنتا ہے کہ یہ ایک قومی جرم ہے، اس قومی جرم پر مجھے تو دس سال کے لئے جیل بھیج دینا چاہئے کہ جو قوم کو بہکا رہا ہے اور اگر میری بات سچ ہے تو میں یہ نہیں کہوں گا کہ

یہاں کسی کو کوئی تکلیف دی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ جتنا ہمارا حق بنتا ہو اس میں سے آدھا دے دیا جائے، آدھا پھر بھی آپ اپنے پاس رکھ لیں، اتنے وسائل ہمارے پاس آ گئے تو ویسے ہم پریشان ہو جائیں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ اب ایگریکلچر کی بات ہے، ایگریکلچر میں سیدھی بات ہے کہ ہمارا گندم اور کپاس کا ایریا ہے، ہمیں پانی چاہئے اور پانی آپ نے اتنا مہنگا کر دیا ہے کہ جس وقت -/10 روپے لٹر ڈیزل تھا، آج -/38 روپے لٹر ہے، تین چار گنا بڑھ گیا ہے تو اس وقت گندم کی قیمت اڑھائی سو روپے من تھی، آج گندم کی قیمت سوا چار سو من ہے۔ ادھر جو اخراجات ہیں کھاد، بیج، بجلی، ڈیزل ان کے ریٹ کم از کم تین سو فیصد، چار سو فیصد، دو سو فیصد بڑھ گئے ہیں لیکن گندم کی قیمت صرف ستر فیصد بڑھی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ نے اگر سبسڈی دینی ہے تو یوٹیلٹی سٹور والوں کو دینے کی بجائے آپ گندم کے کسان کو ایک سو روپے من کی سبسڈی دیں ورنہ اگلی مرتبہ وہ گندم کاشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ اس کو ضرورت ہے۔ کسان کو ایک سو روپے من کے حساب سے subsidy دی جائے۔

جناب والا! میرے بس میں ہو تو کسان کو زراعت کے لئے بجلی مفت دی جائے لیکن اگر یہ ممکن نہیں تو کم از کم کسان کو ٹیوب ویل کا کنکشن تو فوراً دیا جائے۔ کسان اپنے پیسے خرچ کر کے ٹیوب ویلز کا کنکشن لگوانے کے لئے دربدر پھر رہا ہے کیونکہ پانی سارا نیچے چلا گیا ہے۔ نہروں میں پانی آتا نہیں ہے اور وہاں ٹیوب ویلز کے سارے بور نئے کرنے پڑ رہے ہیں۔ کسان پیسے خرچ کر کے، ڈیمانڈ نوٹس جمع کروا کر بیٹھا ہوا ہے، ڈیڑھ ڈیڑھ سال گزر چکا ہے لیکن اسے کنکشن نہیں مل رہا۔ یہاں کوئی ایسی قانون سازی کی جائے کہ کسان کو ٹیوب ویلز کے لئے فوراً کنکشن مہیا کیا جائے۔ موجودہ طریق کار یہ ہے کہ یہاں سے پہلے وزیر واپڈا کو درخواست دو، ان سے priority لگواؤ پھر چیئرمین واپڈا کے پاس جاؤ۔ میں خود چیئرمین کو ملا ہوں۔ اس نے کہا کہ جی میں بہت جلدی کروں گا تو ڈیمانڈ نوٹس جمع کروانے کے تین مہینے بعد جا کر آپ کو allow کروں گا، دو مہینے وہاں مزید کام کرنے میں لگیں گے اور جب سب کچھ ہو جائے گا تو پھر واپڈا والے کہیں گے کہ ہمارے پاس ابھی ٹرانسفارمر نہیں ہیں۔ آپ پھر آنا۔

جناب والا! جو تین ہزار کا پول ہے واپڈا والے ہم سے، غریب کسان سے اس کے لئے چالیس ہزار روپے چارج کرتے ہیں۔ وہ کسان اس بجلی سے کیا کرنا چاہتا ہے؟ وہ اپنے گھر کا اے سی تو نہیں چلانا چاہتا۔ وہ پانی نکال کر اس گندم اور کاٹن کو دے گا جس سے پورے پاکستان کو کپڑا اور روٹی

فراہم ہو گی۔ اگر آپ بجلی کے نرخ کم نہیں کر سکتے تو مہربانی کریں اور ان تین ڈویژنوں کے کسانوں کی مظلومیت کو دیکھتے ہوئے کم از کم اتنا تو کر دیں کہ انھیں فوراً ٹرانسفارمر مہیا کریں۔ یہ پالیسی بنا دیں کہ جس دن ٹرانسفارمر کے لئے درخواست دی جائے گی اس سے اگلے ہفتے ایس ڈی او ٹرانسفارمر لگانے کا پابند ہو گا۔ جس ایس ڈی او نے ایک ہفتے میں ٹیوب ویل کا کنکشن نہ لگایا اس کو suspend کر دیا جائے گا۔ آپ یہ قانون بنا سکتے ہیں اور آپ پھر دیکھیں گے کہ کیسے ٹیوب ویلز نہیں لگتے اور یہ ٹیوب ویلز ہمارے قومی مفاد میں ہوں گے۔

جناب سپیکر! اب میں تعلیم کی طرف آتا ہوں۔

ساڈے بال وی پڑھ لکھ کے اک ڈیہہ حاکم بنسن
کیا احساس سرائیکیاں دے ہن آ تیکوں سمجھاواں
تے کندھی آلے ترسے رہندے کیا سوچے دریاواں

جناب والا! میں نے دیکھا ہے کہ تعلیم کے لئے 12۔ارب روپے کے بجٹ میں سے ہمیں 80 کروڑ روپیہ دیا گیا ہے۔ جن میرے بھائیوں نے کام کروانے ہیں، وہ تعریف کے لئے کھڑے ہوں گے میں ان کے لئے مان رہا ہوں، تم بھی مانو کہ تین ڈویژنوں کو 80 کروڑ روپے دیئے گئے لیکن جناب 12۔ارب روپے میں سے ہمارے 80 کروڑ روپے نہیں بنتے بلکہ 12۔ارب روپے میں سے تعلیم کے اوپر ہمارا جو حصہ بنتا ہے وہ کم از کم 4۔ارب روپے بنتا ہے۔ آپ نے 420 کروڑ روپے کی ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ ہمارے ساتھی کہتے ہیں کہ کیا 80 کروڑ روپے نہیں دیا، کیا یہ تھوڑا ہے، اس سے پہلے کسی نے دیا؟ یہ بات کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میرے بھائی اگر کسی نے نہیں دیا تو کیا آج بھی ضروری ہے کہ ان کی روایات پر عمل کیا جائے۔ آپ اندازہ کریں کہ تین ڈویژنوں کے ساڑھے تین کروڑ روپے لوگوں کے لئے تو 80 کروڑ روپے دیئے جا رہے ہیں جبکہ صرف ایک گجرات یونیورسٹی کے لئے 700 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ صرف ایک ادارہ کے لئے رقم ہے۔ اسی طرح لاہور کے اندر پانچ اداروں کو 500 ملین دیئے جا رہے ہیں۔ آپ سکولز کو لے لیں۔ حسنین دریشک آج جا کر اے ڈی پی کی کتاب پڑھیں اس میں جنوبی پنجاب کے لئے صرف دو منصوبے ہیں۔ ایک لیہ میں ہاسٹل بنانے کا ذکر ہے اور دوسرا ڈیرہ غازی خان کے کسی سکول میں بلاک بنانا ہے۔ آپ بے شک کتاب اٹھا کر دیکھ لیں۔ اب ہائر ایجوکیشن کی بات کر لیں۔ ہائر ایجوکیشن میں تین ڈویژنوں میں صرف 78 ملین روپے کا ایک منصوبہ ہوم اکنامکس کالج ملتان کا ہے۔ باقی

سارے منصوبے اپر پنجاب کے ہیں۔ تین منصوبے تو انھوں نے گوجرانوالہ میں دیئے ہیں۔ رچنا انجینئرنگ کالج گوجرانوالہ، ہوم اکنامکس کالج گوجرانوالہ، فلاں کالج گوجرانوالہ۔ بھائی یہ کیا مذاق ہے؟ کریں، یہ بھی ہمیں عزیز ہیں لیکن کچھ تھوڑی سی ہمارے اوپر بھی شفقت فرمائیں۔ ہم نے اس 80 کروڑ روپے کا بہت زیادہ شکریہ ادا کر دیا ہے۔ میں اپنے (ق) لیگ والے بھائیوں سے بھی کہتا ہوں۔یہاں صورتحال بڑی مختلف ہے۔ میں آپ کو on oath کہہ رہا ہوں، خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہہ رہا ہوں کہ یہاں (ق) والے ساتھیوں میں سے بیشتر کے دل، جو اپنے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں، جنھوں نے وزارت بھی میرٹ پر لی ہوئی ہے ان میں سے بیشتر لوگ جب مجھے ملتے ہیں تو میرے ان جذبات کے ساتھ ہم آہنگی کرتے ہیں۔ سوائے دو، چار، پانچ کے جنھوں نے تازہ تازہ مفاد لینا ہے یا لینے کی خواہش میں ہیں یا پھر بہت بزدل ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں نیو مری بن رہا ہے لیکن فورٹ منرو کے لئے ہم چار سالوں سے قرار دادیں دے رہے ہیں۔ کچھ غور کیا جائے، مہربانی کی جائے لیکن جواب دیا جاتا ہے کہ جی ہو رہا ہے، کر رہے ہیں، ہو جائے گا۔ جناب! مہربانی کریں 10/20 کروڑ روپے فورٹ منرو کے لئے بھی دے دیں، ہمارا منہ ہی بند کروا دیں۔ 20 لاکھ سے پراجیکٹ نہیں بنتے، سیاح کہتے ہیں کہ وہاں کم از کم پینے کا پانی تو ہو۔ یہ کہتے ہیں کہ جی پائپ جا رہا ہے، ایسے نہیں۔ اس کے لئے کوئی خاطر خواہ کام کریں جو کہ لوگوں کو نظر بھی آئے۔

جناب سپیکر! سپورٹس کے حوالے سے میں آپ کو ایک بڑی خوبصورت مثال دیتا ہوں۔ کیا لاہور میں پہلے سٹیڈیم کی کوئی کمی ہے؟ اب کہتے ہیں کہ جی ہم تین ہزار ایکڑ پر ایک سپورٹس سٹی بنائیں گے۔ کیا مناسب نہیں ہے کہ آٹھ ڈویژن ہیڈ کوارٹرز پر آپ چار چار سو ایکڑ کے سپورٹس سٹی بنا دو تا کہ سب لوگوں کو یہ سہولت میسر آ سکے۔ چلیں اس کو چھوڑ دیں کیونکہ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ جی یہ بیرونی امداد ہے۔ 16 بلین یعنی ایک ارب روپے 60 کروڑ روپے سے جی ٹی روڈ پر انھوں نے ایک اور سپورٹس سٹیڈیم بنانے کا منصوبہ رکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ ہم جنوبی پنجاب کے جلال پور پیر والا کو بھی سٹیڈیم دیں گے۔ یہ بھی اس میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کے لئے پیسے کتنے رکھے ہیں؟ جناب! تین کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جس سے سٹیڈیم کا گیٹ بھی نہیں بن سکتا یعنی یہاں کی بات آتی ہے تو ایک ارب روپے اور 60 کروڑ روپے رکھے جاتے ہیں لیکن جب جنوبی پنجاب کی بات آتی ہے تو صرف تین کروڑ روپے رکھ رہے ہیں، کیا اس سے سٹیڈیم بن سکتا ہے؟ خیر آگے

چلیں، میں آپ کو حیران کن بات بتاتا ہوں۔ میرے پیارے بھائی ہاؤسنگ اینڈ فزیکل کے وزیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ایک دن سیکرٹری ہاؤسنگ کے پاس گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے واسا پنجاب کا ڈیٹا دے دو کہ ایک کلومیٹر کی صفائی کے لئے کتنے سیور مین ہونے چاہئیں، آپ کے پاس کیا فارمولا ہے؟ انھوں نے کہا کہ لاہور میں ایک کلومیٹر کی صفائی کے لئے 10 سیور مین مقرر ہیں اور ملتان کا ڈیٹا یہ تھا کہ ملتان میں پانچ کلومیٹر کی صفائی کے لئے ایک سیور مین ہے۔ یعنی خاکروب تک تو ہمیں نہیں دیئے جا رہے۔ ملتان کے لئے 200 سیور مینوں کی اسامیاں منظور ہوئیں جس پر ایڈیشنل سیکرٹری فنانس اعتراض لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔ ہمیں [**] نہیں دیتے، صفائی کے لئے خاکروب نہیں دیتے۔ ایک ہزار میل کی ٹوٹل لائن ہے اور اس کے اوپر اڑھائی سو سیور مین ہیں۔ لاہور میں ایک کلومیٹر کے لئے 10 سیور مین ہیں جبکہ ملتان میں پانچ کلومیٹر کے لئے ایک سیور مین ہے تو صفائی کیسے ہو گی، روزانہ گٹر بند نہ ہوں تو اور کیا ہو گا؟ میری مراد یہ ہے کہ کم از کم آپ [***] ہمیں خاکروب ہی دے دیں۔ ہماری وہاں 1600 اسامیاں ہیں لیکن آپ ہمیں 200 ہی دے دیں جس کی ڈیمانڈ دو سال سے آئی ہوئی ہے ہم دونوں ہاتھوں سے آپ کو سلام کریں گے۔ میرے بھائی ہم آپ کا احسان مانیں گے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب نے اپنی تقریر میں [***] کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے اس کے لئے خاکروب کا لفظ استعمال کریں۔ [***] کا لفظ غیر اخلاقی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس لفظ کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔ انھیں سینٹری ورکرز کہا جائے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں اپنے الفاظ خود واپس لیتا ہوں، اس پر میں معذرت چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صدیقی صاحب نے اس بابت معذرت کر لی ہے لہذا ان کی معذرت کو قبول کیا جاتا ہے۔ انسانیت کی تضحیک نہ کی جائے۔ profession is something which is very sacred اگر وہ اپنے بال بچوں کے لئے محنت کرتا ہے تو اس کے لئے تضحیک آمیز الفاظ، زبان استعمال نہ کی جائے۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی معذرت کی ہے۔ میں پھر معافی مانگتا ہوں اور میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں اور ہاؤس بھی اس بات کی تائید کرے گا کہ آئندہ اس لفظ کو استعمال کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! یہاں صحت کا بہت چرچا ہے، یہ کہتے ہیں کہ صحت کے شعبہ میں انقلاب آگیا ہے۔ اب صورتحال سن لیں۔ 160 منصوبے ہیں، ملتان کارڈیالوجی کی میں نے آپ کو حقیقت بتا دی ہے۔ چوتھے سال میں 10 کروڑ روپے دے کر ابھی بھی تیس کروڑ روپیہ حکومت پنجاب نے اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ ہر سال ارب روپے کا اعلان ہوتا ہے۔ اب پنجاب میں صحت کے لئے 160 منصوبے بنائے گئے ہیں۔ جن میں 60 منصوبے لاہور میں مکمل ہونے ہیں۔ یہ تو پنڈی والوں کے ساتھ بھی بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ یہ تو جاگتے نہیں ہیں۔ کل 160 منصوبوں میں سے 60 منصوبے لاہور میں ہیں۔ میں انھی کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے فگر زدے رہا ہوں۔ میرے پاس کوئی اپنا ڈیٹا نہیں ہے جبکہ جنوبی پنجاب میں صرف 17 منصوبے دیئے گئے ہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ آپ ہر چیز پر لاہور ہی کا کیوں حق سمجھتے ہیں۔ آپ منصوبے distribute کریں، سیالکوٹ کو دیں، گوجرانوالہ کو دیں، راولپنڈی کو دیں، بھکر، ملتان، ڈیرہ غازی خاں کو دیں۔

جناب سپیکر! میں آخری بات یہ کروں گا کہ سڑکات کے لئے انھوں نے 14-ارب روپے کے منصوبے رکھے ہیں۔ انھوں نے ان 14-ارب روپے میں سے ہمارے جنوبی پنجاب کے تین ڈویژنوں کو پچاس کروڑ روپے دیئے ہیں۔ یعنی جنوبی پنجاب کے تین ڈویژنوں کو تو پچاس کروڑ روپے دیئے گئے جبکہ ساڑھے 13-ارب روپے اپر پنجاب کو دے دیئے گئے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ 215-ارب روپے گجرات کے لئے پچاس کروڑ روپے مبارک ہو یعنی ایک ضلع اوکاڑہ کے برابر تین ڈویژن کو دیئے گئے ہیں۔ قصور کو 70 کروڑ روپے اور لاہور کی سڑکوں کے لئے 23-ارب روپے کے چرچے سن رہے ہیں۔

جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں اور ایک اچھا شعر سنا کر اجازت چاہتا ہوں چونکہ وزیر خزانہ تو مظلوم اور معصوم ہیں ان کو کیا پتا۔ بجٹ تو پی اینڈ ڈی نے پیش کیا ہے۔

میں سنیا ہا تیڈے در ساقی پئے مفتے جام ونڈیدن
جھڑے ہک واری جو پی گئے ہن پئے نال سکون دے جیندن

تیڈے در تے آ معلوم تھیا پئے دولت والے پیندن
جیندے شاکر کھیسے خالی ہین اوہ پیراں وچ لتڑیندن
(نعرہ ہائے تحسین)

اب مجھے پیراں وچ لتاڑ نا بند کریں اور مجھے بھی کچھ دینا شروع کریں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں نے مناسب بھی نہیں سمجھا اور آپ اجازت بھی نہیں دے رہے تھے۔ میرے بھائی نے ایوان اقتدار کے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ سرائیکی بیلٹ اتنی بھی محرومی کی شکار نہیں رہی۔ جس علاقے سے صدر پاکستان رہے ہوں۔ وزیر اعلیٰ رہے ہوں، گورنر رہے ہوں اگر کہیں تو میں نام گن کر بتا دیتا ہوں کہ کون کون رہے ہیں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I will not give this floor on any point of order but I give you floor to make a speech.

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں تقریر کے موڈ میں نہیں تھا لیکن اگر آپ چاہتے ہیں تو میں بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں آپ کو تقریر کی اجازت دیتا ہوں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! آپ کی نوازش کہ آپ نے مجھے اجازت دی۔ میں حیران ہوں کہ جس علاقے سے صدر پاکستان رہے ہوں، غلام مصطفیٰ کھر صاحب گورنر رہے ہوں۔ ذوالفقار خان کھوسہ گورنر رہے ہوں۔ صادق حسین قریشی صاحب وزیر اعلیٰ رہے ہوں اور سجاد حسین قریشی صاحب گورنر رہے ہوں۔ اگر اس علاقے کے اندر آج بھی محرومی ہے تو کیا اس میں چودھری پرویز الٰہی کا گناہ ہے، مجھے اس بات کا جواب دیں کہ کس کا گناہ ہے؟ وہ محرومیاں ایک سال کی نہیں ہیں بلکہ جب سے پاکستان بنا ہے 50/60 سال کی ہیں۔ وہ دور کیوں نہیں ہوئیں؟ ان کو توفیق کیوں نہیں ہوئی؟ وزیر اعلیٰ پنجاب جن کا تعلق گجرات ڈویژن سے ہے۔ گجرات ڈویژن کے وزیر اعلیٰ سے اتنی تکلیف کیوں ہوئی ہے جو آج بھی سرائیکی بیلٹ کا زیادہ خیال کر رہے ہیں اور جنوبی پنجاب میں

اتنے فنڈز دیئے ہیں۔اس علاقے میں انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی نہیں تھا۔ ہمارے یہ سارے دوست گواہ بیٹھے ہیں ملتان میں کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کس نے بنایا ہے؟ یہ سارے کام کون کر رہا ہے؟اگر وہ کام کر رہے ہیں تو ان کا یہ گناہ ہے کہ وہ گجرات ڈویژن سے ہیں۔وہاں سے وزیر بہت ہو گئے ہیں وہاں سے یہ ہو گیا ہے وہاں سے وہ ہو گیا ہے۔

جناب والا!وزیر اعلیٰ صاحب خود رحیم یار خان سے منتخب ہوئے ہیں وہ وہاں کے ایم پی اے ہیں۔ان کا حلقہ وہاں ہے اور وہ اس علاقے کا اتنا خیال کر رہے ہیں جو آج تک پنجاب کے کسی حکمران کو توفیق نہیں ہوئی لیکن اس کے جواب میں اس قسم کی منافرت پھیلانے والی تقریر اس ہاؤس میں نہیں ہونی چاہئے۔ پنجاب ایک بڑا صوبہ ہے ایک اکائی ہے۔یہ بڑا مضبوط اور بہت زیادہ آبادی والا صوبہ ہے اور پاکستان پر راج کر رہا ہے۔ پنجاب وہ صوبہ ہے جو پورے پاکستان کو بلکہ پاکستان سے باہر تک روٹی مہیا کرتا ہے۔سب سے زیادہ گندم پیدا کرتا ہے سب سے زیادہ کاٹن پیدا کرتا ہے اس لئے پنجاب کو اس طرح divisionکی طرف لے جانا مناسب بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر! باقی رہی بجٹ کی بات۔ میں تقریر کرنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن آپ نے مجھے تقریر کی اجازت دے دی ہے تو میں تھوڑی سی گزارش کرتا ہوں۔یہ بجٹ دستاویز اور تجاویز ہیں جو ہر صوبے کی بیوروکریسی بناتی ہے اور وہ تجاویز پیش کرتے ہیں۔ان تجاویز کے پیچھے کیا ہوتا ہے؟اس کے اندر عمل یہ ہوتا ہے کہ وہاں کی لیڈرشپ، سیاسی قیادت وزیر اعلیٰ اور ان کی ٹیم ہوم ورک کر کے ان تجاویز کو پاس کرتی ہے۔وہ کیبنٹ میں آتا ہے وہ اسے پاس کرتی ہے پھر ہاؤس میں لے آتی ہے۔ پھر ان تجاویز پر پورا ہاؤس اس میں ہمارے اپوزیشن کے اراکین اسمبلی اور حکومتی بنچز کے اراکین اسمبلی اچھی تجاویز کو سراہتے ہیں اور جو اچھی نہیں ہوتیں ان کے متبادل تجاویز دیتے ہیں اور ان پر تنقید کرتے ہیں۔یہ ایک طریق کار ہے۔ میں نے بھی اس ایوان میں ایک درجن سے زیادہ بجٹ پیش ہوتے دیکھے ہیں اور پھر ان کی منظوری کے بعد یہی تجاویز قابل عمل بنتی ہیں۔ جب تک یہ منظوری نہیں دیتے اس وقت تک بجٹ پاس نہیں ہو سکتا۔اس لئے یہ کہنا کہ یہ امیروں کا بجٹ ہے۔ یہ صنعت کاروں کا بجٹ ہے۔اس میں کسی کا خیال نہیں کیا گیا یہ ساری تنقید آئینی اور قانونی تقاضے پورے نہیں کرتی۔

جناب والا!یہ ٹیکس فری بجٹ ہے اور ترقیاتی فنڈز 100۔ارب روپے کوtouchکر رہے ہیں۔اس میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس ٹیم کا اور اس ٹیم کی قیادت کا اور ہمارے سربراہ وزیر اعلیٰ

پنجاب کے وژن کا کوئی عمل دخل نہیں ہے یہ کیسے بن گیا ہے یہ سارا ان کے وژن کا عمل دخل ہے جس کی وجہ سے پنجاب کے اندر یہ بجٹ آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کی تاریخ کا بہترین بجٹ ہے۔ ٹیکس فری بجٹ ہے اور یہ جو 100۔ارب روپے تک touch کر رہا ہے پنجاب میں پہلے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔آپ نے وہاں سے کسی بات کی کوئی تعریف سنی ہے؟ میں ایجوکیشن کے متعلق بات کرتا ہوں کہ جس کے بچے ایچی سن کالج میں پڑھ رہے ہیں، جس کے بچے شفاء میں پڑھ رہے ہیں ان کے لئے یہ کوئی رعایت نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے کیا رعایت کر دی ہے؟ مفت تعلیم کر دی ہے۔اس مفت تعلیم میں کیا ہوا ہے؟ لیکن جو بچہ میرے گاؤں کا ہے یا جو شخص دریشک صاحب منسٹر فنانس کے گاؤں میں رہتا ہے اگر اس کے پانچ بچے ہیں اگر بیس روپے بھی فیس ہو تو اس کے exchequer پر سو روپے کا بوجھ ہے اس کو احساس ہو سکتا ہے۔ جس کے بچے ایچی سن یا شفاء میں پڑھتے ہیں اس کو احساس نہیں ہو سکتا۔

جناب والا! میرے لئے سارے فاضل اراکین بڑے قابل احترام ہیں میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ انھوں نے کبھی صوبہ پنجاب، لاہور اور باقی شہروں کے اندر اس طرح کی ہیلتھ میں ایمبولینسز دیکھی تھیں جو آج لاہور میں نظر آ رہی ہیں؟ لاہور میں اگر آپ فون کریں تو وہ ایمبولینس فوراً آ جاتی ہے۔آپ نے غیر ممالک میں دیکھی ہو گی لیکن پاکستان میں ایسی ایمبولینس کبھی نظر نہیں آئی۔

جناب سپیکر! آپ میو ہسپتال میں چلے جائیں وہاں کی ایمرجنسی visit کریں۔ پانچ دس ہزار کا وہ انجکشن جو ہارٹ اٹیک کی صورت میں لگتا ہے وہ مفت ملتا نظر آئے گا اور ایک آدمی بیٹھ کر سپیکر پر announce کر رہا ہے کہ کسی کو مفت دوائی چاہئے تو میو ہسپتال کی ایمرجنسی سے لے لے۔ اگر میری بات غلط ہے تو تردید کر دیں۔یہ سارے کام غریب عوام کے لئے ہو رہے ہیں۔ یہ عام آدمی کے لئے ہو رہے ہیں اور بجٹ وہ اچھا ہوتا ہے جو عوام کی بھلائی کے لئے بنایا جائے نہ کہ وڈیروں کے لئے بنایا جائے۔اس کا احساس ایک عام آدمی کو ہوتا ہے۔آپ کسی بھی فیلڈ میں چلے جائیں ایجوکیشن میں چلے جائیں ہیلتھ میں چلے جائیں جتنی بھی اصلاحات ہو رہی ہیں ان کے پیچھے وزیراعلیٰ کا وژن ہے۔ان کے پیچھے ان کی ٹیم کا وژن ہے اور ہوم ورک ہے جو انھوں نے کیا ہے۔ تب جا کر یہ ساری چیزیں قابل عمل بنائی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! میں بڑی مدت سے تنقید سنتا آ رہا ہوں میں سوچ رہا تھا اور توقع کر رہا تھا کہ اپوزیشن کی طرف سے کوئی مثبت تجاویز آئیں گی کہ اس میں یہ کمی رہ گئی ہے اسے دور کریں۔ اس کے متبادل ہم یہ تجویز دے رہے ہیں آپ اسے لے کر آئیں۔ جنوبی پنجاب میں یہ محرومی رہ گئی ہے اسے دور کریں۔ وہ تو مناسب بات ہے۔ میں اس لئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا کہ اس صوبے کے اندر منافرت پھیلانا، اس صوبے کو تقسیم کرنا یہ سرائیکی بیلٹ ہے یہ جنوبی پنجاب ہے یہ ایسٹرن پنجاب ہے یہ سنٹرل پنجاب ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک move ہے آپ کو اور پورے ہاؤس کو اسے discourage کرنا چاہئے۔ ہمیں پورے پنجاب کی عوام نے منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں اور ہمیں ان کی نمائندگی کرنی چاہئے اور ان کی بھلائی کے لئے یہاں پر جو بھی بحث ہو وہ کرنی چاہئے۔ شکریہ

MR. DEPUTY SPEAKER: Next is Mr Abid Chattah.

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی آپ کو floor دیتا ہوں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ہم آبادی کی بنیاد پر وفاق سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ وہی اصول پنجاب میں بھی adopt کرنا چاہئے۔ جس طرح انھوں نے ایک ایک شعبے کے حوالے سے تین ڈویژن کی بات کی ان کی logic بالکل درست ہے کہ ہم جس طرح سے وفاق سے اپنا حصہ آبادی کی بنیاد پر لیتے ہیں تو آگے جو پنجاب کے وسائل ہیں ان کی تقسیم بھی آبادی کی بنیاد پر ہونی چاہئے۔ چودھری اقبال صاحب کھڑے ہوئے ہیں لیکن انھوں نے اس حوالے سے کوئی بات نہیں کی۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ ان تین ڈویژن کی جو آبادی بنتی ہے اس کی بنیاد پر مختلف شعبوں میں وسائل نہیں دیئے گئے۔ اگر چودھری اقبال صاحب اس حوالے سے بات کرتے تو میں سمجھتا کہ آپ ان کے استدلال کا جواب دیتے۔ آپ نے جو باقی باتیں کی ہیں وہ ٹھیک ہے آپ کی بجٹ تقریر کا حصہ تو ہو سکتی ہیں لیکن جاوید صدیقی صاحب نے جو استدلال پیش کیا ہے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں نے وہ بات اس لئے نہیں کی کہ میں کبھی بھی اپنی حدود وقیود سے تجاوز نہیں کرتا۔ یہ حق حسنین دریشک صاحب کا ہے آبادی کی بنیاد، بجٹ یا جو بھی اعتراضات ہیں کہ وہاں حصہ کم یا زیادہ ملا ہے چونکہ ان کا تعلق اسی ڈویژن سے اس لئے اس کا جواب وہی دیں گے میں اس کا جواب دیتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ اس لئے میں نے اس پر بات نہیں کی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں سمیع اللہ خان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں He has the courage at least that he admitted it on the floor of the House کہ پچھلے دو سال سے جو slogan تھا کہ وزیراعلیٰ پنجاب، پنجاب کے اس حق کا سودا کر رہے ہیں یعنی آبادی کی بنیاد پر این ایف سی ایوارڈ لے کر نہیں آ رہے۔ میں سمیع اللہ خان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے اپوزیشن بنچز پر بیٹھ کر یہ چیز تسلیم کر لی کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے پنجاب کے حقوق کا تحفظ کیا اور آبادی کی بنیاد پر ایوارڈ لے کر آئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! جہاں تک ڈاکٹر جاوید صدیقی کی بات ہے۔ I am not making a budget speech. میں صرف correction of record پر آپ کی اجازت سے کھڑا ہوا ہوں۔ صرف ایجوکیشن سیکٹر میں 150 لاکھ روپے یعنی ایک کروڑ اور پچاس لاکھ روپے فی حلقہ نیابت E.S.R.P میں یعنی Education Sector Reforms Programme میں رکھے گئے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی اور division ہو ہی نہیں سکتی۔ صدیقی صاحب جو bifurcation کر رہے ہیں اور کس بنیاد پر amount کی demarcation کر رہے ہیں I fail to understand کہ on the floor of the House وہ کیسے غلط figures quote کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے اس کی details لے لی ہیں تو میرے خیال میں جو وزیر تعلیم نے تفصیل submit کی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت ایک گھنٹے کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: اس کے اندر پورا ریکارڈ موجود ہے اس لئے جناب صدیقی صاحب کی بات غلط ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ قصور سے گلہ کرتے ہوئے انہیں تھوڑا سا خیال کرنا چاہئے اور شاید انہیں خود بھی احساس ہے کہ قصور بھی احساس محرومی کا شکار ہے۔ وہاں پر لاہور کا نزدیکی ضلع ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں کیا گیا۔ اس لئے بہت سارے دوستوں کی ایسی باتیں ہوں گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پنجاب ایک ہے پنجاب کا لیڈر چودھری پرویز الٰہی ایک ہے جس نے پنجاب کے حقوق کا خیال کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب عابد حسین چٹھہ۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! Point of personal explanation.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! حسب روایت ملک صاحب کی ایک عادت ہے کہ وہ بات کر کے باہر چلے جاتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس بار بھی انہوں نے اپنی اسی روایت کو برقرار رکھا ہو گا۔

جناب سپیکر! ہمارا اپوزیشن کا وزیر اعلیٰ پنجاب پر یہ اعتراض تھا اور ہے کہ ان کا کوئی موقف نہیں تھا اور یہ blank کاغذ پر دستخط کر کے اس ملک کے جنرل پرویز مشرف کو دے آئے تھے۔ یہ ہمارا این ایف سی پر پنجاب کے حوالے سے بنیادی اعتراض تھا کیونکہ این ایف سی کے حوالے سے انہوں نے نہ کوئی بنیادی موقف اس ہاؤس کے سامنے رکھا مجھے یاد ہے ابھی تک کہ یہاں اپوزیشن بنچز سے این ایف سی کے حوالے سے رانا ثناء اللہ خان نے بات کی اور اس پر اتنا ہنگامہ ہوا اور صرف اس بات پر ہوا کہ وزیر اعلیٰ نے این ایف سی ایوارڈ پر پنجاب کا کوئی موقف اپنے حوالے سے دیا اور نہ ہی یہاں ان کے behalf پر این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے پنجاب کا موقف بیان کرنے کو تیار تھا۔ پنجاب کا موقف وزیر اعلیٰ نے نہیں بلکہ اپوزیشن کے پندرہ اراکین اسمبلی نے این ایف سی ایوارڈ پر بات کرنے کے جرم میں یہاں ہمیں ہاؤس سے نکالا گیا تھا۔ یہ اپوزیشن بنچز کی کامیابی ہے کہ آج اگر آبادی کی بنیاد پر یہ فیصلہ ہوا ہے تو اس میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا کوئی کردار ہی نہیں ہے انہوں نے تو صاف کاغذ پر لکھ کر دے دیا تھا۔ آج کس بات کی یہ مبارکبادیں لے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں۔ This is not a issue of budget. عابد حسین چٹھہ صاحب!

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: Thank you. Mr Speaker for giving me time to speak on this Annual Budget for Punjab. No doubt it is an impressive Budget for the total revenue outlay which has swelled to Rs. 274 billion with a very remarkable and satisfactory Annual Development Plan that spreads over Rs.100 billion without any new tax proposals. However, I have gone through the policy statement of the Chief Minister that he gave before the presentation of the budget and the White Paper too. Sir, I am here to comment that in terms of vision of the Chief Minister and his team they are in line with all the modern trends

of governance. However, there are a few concerns and a few suggestions that I would like to concentrate on.

Mr Speaker, out of a Rs. 100 billion, Annual Development Plan, 12 billion rupees are to be distributed among the district governments. However, for the last few years, the district governments are almost in the fifth year of their working but it has been noted that the district governments lack capacity to execute the most important programmes that are entrusted to them. Example of Education Sector Reforms Programme can be quoted which is a wonderful conceived idea. But the way it has been spent in the dsitrict government is not up to the mark. The District governments lack commitment and lack capacity to execute such important programmes. Therefore, I will suggest that such important projects should be handled by the Provincial government through a specially designed execution plan so that the precious money that belongs to the people of this province is not wasted and should be spent in the same spirit as the idea is conceived.

Mr Speaker, I will suggest that there should be a total review of the local government system and the Provincial government should act more pro-actively to remove the obstacles and hindrances that come in the way of the working. I would suggest that a union infrastructure should also be developed like long before when the Britishers came and established a system of good governance. You take an example of a district. The first thing that they did was to select a suitable site and developed an infrastructure whereby on one hand they

had the Police Administration and on the other they had the Civil Administration. Likewise, I think if this system has to continue, efforts should have been made and union infrastructure should be put in place in co-ordination with other important departments such as Revenue; so that the Revenue Officer, the Police Officer and other Officers who deal with the unions should sit in one place having adequate facilities because they are the people who are going directly to deal with the inhabitants of a union. Similarly, accountability and monitoring system should be extended. It is regretted that the office of Mohtasib has not yet been established for the last 5 years and I think this should be done immediatly because once we have a Mohtasib at the district level that is the only way to ensure that the system is running in accordance with law.

Mr Speaker! The territorial limits of the Revenue Department should be in line with the territorial limits of the local government systems and that too with the Police so that a harmony and co-ordination is developed at the grass root level. Similarly there should be an end of duplication of functions and responsibilities. The Finance Minister has reported in his budget speech that due to lack of capacity of the tehsils, the Provincial government has decided to play a more active role and they have kept 6 billion rupees for public health works. This is a good initiative but I think that this should be resolved on long term basis because in present days the tehsils are also involved in the same thing; Provincial governments are also involved in the same thing; and distirct governments are also transporting

funds for the same purpose. Sir, I think this leads to duplication which should come to an end and we should have a clear demarcation of roles that who is going to provide this important service at their level of governance. Mr. Speaker! Similarly, I have noticed that all the public health schemes that are being executed they are completed and handed over to the community and the community is expected to run and maintain them. I think that this is totally flawed because the communities like in Gulberg and Defence have not been able to run it on their own and we have WASA and other authorities taking care of that. We cannot expect those innocent villagers to run it on their own. I think this precious amount will be wasted if a mechanism is not put in place whereby once these schemes are completed, they ought to be run and maintained by the concerned department; and for that purpose, probably at the district level, there should be a professional organization such as WASA in Lahore which should undertake this important task of running and maintaining such schemes. Another important aspect of this budget framework is the introduction of mid term budgetary framework and the mid term development framework. I think this is a very unique concept and for the first time introduced by this Government whereby you have an overview of a more overwhelming nature and you can understand the further projections in the years to come.

Mr Speaker! I believe that the development framework should be further extended and enhanced, and in that framework we should incorporate the execution and permanent

maintenance of those development schemes that are envisioned. For the time being I find that these development schemes are restricted to the planning aspect. I suggest that these planning aspects should be extended and the planning should be elaborated to include the execution and permanent maintenane of such development schemes.

Mr. Spekaer! Secondly the development budgetary framework and scopes should further be enhanced so that these schemes which are to be executed next year could be taken at once. I believe that in the Annual Development Plan most of the schemes that are to be executed next year are shown as unapproved and few months will be consumed on the process whereby these are ready for execution. I think the time has come that we should step up this effort so that schemes are approved and ready for tendering as soon as the next financial year begins.

Mr Speaker! In this respect, I also believe that in continuation of my argument for duplication, I think that my argument that few of the departments at the federal level should be devolved to the provinces is in full tenable. Education, Health and Local Government which are handled by the Federal Government is a total waste and I think time has come whereby such lists should be reviewed and are devolved to the provinces in full so that the provinces can have additional amounts and can monitor and execute their own plans with respect to Education, Health, Local Government, Law and Order etc., so that such duplication may end forever.

Mr Speaker! So far as law and order is concerned, increased funding has been made available in the present budget and a number of important steps have been taken by the Government such as the establishment of the Highway Petrolling Posts and few institutional level reforms. Currently they are under way like the recruitment of Traffic Wardens to control the Traffic System. However, I believe that these initiatives will not yield fruitful results unless there is a complete review and consolidation of legal substantive laws and procedural framework. I think there are too many segregated and secluded laws which are in operation. For instance, we have wasted a lot of time on resolving the issue of kite-flying. The Supreme Court involved the Provincial Government and the District Government are involved in it. Time has come that all those laws which have a criminal nature and extent, should be put in line and there should be a consolidated criminal code. There should be a simplified procedure so that it may be made understandable for the people and easy to implement for the Government.

Mr. Speaker! Secondly, I think all efforts pertaining to law and order will be futile until or unless judiciary is taken on board. There should be an impressive funding for judiciary so that the quality organization and speed of justice can be enhanced.

Mr Speaker! I was initially talking of putting in place a system of monitoring and accountability. I believe that the time has come that the Standing Committees of the Punjab Assembly

be activated in letter and spirit so that these may perform this important role of monitoring on the pattern of Public Accounts Committees. The time has also come that we should form an ongoing status a Budgetary Committee which is in other parts of the world is referred as Appropriation Committee which has further Sub-Committees on Education, Health and almost every department. It should meet regularly like Public Accounts Committee so that the Budget proposals initiated may come to these Sub-Committees so that these proposals may thoroughly be debated before budgetary proposals are finalized and presented to the Provincial Assemblies. I think that this will be an important step, if undertaken, will benefit the people and their public perception will be reflected in all the budgetary framework that is to follow because if we restrict our debate to this time of the year, nothing much can be done and a very few things can be changed but if it is an ongoing process whereby the Legislators and Parliamentarians are taken into confidence and their input is shared througout the year then probably this debate would become more meaningful and the budget will reflect the aspirations of the people.

Furthermore, Mr Speaker! there is price-hike and inflation. Well, there is no doubt that there is price-hike and inflation, but I think that in a country where growth rate is 7 to 8 percent until or unless we maintain the sustainability of this high growth rate fluctuation of prices will remain there, there will be market disorders and I think the Provinical Government and the Federal Government, more importantly, has reacted and

has offered subsidies on a number of items, including the raise in salaries of government employees but I will suggest that little more needs to be done. I also suggest that a few billion rupees out of ADP should be reserved for giving further subsidies at the provincial level. I may quote that last year or a year before the Provincial Government had subsidized their bills on their agricultural tubewells and I support this that scheme should also be extended for this year because this is one scheme where the farmers can directly benefit and this is so important in terms of rising oil prices there should be some sort of subsidy provided to the agriculture sector to lessen their agony.

Furthermore, the last section of the people who doesn't fall in any of the categories where these subsidies are offered. Interest free loans is the best option for them but interest free loans should not be restricted to one lac rupees because it is not enough even to run a shop. It should be at least 5 lac rupees so that whomsoever is given, at least he can put it to some productive use and can further employ a couple of people so that their economic miseries are alleviated.

I would also like to apprecaite the setting of a infrastructure for companies. This concept is written in the white paper and in the pre-budget address of the Chief Minister. The idea apparently as it appears that 23 billion rupees which he has reserved for the major projects such as Sialkot Motorway, Mass Transit Scheme and Ring Road, instead of spending this 23 billion rupees directly, if he forms a company with seed money of 23 billion rupees probably they can more raise rupees

75 billion from the financial institutions because each of this project is capable enough to realize the cost of its execution in the times to come. So I think that this is a wonderful concept and idea and I fully appreciate and second this idea because in this way the Chief Minister and his team can undertake a few more important projects with the same amount of money.

Another important development is the establishment of the pension fund. I would say that a small portion of money should be reserved to the pension fund until the income generators are large enough to lay off all the liabilities of the pensioners from the regular budget. May I propose, that on the same pattern, a development fund should also be established whereby a portion of Annual Development Fund should be put into this development fund and invested through an Asset Management Company owned by the Punjab Government because in such a way eventually if the exercise is done with the legal cover, after 10 to 12 years, there shall be 30 to 40 percent of the funding may come through this company which would have a beneficial effect in the long run.

Mr Speaker! In the end I would like to thank you for giving me this opportunity I hope that with the proper execution and monitoring of the precious financial resources generated by the Province will improve will not be wasted and will be fully utilized by the people of the Province. Thank you once again.

وزیر بیت المال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز شفیع صاحب!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! میرے بھائی جاوید صدیقی صاحب نے جنوبی پنجاب کی بات کی ہے، میں اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! ہم فخر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری حکومت پہلی حکومت ہے کہ چودھری پرویز الہٰی وزیر اعلیٰ پنجاب اور صدر جنرل پرویز مشرف نے new vision دیا ہے اور ایک idea دیا ہے جس سے خاص طور پر ہمارے جنوبی پنجاب کے اندر وڈیرہ شاہی کا خاتمہ ہوا لیکن ان چیزوں کے خاتمہ کے باوجود ان کی باقیات جو تھیں جو آج یہاں بیٹھے جنوبی پنجاب کا رونا رو رہے تھے وہ ابھی بھی باقی رہ گئی ہیں۔ جو ان علاقوں کی تعمیر و ترقی نہیں چاہتے، جو ان علاقوں کی فلاح نہیں چاہتے، جو ان علاقوں کی عوام کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ آج سے پچاس سال پہلے اس جنوبی پنجاب کے اندر جو تعمیر و ترقی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر بیت المال: جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے لئے میں آپ کو بعد میں وقت دوں گا۔ جی، شیخ اعجاز صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے موجودہ بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میں اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ حکومتی بیڑے میں سوار 42 وزراء، 42 پارلیمانی سیکرٹری، 39 چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹیز اور 18 کے قریب مشیر ان کی ایک فوج ظفر موج ہے۔ ان کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے محکمے کے حوالے سے کیونکہ کسی بھی سپیکر نے جو تجاویز یہاں پر دینی ہیں اور گفتگو کرنی ہے وہ کسی ایک وزارت کے معاملے یا کسی ایک خاص issue کے معاملے میں نہیں ہونی بلکہ وہ تمام وزارتوں اور محکموں کے متعلق ہونی ہے لیکن آپ ملاحظہ فرمالیں کہ سیٹوں کی position کیا ہے؟ یہ سب سے اہم issue ہے کہ آپ صوبہ پنجاب کے کروڑوں عوام کی تقدیر کا فیصلہ کرنے جارہے ہیں لیکن تقدیر لکھنے والے یہاں سے اکثر غائب رہتے ہیں تو میری گزارش ہے کہ ان کو بلایا جائے اور اپنی سیٹوں پر بٹھایا جائے۔ آپ اس بارے میں رولنگ فرمائیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: سارے بیٹھے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! 42وزراء ہیں اور کیانی صاحب اچھے خاصے شریف آدمی ہیں۔ یہ ان کا دفاع کر رہے ہیں کہ سارے بیٹھے ہیں۔ یہ خالی سیٹیں اور ان پر لگی ہوئی چٹیں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ یہ least interested ہیں۔ اسی طرح انھوں نے بجٹ بنایا ہے۔ میں اس پر چاہوں گا کہ آپ رولنگ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر میری رولنگ یہ ہے کہ ہاؤس میں کوئی آئے یا جائے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہاؤس آف کامن میں بھی یہی ہوتا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! کیانی صاحب فرما رہے ہیں کہ کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔ یہاں پر چھ گھنٹے کوئی لٹک نہیں سکتا، کسی نے روٹی کھانی ہے اور کسی نے پانی پینا ہے۔

جناب سپیکر! آج سے ایک سال قبل 17۔جون کو ہمارے معصوم اور decent وزیر خزانہ پنجاب نے یہاں پر بجٹ تقریر فرمائی اور آج 20۔جون کو پچھلی تقریر کے جواب میں، میں دوبارہ کھڑا ہوا ہوں۔ انھوں نے چند روز قبل جو تقریر یہاں پر فرمائی۔ ان کی اس تقریر میں جو صوبہ پنجاب کے عوام کا رد عمل ہے، جو ہمارا رد عمل ہے۔ جس خوبصورتی کے ساتھ ان کو تقریر لکھ کر دی گئی اور جس طرح اعداد و شمار کا ہیر پھیر کیا گیا اس پر کسی نے کہا تھا کہ:

دامن پر کوئی داغ نہ خنجر پر کوئی چھینٹ
تم قتل کرو ہو یا کرامات کرو ہو

جناب سپیکر! انھوں نے اتنی خوبصورتی کے ساتھ صوبہ پنجاب کے محکوم اور مظلوم عوام کا قتل اس بجٹ کے اندر کیا ہے کہ شاعر اس بات کو کہنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے اپنی تقریر کا جو آغاز کیا اس میں انھوں نے فرمایا کہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کا سر آج فخر سے بلند ہے۔ 25 سال میں یہ پہلی حکومت ہے جو اپنا چوتھا بجٹ پیش کر رہی ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ 25 سال میں یہ واقعی پہلی حکومت ہے جس نے اپنا چوتھا بجٹ پیش کیا۔ کیا 25 سال میں چار بجٹ پیش کر لینا کوئی اتنے فخر کی بات ہے کہ آغاز ہی اس بات سے کیا جائے بلکہ صوبہ پنجاب کے عوام کو اس وقت خوشی ہوتی اور ہم کو اس وقت خوشی ہوتی کہ جب وزیر خزانہ یہ کہتے کہ ہمیں پنجاب کی مسلم لیگی حکومت کا سر آج فخر سے بلند نہیں بلکہ شرم سے جھکا ہوا ہے۔ کیونکہ جس صوبہ کے حکمرانوں کی موجودگی میں اور جس پاکستان کے حکمرانوں کی

موجودگی میں ہیرو مجرم ٹھہریں اور مجرم کابینہ میں بیٹھے ہوں تو اس حکومت کا سر شرم سے جھکنا چاہیئے نا کہ فخر سے بلند ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر! ان حکمرانوں نے پاکستان کے قومی ہیرو، ایٹمی سائنسدان عبدالقدیر خان کو پابند سلاسل رکھا ہوا ہے۔ ان کو ان کے گھر کے اندر بند کیا ہوا ہے۔ یہ فخر کی بات کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

جناب والا! 274!ارب روپے سے زائد کا بجٹ پیش کیا گیا ہے اور اس میں بلند و بانگ دعوے کئے گئے ہیں۔ ان بلند و بانگ دعوؤں میں آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں آج اس ایوان میں پورے اعتماد سے کھڑا ہوں اور ببانگ دھل کہتا ہوں کہ حالات و واقعات نے ان شکوک و شبہات کو دفن کر دیا ہے جو ہمارے مخالفین مخالفت برائے مخالفت کے طور پر کر رہے تھے۔ صدر پاکستان نے این ایف سی ایوارڈ پر صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے۔ یہ وہ [***] ہے جو کہ انھوں نے کھلے بندوں بولا ہے اور on the floor of the House [***] بولا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: [**] کے لفظ کو میں حذف کرتا ہوں اور اس کی جگہ غلط بیانی استعمال کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! انھوں نے اس بات کو اس طرح سے لیا ہے کہ جناب صدر نے صدارتی فرمان جاری کر دیا ہے اور اسی ایوان کی یہ دیواریں اور بام و در گواہ ہیں اور یہاں پر بیٹھنے والے ممبران گواہ ہیں اور پورا پریس اور میڈیا گواہ ہے کہ جب یہاں پر اپوزیشن کی طرف سے این ایف سی ایوارڈ کے اوپر ہم نے صوبہ پنجاب کے عوام کا مقدمہ لڑنا چاہا تو یہاں پر حکومت کے چند ممبران نے نشہ اقتدار میں [***] میں مخمور ہو کر ہمارے پارلیمانی لیڈر اور ڈپٹی اپوزیشن لیڈر رانا ثناء اللہ خان کے اوپر حملہ کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں [***] کے لفظ کو حذف کرتا ہوں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! جب ان پر حملہ کیا گیا تو اس کے بعد ہمارے ساتھ کیا ہوا۔ ہم نے جب صوبہ پنجاب کے عوام کا مقدمہ لڑا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! پوائنٹ پر آئیں۔ آپ بجٹ پر بات کریں۔

شیخ اعجاز احمد: میں اسی پر بات کر رہا ہوں، میں بجٹ پر ہی بات کر رہا ہوں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ این ایف سی ایوارڈ کا مقدمہ ہم نے لڑا ہے اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم اپنی قیادت میں یہ مقدمہ لڑنے جا رہے ہیں اور ہم نے وہ مقدمہ لڑا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ بات کرتے ہیں کہ ہم نے صوبہ پنجاب کے محکوم عوام کو ریلیف دیا ہے اور ریلیف کس بات پر دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نہایت انکساری سے چند سوالات کرتا ہوں کہ پانچ مرلہ کے مکان والوں کو پراپرٹی ٹیکس میں چھوٹ کس نے دی۔ یہ پنجاب اسمبلی کا ایوان گواہ ہے کہ جب اپوزیشن کی قرارداد پر پورے ٹریژری بنچز کی طرف سے بھی ہاں کی آواز آئی تو اس وقت آپ کو یہ کریڈٹ جاتا ہے اور میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس ہاں کے اوپر چیئر کا تقدس بحال رکھتے ہوئے وہ قرارداد پاس کی اور میری آنکھیں اس ماضی کے جھروکوں میں جھانک رہی ہیں۔ اگر ایکسائز منسٹر صاحب یہاں پر تشریف فرما ہوتے تو ان کو یہ پتا چل جاتا ان کی حالت کس طرح تھی وہ کتابیں پکڑ کر کبھی ادھر بھاگ رہے تھے، کبھی ادھر بھاگ رہے تھے۔ چونکہ وہ مفاد عامہ کی قرارداد ہماری طرف سے آئی تھی تو اس لئے میں وزیر خزانہ سے یہ کہوں گا کہ آپ جو اچھے کام کر رہے ہیں اگر اس میں ہمارا حصہ ہے تو اس کو appreciate کریں اور یہاں پر یہ لکھیں کہ وہ کون سے لوگ تھے جنہوں نے پراپرٹی ٹیکس پر چھوٹ دی، وہ اپوزیشن کو کریڈٹ جاتا ہے۔

جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے بجٹ تقریر میں کہا کہ یہ کس حکومت کا اعزاز ہے کہ اس کے دور میں میٹرک کی تعلیم مفت کی گئی اور فلاں کیا گیا، ایک کلاس سے دہم کلاس تک ایک ارب 83 کروڑ روپے دیئے گئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کاش! ہمارے وزیر خزانہ یہ کہتے کہ یہ کس حکومت کا اعزاز ہے کہ اس کے دور میں سیاسی وفاداریاں خریدی گئیں، مخالفین پر جھوٹے مقدمات درج کئے گئے اور ہمیں حق بات کہنے پر پندرہ پندرہ دن کے لئے ہاؤس سے باہر نکالا گیا، ڈپٹی اپوزیشن لیڈر پر حملہ کیا گیا، ان کو اٹھا کر ویرانے میں لے جا کر ان کے جسم پر کٹ لگائے گئے۔ یہ ان کا ماضی ہے کہ انہوں نے ظلم و بربریت کا بازار گرم کئے رکھا اس پر تو ہمیں شرم آنی چاہئے نہ کہ ہمارا سر فخر سے بلند ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ اس وقت کے حکمرانوں نے جو آج یہاں پر دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر ایک بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ نئی یونیورسٹیوں کے قیام کے لئے جو انہوں نے کہا ہے کہ یہ 26 ہزار ایکڑ اراضی کس نے فراہم کی ہے؟ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کی حکومت کے زیر سایہ فیصل آباد کی جی۔ سی یونیورسٹی کا وائس چانسلر حوا کی بیٹی کے سر سے چادر چھیننے کی

کوشش کرے اور صوبہ پنجاب کا گورنر اس کی پشت پناہی کرے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی موجودگی میں، میں یہاں پر حلف اٹھا کر بات کروں کہ وہ morally بھی کرپٹ ہے اور financially بھی کرپٹ ہے اور وہ اب بھی جی۔ سی یونیورسٹی میں تعینات ہو تو پھر پڑھا لکھا پنجاب کا خواب کدھر گیا اور ویژن 2020 کا کیا بنا؟ ہمیں یہ چاہئے کہ جو بات ہم یہاں پر کرتے ہیں، ہم جن issues کی نشاندہی کرتے ہیں اس پر ٹریژری بنچز کو چاہئے کہ اس پر عملدرآمد کروائیں۔ ہمارا اس بات پر استدلال ہے کہ صوبہ پنجاب کے جو مظلوم اور محکوم عوام ہیں بلکہ موجودہ حکمرانوں نے پورے پاکستان کو گروی رکھ دیا ہے۔ آگے چل کر انہوں نے بجٹ تقریر میں یہ کہا ہے کہ ہماری حکومت پہلے دن سے ہی عوام کو خدمات کی فراہمی پر بھرپور توجہ دے رہی ہے۔ وزیر خزانہ ذرا نوٹ فرمائیں کہ صوبائی حکومت کا اولین فرض بھی یہی ہے کہ تعلیم، صحت، آب رسانی اور نکاسی کے اہم سوشل سیکٹر کو زیادہ سے زیادہ وسائل مہیا کرے۔ جب یہ خود مانتے ہیں کہ کسی بھی صوبائی حکومت کا یہ فرض اولین ہوتا ہے کہ وہ نکاسی آب اور پینے کا صاف پانی فراہم کرے، مفت ادویات فراہم کرے تو پھر مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ:

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

جناب سپیکر! جب فیصل آباد کی ماؤں کی گودیں چھن گئیں، ان کے لخت جگر گندا پانی پینے سے ہلاک ہو گئے تو پھر پندرہ روز بعد وہاں پر وزیر اعلیٰ تشریف لے گئے اور انہوں نے کہا کہ تمام پرانی پائپ لائنیں ختم کر دی جائیں اور نئی بچھائی جائیں۔ ہم نے اس سے ایک سال قبل اپریل میں یہاں پر یہ ڈھنڈورا پیٹا تھا، ہم نے یہ فریاد کی تھی اور ہم نے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ فیصل آباد کے اندر جو پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے اور ریونیو جنریٹنگ میں پاکستان کا دوسرا بڑا شہر ہے، اس پر توجہ دی جائے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! Point of explanation

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میں آپ کو بتاتا ہوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک سال پہلے انہوں نے یہاں پر اس بات کا رونا رویا اور بتایا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ غلط بیانی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو مسئلہ وہاں پر پائپ لائنوں کا ہے وہ آج کا نہیں پچاس سال پہلے کا ہے۔ یہ پچاس سال پہلے کیوں نہیں بولتے رہے؟ آج انہوں نے بات کی یا پچھلے سال بات کی ہے، میں یہ defend نہیں کرتا کہ ہمارے پاس کیوں کام آیا؟ مگر اس گورنمنٹ کی اور اس عوام کی خوش نصیبی ہے کہ اس topic پر پچاس سال میں پہلی دفعہ یہ کام ہونا شروع ہوا ہے اور اس پر جو تخمینہ لگایا گیا اور بجٹ میں جو فنڈ رکھا گیا ہے وہ 6۔ارب روپے ہے۔ اب یہ باتیں ایک خوشحالی کی طرف کا پیغام ہیں جس کو ہمارے اپوزیشن بھائی اتنا مروڑ کر بات کرتے ہیں جس کا لب لباب کچھ اور نکلتا ہے اور موقف یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ شاید کسی محتاجی یا کسی غلط بیانی سے کام لے رہی ہے۔ اگر ہم نے عوام کو وہاں پر سہولیات فراہم کرنے کے لئے پہلا step اٹھایا ہے تو They should have the courage to appreciate instead of کہ یہ ہمیں oppose کریں۔ میری تو صرف یہ بات ہے باقی فاضل رکن کی جو باتیں ہیں وہ ہم سن رہے ہیں۔ اگر آپ اپوزیشن کو ٹائم دیتے ہیں تو براہ مہربانی ہمیں بھی کچھ ٹائم دیجئے تاکہ ہم بھی کچھ explanation کر لیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی گزارش ہے کہ ان کو ٹائم بھی کچھ زیادہ مل رہا ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: You are alleging that I am not giving time to you but I am giving time to both sides.

جیسے سپیکر صاحب لسٹ یہاں پر بنا کر دے گئے ہیں، ایک سپیکر ٹریژری بنچز سے ایک سپیکر اپوزیشن کی طرف سے ہوتا ہے۔

Basically it is the right of every member to speak on the budget and you should not make it personal.

یہ ہر ممبر کا حق ہے، آپ کو بھی ٹائم دیا جاتا ہے ان کو بھی دیا جاتا ہے۔ I am here to give time to everybody جو لسٹ بنی ہوئی ہے اس کے مطابق ہی میں چل رہا ہوں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میری request یہ ہے کہ ٹائم زیادہ دینے اور کم دینے کی بات ہے۔ صرف گزارش یہ ہے کہ آپ ٹائم بالکل ٹھیک دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ بیٹھے ہیں تو میں یہاں ساری رات بیٹھنے کے لئے تیار ہوں۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: ہم بیٹھے ہیں جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ بیٹھے ہیں تو

I am here and I will sit for the entire night and everyone will be given a chance to speak.

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جس طرح آپ خوش اسلوبی سے اس معاملے کو لے کر چل رہے ہیں تو میں گیلانی صاحب سے گزارش کروں گا کہ جس طرح بجٹ کی بحث پر طے ہوا ہے یہ اسی طرح سے چلنے دیں۔ یہاں پر فاضل ممبر جو اپوزیشن کی طرف سے بات کرتے ہیں وہ ہر محکمے کو touch کرتے ہیں۔ اگر ہر محکمے کا منسٹر اٹھ کر اپنی وضاحت کرنا شروع کر دے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ فنانس منسٹر بعد میں wind up تقریر کریں گے تو میں کہوں گا کہ جو بھی یہاں پر منسٹرز بیٹھے ہیں وہ اپنے محکمے کا سن کر فوراً کھڑے نہ ہو جائیں کہ مجھے یہ وضاحت کرنی ہے کہ گیسٹر و پر کیا ہو رہا ہے؟ ایک ممبر کا اپنا point of view ہے اس حوالے سے بعد میں فنانس منسٹر بتائیں گے۔ اگر یہاں پر ایجوکیشن پر بات کریں گے تو ایجوکیشن منسٹر کھڑا ہو جائے گا، ہاؤسنگ پر بات کریں گے تو وہ کھڑا ہو جائے گا، اریگیشن پر بات کریں گے تو اریگیشن منسٹر کھڑا ہو جائے گا۔ اس طرح تو یہ debate نہیں چل سکتی۔ میں آپ کی وساطت سے یہاں کے منسٹر صاحبان سے گزارش کروں گا کہ بحث کا جو طریقہ ہے اس کو اسی طرح چلنے دیں تاکہ کل فنانس منسٹر اس کو wind up کر سکیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نہایت احسن طریقے سے اس ہاؤس کو چلا رہے ہیں اور اس کا ثبوت ہے جس طرح سے آپ نے ہاؤس کا ٹائم بھی extend کیا ہے۔ سمیع اللہ خان صاحب دوسروں کو منع کر رہے ہیں آپ ریکارڈ چلا کر count کر لیجئے گا یہ خود چھٹی دفعہ کھڑے ہوئے ہیں ان کا کھڑا ہونے کا کیا رول ہے؟ بات صرف اتنی ہے کہ اگر طریق کار طے کیا گیا ہے کہ دس منٹ ایک سپیکر کے لئے ہیں یا تو کوئی دوسرے سپیکر surrender کر دیں کہ میں اپنا ٹائم ان کو دیتا ہوں اور میں تقریر نہیں کروں گا۔ اب اگر ایک شخص کو 45 منٹ دے دیئے جائیں

گے اور دوسرے کے لئے آٹھ منٹ کے بعد گھنٹی بج جائے گی تو یہ صرف جناب کی توجہ دلانے کے لئے گزارش کی گئی ہے۔ ہمیں آپ پر مکمل یقین ہے، آپ ایک نہایت ہی شفیق اور نہایت ہی مہربان سپیکر ہیں۔ صرف اتنی گزارش ہے کہ جو ٹائم متعین کیا گیا ہے اس ٹائم پر گھنٹی بج جائے تو اس سے heart burning نہیں ہوگی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری کوشش ہوتی ہے کہ جس کا ٹائم ہوتا ہے میں گھنٹی ضرور دیتا ہوں۔ کئی صاحبان مقرر کردہ ٹائم سے زیادہ وقت لے جاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ They should control themselves میرے پاس کوئی ایسا ڈنڈا تو نہیں کہ میں انہیں بٹھا دوں۔ میں درخواست کر سکتا ہوں کہ دس منٹ سے زیادہ نہ لیں۔ ہر ایک کا حق ہے جب دس منٹ ہوتے ہیں یا آٹھ منٹ ہوتے ہیں تو میں گھنٹی بجاتا ہوں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! چونکہ چودھری ظہیر صاحب نے جب یہ جرنیلی حکمران ہمارے اوپر سوار ہونے کے لئے آرہے تھے تو انہوں نے جنرل مشرف کی تصویر لگا کر سب سے پہلا پبلک سیکرٹریٹ کھولا تھا۔ ان کو ڈکٹیشن لینے اور دینے کی عادت ہو چکی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: I don't take dictation from anybody براہ مہربانی! آپ بات کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! وہ سیکرٹریٹ اب بھی موجود ہے اور رہے گا۔

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! مجھے ان کی اس بات پر بڑا اعتراض ہے کہ وہ ایک جمہوری پارٹی کے فرد ہونے کے ناتے سے، ایک جمہوری صوبے کے وزیر ہونے کے ناتے سے، ایک جمہوری جماعت کے جنرل سیکرٹری ہونے کے ناتے سے وہ یہ بات کہتے ہیں کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے جنرل کی تصویر لگائی ہوئی تھی۔ انہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: گجر صاحب! اس وقت وہ صدر پاکستان ہیں اور ہمیں ہر لحاظ سے ان کا احترام کرنا چاہئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میری ذات کے حوالے سے بات ہوئی ہے اس لئے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے بھائی کا بڑا احترام ہے۔ یہ صرف بجٹ کے دنوں میں تشریف

لاتے ہیں اور اپنی جذباتی باتوں کے ساتھ ماحول کو گرمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جس کے ساتھ ہیں کھل کر اسی کے ساتھ ہیں۔ یہ جرنیل کی بات اور کبھی وردی کی بات کرتے ہیں۔ ہم صدر مشرف کے ساتھ ہیں وہ کسی کپڑوں میں بھی ہو اس کے ساتھ ہیں اور اس بات سے مکرتے نہیں ہیں۔ یہ کل جنرل جیلانی کے ساتھ تھے اور آج مکر رہے ہیں۔ کل پھر یہ اسی جنرل کے پاس آئیں گے ان میں سے بہت سے ایسے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جن کے ہمارے ساتھ ابھی بھی رابطے ہیں اور وہ ایک ایک کر کے آتے جا رہے ہیں یہ بھی ان میں سے ہوں گے۔ ایک دن ہوگا کہ یہ اصغر گجر ادھر ہوگا اور اس کو سلام بھی کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں اور کافی دیر ہو گئی ہے آپ wind up کریں۔ میرے پاس ایک لمبی لسٹ موجود ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میرا ٹائم تو یہ لے کر جا رہے ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ جب حکمرانوں کے دل درد سے خالی ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑیں اور بجٹ پر بات کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں بجٹ پر ہی آ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ اعجاز احمد: جب حکمرانوں کے دل درد سے خالی ہوں اور باتیں بصیرت سے خالی ہوں اور دعوے حقیقت سے خالی ہوں تو اس وقت عوام کی یہی حالت ہوتی ہے کہ ان کے پیٹ روٹی سے خالی ہوتے ہیں اور ان کی جیبیں پیسوں سے خالی ہوتی ہیں اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے خالی ہوتی ہیں۔ یہ وہ حکمران ہیں جن کے بارے میں مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ:-

اس رعونت سے وہ جیتے ہیں کہ مرنا ہی نہیں
تخت پر بیٹھے ہیں ایسے جیسے اترنا ہی نہیں
یوں ماہ و انجم کی وادی میں اڑے پھرتے ہیں یہ
خاک کے ذروں پر جیسے پاؤں دھرنا ہی نہیں
ان کا دعویٰ ہے کہ سورج بھی انہی کا ہے غلام
شب جو ہم پر آئی ہے اس کو گزرنا ہی نہیں

انتہا کر لیں ستم کہ لوگ ابھی ہیں خواب میں
جاگ اٹھے جب یہ لوگ ان کو ٹھہرنا ہی نہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ جنرل صاحب جس وردی میں بھی ہوں، جس لباس میں بھی ہوں یہ ان کے ساتھ ہوں گے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جنرل مشرف نے آج وردی اتاری تو اقتدار کا ٹائی ٹینک سمندر میں ڈوبنا شروع ہو جائے گا اور یہ ان کے ساتھ بالکل نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر! میں بات کر رہا تھا کہ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے انہوں نے فرمایا ہے کہ 8۔ارب روپے کے بجٹ کو بڑھا کر اس کو 20۔ارب روپے سے زائد کر دیا ہے۔ اگر آپ 30 سالہ کارکردگی ملاحظہ فرمائیں اور اگر آپ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے یہاں پر ہونے والی گفتگو ملاحظہ فرمائیں اور اگر آپ ڈی آئی جی ہاؤسز کا، ڈی پی او ہاؤسز کا اور ہوم منسٹری کا دیا ہوا فگر ملاحظہ فرمائیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صوبے کے اندر نہ تو کوئی لاء ہے اور نہ ہی کوئی آرڈر ہے اگر کوئی ہے تو وہ صرف لاء منسٹر ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بات ذمہ داری سے کرتا ہوں اور یہ بات اس سے پہلے بھی ہوئی ہے کہ محترم لاء منسٹر صاحب اگر چار دن کے لئے مری چھٹیاں گزارنے چلے جائیں تو یہ حکومت افغانستان چلی جائے۔ ان کے پلے کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ حکومت کو احساس ہے کہ عوام کے جان و مال کی حفاظت اس کا اولین فرض ہے جس کے لئے وسائل کی فراہمی میں بخل اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارنے والی بات ہے۔ میں یا ہمارے اپوزیشن کے لوگ یا ٹریژری بنچز سے کوئی بھی یہ شخص نہیں چاہے گا کہ پولیس کو آپ facilitate نہ کرے، آپ شاہرات پر پٹرولنگ پوسٹیں نہ بنائیں۔

جناب سپیکر! وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے دور میں عوام بھی اس بات کے گواہ ہیں اور جو اس وقت ان کی کابینہ میں بیٹھے تھے اور آج بھی کابینہ میں بیٹھے ہیں یہ بھی گواہ ہیں کہ ایک مثالی دور تھا اور اس میں لاء اینڈ آرڈر بھرپور طریقے سے کنٹرول میں تھا اور جب کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی تھی تو وزیراعلیٰ پنجاب کا ہیلی کاپٹر اڑ کر اس گھر کی دہلیز پر پہنچا کرتا تھا اور آج سٹریٹ کرائم میں سو فیصد اضافہ ہو رہا ہے، آج ہماری معزز ایم پی اے فائزہ ملک کو پی سی ہوٹل کے باہر ان کے خاوند کی موجودگی میں گن پوائنٹ پر لوٹ لیا جاتا ہے۔ اگر میں اپنی بات کروں گا تو یہ

ہوگا کہ میں اپنی بات کا رونا رو رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ میرے گھر میں جب چوری ہوئی جو آج تک trace نہیں ہو سکی۔ عام آدمی کا کیا حال ہوگا؟

جناب سپیکر! لوگ مہنگائی کے اژدھا کے منہ پر ہیں اور یہ اژدہا لوگوں کو نگل رہا ہے۔ یہاں پر آبی ذخائر بنانے کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن لوگوں کو صاف پانی میسر نہیں۔ اگر ڈاکٹر جاوید صدیقی نے کہا ہے کہ چولستان کے اندر جانور اور انسان ایک جگہ سے پانی پیتے ہیں تو یہ میں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم لوگ اقبال چنڑ صاحب کی دعوت پر چولستان گئے تھے اور ہم نے خود دیکھا کہ چولستان میں انسان اور جانور اکٹھے پانی پی رہے ہیں۔ یہ صرف بلند و بانگ دعوے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ access to justice کے لئے ہم عدالتوں کے انفراسٹرکچر اور انتظامی صلاحیتوں میں اضافہ کے لئے سات کروڑ روپے کا ڈویلپمنٹ کا بجٹ تجویز کیا ہے۔ جب تک ملک کی عدالتیں آزاد نہیں ہوتیں، کیا اسی صوبہ پنجاب کے ایک ریٹرننگ آفیسر نے انہی کی پارٹی کے نائب صدر لیفٹیننٹ جنرل عبدالمجید ملک کی سند کو مشکوک قرار نہیں دیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ بجٹ تقریر کر رہے ہیں؟ تنقید ہی نہ کریں تجویز بھی دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں تجویز ہی دے رہا ہوں۔ انہوں نے سات کروڑ روپے کی ڈویلپمنٹ کا بجٹ رکھا ہے کہ انصاف کی فراہمی کو سستا کیا جائے اور عدالتوں کے انفراسٹرکچر اور انتظامی صلاحیت میں اضافہ کیا جائے تو جب تک آپ کے ملک کی جوڈیشری آزاد نہیں ہوتی، جب تک ملک کے اندر اگر ایک بندے کی انتخابی عذرداری پر اگلا الیکشن آنے تک شنوائی نہیں ہوتی اور دوسری طرف وزیراعلیٰ پنجاب کی خواہش کے برعکس ایک ڈسٹرکٹ ناظم بننا چاہتا ہے تو اس کی ڈگری کے لئے نئی اصطلاع نکالی جس پر واشنگٹن پوسٹ اور دنیا کے تمام اخبارات نے کالم لکھے کہ آرمی کا انٹرنل سسٹم اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ اس کا لیفٹیننٹ جنرل جنہوں نے آرمی کو serve کیا، کی ڈگری کی ایک نئی اصطلاع نکال دی کہ وہ جعلی ہے نہ اصلی بلکہ "مشکوک" قرار دے دی ہے۔ مشکوک تو عورت ہوا کرتی ہے یا بندے ہوا کرتے ہیں یا حرکات ہوا کرتی ہیں۔ کبھی سند بھی آج تک مشکوک ہوئی ہے؟ انہوں نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ان کو سن کر شرم آتی ہے۔

جناب سپیکر! آگے ملاحظہ فرمائیں کہ ملک میں اشیائے خورد و نوش کی بڑھتی ہوئی قیمتیں عوام کے لئے تشویش کا باعث ہیں اور گرانی کی اس لہر کی ایک بنیادی وجہ بین الاقوامی منڈی میں تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں جو حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں۔ جناب! یہ چودھری صاحب پریشان

ہیں اور میں نے ان کے سیکر ٹریٹ کی کیا بات کر دی کہ یہ پوری تقریر کا جواب بیٹھے بیٹھے ہی دے رہے ہیں۔ان کا یہ رویہ ملاحظہ فرمائیں کیونکہ یہ وزارت کے ایک اعلیٰ عہدے پر متمکن ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! wind up کریں۔ میرا خیال ہے میں نے آپ کو سوا تین بجے بلایا ہے اور اب چار بج رہے ہیں جبکہ باقی لوگوں نے بھی تقریر کرنی ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں wind up کرنے والا ہوں۔آپ انہیں خاموش کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔جی، شیخ صاحب! آپ بجٹ پر آئیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! میں بجٹ پر ہی آ رہا ہوں۔انہوں نے کہا ہے کہ قیمتیں حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں جب صوبے کا وزیر خزانہ اس بات کو on the floor of the House confess کرے کہ قیمتیں حکومت کے کنٹرول سے باہر ہیں تو پھر ہمارا موقف درست ثابت ہو گیا ہے کہ ان کے کنٹرول میں کوئی چیز نہیں ہے۔انہوں نے صوبہ پنجاب کے عوام کے لئے سبسڈی دی ہے اور پہلے ملک کے حکمران بھکاری تھے اور اب انہوں نے قوم کو بھکاری بنا کر لائنوں میں کھڑا کر دیا ہے۔جس ملک کے اندر کروڑوں کی آبادی پر صرف 10 فیصد غریب عوام کو یوٹیلٹی سٹور پر دالیں، گھی اور چینی میسر آئیں تو پھر آپ مجھے فرمائیں کہ روجھان گاؤں جو دور دراز کا ایک علاقہ ہے تو وہاں گاڑی پر یا گدھا گاڑی پر بیٹھ کر ان کی اس تجویز پر غریب آدمی کہاں سے جا کر چینی اور آٹا لے کر آئے گا۔انہوں نے 10 فیصد کو facilitate کر کے صوبہ پنجاب کے پسے ہوئے مظلوم عوام کے ساتھ بہت بڑا مذاق کیا ہے اور میں یہ بات ذمہ داری کے ساتھ کرتا ہوں کہ یوٹیلٹی سٹوروں پر فراہم کی جانے والی چینی انتہائی substandard ہے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ نیئر مرتضیٰ لون کی طرف سے چینی ٹھیک ہے کی آوازیں)

جناب سپیکر! یہ محترمہ جب لائن میں لگیں تو انہیں پتا چل جائے کہ بہت اچھی ہے یا بہت بُری۔یہ کبھی لائن میں نہیں لگیں اور یہ جب لائن میں لگ کر چینی خریدیں گی تو انہیں پتا چلے گا۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی بجٹ speech کے اندر یہ request کی تھی کہ فیصل آباد ملک کا تیسرا بڑا شہر ہے اور چودھری ظہیر صاحب کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے پہلا سیکرٹریٹ قائم کیا جو کہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔وہاں پر ڈینٹل کالج نہیں ہے۔کیا چودھری ظہیر صاحب نے یہ سوچا ہے کہ فیصل آباد ان کا اپنا شہر ہے تو وہاں پر ڈینٹل کالج ہونا چاہئے۔یہ کبھی نہیں سوچا اور ہم نے پچھلی مرتبہ on the floor of the House یہ request کی تھی۔آپ کہتے ہیں کہ تجاویز

دیں ہماری تجویز سنتا ہی کوئی نہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے میری تجویز یہ ہے کہ فیصل آباد کا ڈی آئی جی ہاؤس جس میں وہ رہائش پذیر ہیں، راجہ بشارت صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ پنجاب کے تمام ڈی آئی جی صاحبان کے گھروں سے بڑا گھر ہے جس میں وہ براجمان ہیں تو میری حکومت پنجاب سے یہ تجویز ہے کہ یہ تعصب کی عینک لگائے بغیر میری اس تجویز پر غور کریں کہ ایران کے صدر محمود احمدی نژاد پورے امریکہ اور ان کے آقاؤں کو گھور کر بانگ دہل پکار رہا ہے وہ تین مرلہ کے فلیٹ میں رہتا ہے۔ ڈی پی او ہاؤسز، ڈی آئی جی ہاؤسز اور ڈی سی او ز ہاؤسز، اور ڈی پی او فیصل آباد، ڈی سی او فیصل آباد اور ڈی آئی جی فیصل آباد سے مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن میری صرف اتنی گزارش ہے کہ ان کی اتنے بڑے حجم پر مبنی رہائش گاہوں کو، سکیڑ کر 10 مرلے پر لے آئیں اور باقی کانسٹیبلوں، سپاہیوں اور سب انسپکٹرز میں تقسیم کریں جس کے پانچ پانچ بچے ہیں اور۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔ next ہے جی، میاں محمد لطیف پنوار!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں ابھی مکمل ہی کرنے والا ہوں اور آپ نے دوسروں کو 45 منٹ بھی دیئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ کو اس سے بھی زیادہ ٹائم دیا ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔ جی، لطیف پنوار صاحب!

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! بہت مہربانی۔ سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب اور وزیر خزانہ سردار حسنین بہادر دریشک کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کی تاریخ میں ایک تاریخی بجٹ پیش کیا اور اس بجٹ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام شعبہ ہائے زندگی کو cover کیا ہے اور اس میں ہر شعبے کا پوری طرح سے خیال رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک بات بڑی واضح کرنی چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اپوزیشن کتنی ہی تنقید کیوں نہ کرتی رہے کہ اس چار سالہ دور کے اندر پنجاب میں جتنی ترقی کی ہے اور خصوصاً پنجاب کے اندر سڑکوں کا جو جال بچھایا گیا ہے اور اپوزیشن والے بھی جب اسمبلی سے باہر جاتے ہیں تو اس چیز کی تعریف کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے واقعی 1947 سے لے کر کسی نے بھی اتنی بڑی کوشش نہیں کی اور اتنے زیادہ ترقیاتی فنڈز نہیں دیئے۔

جناب سپیکر! جہاں حکومت اتنی محنت اور کوشش کرتی ہے اور بجٹ بناتی ہے اور عوام کو ریلیف دیتی ہے تو وہاں پر میں کچھ ایسے حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں جو کہ اس بجٹ کے ثمرات ہوتے ہیں، عوام تک جانے میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک چیز تو زراعت ہے اور سب سے پہلے میں زراعت کو لیتا ہوں کہ زراعت کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس کے main ingredients میں کھاد، پانی کے لئے ڈیزل ہوتا ہے، نہروں میں پانی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ پیسٹی سائیڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Time is further extended for half an hour.

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! کھاد کی قیمتیں بجٹ کے ساتھ بغیر کسی تعلق کے ہی بڑھتی رہتی ہیں جو ایک بہت بڑا draw back ہے۔ نہروں میں اس وقت پانی بہت کم ہو گیا ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ڈیم نہ بننے کی وجہ سے پانی ختم ہو گیا ہے۔ اس کے اندر میں ایک اور چیز کی بھی وضاحت کروں گا کہ خصوصاً لوئر پنجاب کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے کہ اپر پنجاب کے اندر نہریں تقریباً سارا سال چلتی رہتی ہیں لیکن ہماری نہریں جو ہوتی ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اریگیشن منسٹر صاحب! آپ کے محکمے سے متعلق بات ہو رہی ہے۔

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! اپر پنجاب کی نہریں سارا سال چلتی ہیں لیکن ہمارے جنوبی پنجاب کی نہریں ششماہی ہوتی ہیں۔ اس دفعہ خاص طور پر جو بہت بڑی زیادتی کی گئی کہ نہروں کو 15۔ اپریل کو چلنا تھا لیکن 15۔ مئی تک میری سیکرٹری صاحب سے تقریباً چھ مرتبہ بات ہوئی لیکن وہ ہر دفعہ حیلے بہانے کر کے یہی کہتے تھے کہ پانی نہیں ہے پانی نہیں ہے لیکن بد قسمتی سے ہاکڑا نہر ٹوٹنے کی وجہ سے جس وقت آگے پانی گیا تو ان کو پھر مجبوراً 15۔ مئی کے بعد نہریں چلانا پڑیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب منسٹر بھی یہاں موجود ہیں یہ ہمارے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے بجائے اس کے کہ جنوبی پنجاب کو پانی دیں سیکرٹری صاحب روزانہ نئے نئے دلائل ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ کون سے ایسے دلائل دیئے جائیں جس سے یہ خاموش ہو جائیں اور جب ان کے پاس دلائل نہیں ہوتے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ میں ڈائریکٹر صاحب کو کہتا ہوں وہ آپ کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ یعنی اگر پانی نہیں ہے تو پورے پنجاب میں کہیں بھی نہیں ہونا چاہئے اگر ہے تو اس کی پورے پنجاب میں ایک جیسی تقسیم ہونی چاہئے نہ کہ اس کے اندر ایک تفریق کی جائے کہ اپر پنجاب کی نہریں سارا

سال چلتی رہے اور جنوبی پنجاب کے لئے پانی روک دیا جائے۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے کسانوں کے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ pesticide company کی رجسٹریشن کے لئے پہلے گورنمنٹ کے رولز میں تھا کہ ہر کمپنی تین ایگری گریجوایٹ رکھے گی۔ تین ایگری گریجوایٹ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کمپنی ایک گریجوایٹ کو رکھنے کے لئے تیس سے پینتیس ہزار روپے کا خرچہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد گورنمنٹ نے پچھلے سال قانون تبدیل کر دیا ہے کہ تین کی بجائے دس بندے رکھے جائیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک pesticide company جہاں ایک لاکھ روپے برداشت کر رہی تھی اس کو اب ساڑھے چار سے پانچ لاکھ روپے برداشت کرنا پڑ رہا ہے اور وہ کمپنی جو ساڑھے چار لاکھ روپے اضافی ادا کر رہی ہے وہ سارے کا سارا کسانوں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا اور وہ سارے کا سارا بوجھ کسان اٹھائے گا حالانکہ اس کا کسی قسم کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے۔ سندھ، بلوچستان اور سرحد میں جو بھی کمپنیاں رجسٹرڈ ہیں وہ تین ایگری گریجوایٹ کے ساتھ چل رہی ہیں لیکن پنجاب کے اندر ہماری بیوروکریسی نے صرف اپنی جیبیں گرم کرنے کے لئے کہ جس وقت تین ایگری گریجوایٹ تھے ہر کمپنی آسانی سے تین بندے برداشت کر سکتی تھی جس وقت دس بندے ہوں گے تو وہاں کرپٹ افسران کو ایک پوائنٹ ہاتھ آ جائے گا اور وہ ہر کمپنی سے جا کر منتھلیاں وصول کریں گے اور یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے ہمارے جنوبی پنجاب کے کسانوں کے ساتھ کہ وہ اتنے بھاری خرچے برداشت نہیں کر سکتے اور یہ ان کے ساتھ زبردستی لگا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے فنڈز کی allocation کے بارے میں انہوں نے بتایا ہے کہ جنوبی پنجاب کو جو فنڈز دیئے جاتے ہیں وہ صحیح طرح سے consume نہیں ہوتے تو جناب میں اس میں حکومت کو تو الزام نہیں دیتا حکومت تو اپنی طرف سے فنڈز صحیح طریقے سے allocate کرتی ہے لیکن آگے جو ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا نظام بنایا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ڈویلپمنٹ کے راستے میں یہ بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ جو چیز بہت زیادہ قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں جب بھرتیاں ہوتی ہیں تو میٹرک کوالیفکیشن یا تو نائب قاصد کے لئے رکھی جاتی ہے یا پھر کانسٹیبل کے لئے رکھی جاتی ہے اور جو ڈسٹرکٹ ناظم ہوتا ہے جس کی territory کے اندر چار ایم این ایز اور دس ایم پی ایز آتے ہیں اس کی کوالیفکیشن بھی میٹرک رکھی گئی ہے۔ اب آپ خود سوچیں کہ ایک میٹرک لیول کے بندے کا مینٹل لیول کیا ہو گا اس کی سوچ کس طرح کی ہو گی اس کی وجہ یہی ہے کہ

ہمارے ڈسٹرکٹ ناظمین کے ذریعے جو ڈویلپمنٹ ہونی ہوتی ہے اس میں انہوں نے priorities رکھی ہوتی ہیں کہ اپنے پسندیدہ بندے اور اپنے آبائی حلقوں کے اندر ڈویلپمنٹ فنڈ لگایا جاتا ہے اس کے علاوہ جو بھی ایم پی ایز ہوں یا عوامی نمائندے ہوتے ہیں جو ان کے مزاج کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے ان کے فنڈز روک دیئے جاتے ہیں اور پورا پورا سال فنڈز پڑے رہتے ہیں لیکن ان کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ میں اس میں خاص طور پر بہاولپور کی مثال دوں گا کہ وہاں بھی ایسے ہی ہو رہا ہے۔ تعلیم کے لئے missing facilities جو دی گئی تھی پچھلے دو سال سے ان فنڈز کو وہ ایم پی ایز جو ان کے خلاف ہیں ان کو دو سال سے missing facilities کے ہیڈ میں consume نہیں کیا گیا یہ بھی ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ اسی طریقے سے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اور بھی ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے کہ جو بھی مخالف ہوتے ہیں ان کے ساتھ وہ زیادتی کرتے ہیں اگر جرائم پیشہ لوگ ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں تو صرف اس بنا پر کہ چونکہ وہ ان کے سیاسی طور پر مخالف ہوتے ہیں اس چیز کو ڈسٹرکٹ ناظمین سپورٹ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں بات کروں گا۔ گورنمنٹ لاء اینڈ آرڈر پر بڑی خطیر رقم خرچ کرتی ہے لیکن اس کے رزلٹ ابھی تک ویسے نہیں مل رہے ہیں جیسے ملنے چاہیئں۔ پہلے تو میں پٹرولنگ پوسٹ کی بات کروں گا کہ ابھی تک میڈیا نے ان کے بارے میں کچھ بھی mention نہیں کیا۔ میں لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں، میں لاہور شہر کے اندر کی ایک چھوٹی سی مثال دوں گا۔ پولیس اس وردی میں لوگوں کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی کر رہی ہے۔ میں نے اس پر تحریک التوائے کار بھی دی تھی کہ بہاولپور سے ایک آدمی جو دکاندار تھا لاہور شہر میں سامان خریدنے کے لئے آیا جب وہ شاہ عالمی کے نزدیک پہنچا تو یہاں ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے چار پولیس کی وردی میں آدمی اترے اور اس کے پاس اڑھائی لاکھ روپے تھے وہ لے لئے اور اس سے کہا کہ تم جعلی کرنسی کا کاروبار کرتے ہو پھر انہوں نے موبائل فون کر کے ایک اور پولیس والے کو بلایا جو پولیس کی موٹر سائیکل پر آیا اور اس کو موچی گیٹ تھانہ لے گئے وہاں جا کر انہوں نے محرر کے کمرے میں بٹھا دیا اس کے بعد دونوں آدمی وہاں سے چلے گئے پھر محرر نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آئے ہو تو اس نے بتایا کہ یہ دونوں پولیس والے مجھے یہاں لے کر آئے ہیں اور انہوں نے میرا اڑھائی لاکھ روپیہ بھی لے لیا ہے اس محرر نے کہا کہ میں تو کسی پولیس والے کو نہیں جانتا۔ اب آپ سوچیں کہ اس لاہور شہر کے اندر پولیس کی وردیوں میں پولیس کے موٹر سائیکل پر لوگ کس طرح کے جرائم

کرتے پھر رہے ہیں اور میں نے اس پر تحریک التوائے کار بھی دی تھی لیکن ابھی تک کسی قسم کا کوئیreasonable جواب نہیں آ سکا۔یہ دیکھیں کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ لوگ جن کو ہم نے اپنا محافظ بنایاہے اور جو لوگ ہمیں تحفظ دینے کے لئے ہیں جن کے بارے میں ہم ہر سال یہی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے فنڈز بڑھا دئیے ہیں اور ان کو اتناfacilitate کر رہے ہیں وہ جرائم پیشہ بن کر اور مجرم بن کر ہمارے ان لوگوں کو جن کو تحفظ دینا تھا ان کو لوٹتے پھر رہے ہیں۔اس وقت لاء منسٹر صاحب نہیں بیٹھے ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ اس بارے میں کچھ کریں اور ایسے جرائم پیشہ لوگوں کے خلاف ایکشن ہونا چاہئے۔یہی میری چند ایک تجاویز تھیں جو میں نے پیش کر دی ہیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر:اب ہیں محترمہ پروین سکندر گل!

محترمہ پروین سکندر گل:جناب سپیکر!میں آج نہیں بولنا چاہتی میں کل بولنا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:ٹھیک ہے۔اگلی مقرر ہیں محترمہ فائزہ احمد!

محترمہ فائزہ احمد:شکریہ۔جناب سپیکر!کہ آپ نے مجھے بجٹ 07-2006 پر بات کرنے کا صبح سے لے کر آخر میں موقع دیا۔میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ بجٹ اس ملک کی ایک اہم دستاویز ہوتی ہے جو صوبے کے عوام کی زندگی پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے یہ بات بڑے افسوس سے کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارے صوبے میں یہ چوتھا بجٹ ہے جو بجٹ ممبران صوبائی اسمبلی کی تجاویز اور ان کی آراء کے بغیر ہر سال بنا کر اس صوبے کے عوام پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ہماری ممبران اسمبلی کی جو فنانس کمیٹی جو بنی ہوئی ہے، میں کہنا چاہوں گی کہ میرا خیال ہے کہ باقی ممبران کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تو کیا فنانس کمیٹی کے جو ممبران ہیں ان کی بھی رائے اس میں شامل نہیں ہوتی تو یہ بجٹ جو ہے یہ کیسا بجٹ ہے جو اس صوبہ کے عوام کو ریلیف دینے کے لئے بنایا گیا ہے اور کہا یہ جا رہا ہے، پچھلے تین دن سے یہ رونا رویا جا رہا ہے کہ یہ بجٹ جو ہے یہ ٹیکس فری بجٹ ہے۔یہ بجٹ جو ہے یہ اس صوبہ کے عوام کی صحت کے اوپر بہت اچھا اثر ڈالے گا۔اس صوبہ کے عوام کو روٹی فری میسر آئے گی اور اس صوبہ کے عوام کی تکالیف جادو کے زور پر دنوں میں ختم کر دی جائیں گی۔ میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ بجٹ جو ہے جس طرح ہمارے ہمسایہ ممالک ہیں، وہاں پر بجٹ کے اوپر تقریباً اگر دیکھا جائے تو پچھتر پچھتر دنوں تک بحث ہوتی ہے، یہاں پر ہمارے صوبہ میں یا ہمارے ملک میں بجٹ جو ہے یہ ایک ایسا اہمissue ہے کہ جس کو ہم تین یا چار دنوں میں نمٹا کر یہ فرض ادا کر کے فارغ ہو

جاتے ہیں کہ ہم نے اس ملک کے عوام کے لئے بجٹ پیش کر دیا ہے اور اگلے سال اسی طرح جھوٹ کا ایک ڈھیر ہم کتابوں میں چھاپیں گے اور پھر اس صوبہ کے عوام کو بیوقوف بنائیں گے۔

جناب سپیکر! میں اس بجٹ کے حوالے سے انڈسٹری کا جو شعبہ ہے اس کے بارے میں کہنا چاہوں گی کہ حکومت پنجاب نے صنعتی شعبہ میں ایک ارب روپے کی رقم مختص کی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ حکومت کی ترجیحات میں صنعتی ترقی کا سرے سے کوئی وجود نہیں بلکہ ہماری جو صنعتیں ہیں ان کو جس طرح اونے پونے داموں فروخت کیا جا رہا ہے اور نجکاری کے عمل کو تیز کر کے اسے حکمران خوفناک حد تک بڑھتے ہوئے خسارے کو پورا کرنے اور بیرونی قرضوں اور سود کی ادائیگی کے لئے استعمال کر رہی ہے مثلاً پی۔ٹی۔سی۔ایل، حبیب بنک، پاکستان سٹیل ملز اور نجکاری کے تحت قومی اثاثوں کو کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کیا جا رہا ہے۔ حکومت کی صنعتی ترجیحات کی سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صنعت کے شعبے میں ایک ارب روپیہ رکھا جاتا ہے جبکہ حکمران جن کے بیرونی دورے اور ان کے اخراجات جو ہیں وہ 92۔ارب روپے ہیں۔ ظلم کی حد یہ ہے کہ صرف 32 مرسڈیز کاروں کی درآمد پر 2۔ارب روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ اب میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ اس وقت پاکستان کی معیشت کو consumption lead economy بنا دیا گیا ہے اور ہم بری طرح اپنے صوبے کی انڈسٹری کو بچانے میں ناکام رہے ہیں۔ پھر ہم اس صوبے میں غیر مساوی ترقی کی بات کرتے ہیں جس میں ہماری جی۔ڈی۔پی کا ریٹ آتا ہے، حکومت 6.5 فیصد شرح ترقی کو اپنی ایک نمایاں کامیابی قرار دے رہی ہے حالانکہ ورلڈ بنک کی رپورٹ کے مطابق موجودہ پالیسیوں کے تحت اگر کسی ملک کی شرح پیداوار 10 فیصد ہوتی ہے تو اس کے اثرات 0.25 بنتے ہیں۔ یعنی 10 فیصد شرح ترقی کے اثرات بالائی طبقے تک تو رہیں گے لیکن نچلے طبقے کی بڑی آبادی اس کے اثرات سے محروم رہے گی۔ اگر ہم 2005-06 میں پاکستان کی شرح ترقی لیں تو یہ 6.5 فیصد بنتی ہے جبکہ نچلے طبقے کے لئے صرف 0.14 فیصد ان کے حصے میں آتا ہے۔ اس حوالے سے آج کے "ڈان" اخبار میں ورلڈ بنک اور یو۔این۔ڈی۔پی کی رپورٹ چھپی ہے، اس سلسلے میں، میں منسٹر صاحب کو یہ بتانا چاہوں گی کہ حکومت پاکستان کے poverty rates کو یو۔این۔ڈی۔پی اور ورلڈ بنک نے غلط قرار دیا ہے جس کا پاکستانی گورنمنٹ کی طرف سے ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ جو غریب ہیں وہ کس حد تک امیر ہو چکے ہیں اور ان کے پاس ایک دن میں کھانے کے لئے دس وقت کا کھانا موجود ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ یہ جو

poverty rates ہیں ان کو آپ کے عالمی اداروں نے بھی reject کیا ہے اور یہ بات قابل تشویش اور قابل غور ہے۔

جناب سپیکر! یہاں کافی دیر سے علاقائی امتیاز کی بات ہو رہی ہے تو میں یہاں یہ کہنا چاہوں گی کہ جس طرح ہمارا جو جنوبی پنجاب ہے اور وہاں کے جو علاقے ہیں ان کو جس طرح اس بجٹ میں بھی اور پچھلے جو چار سالہ آپ کی کارکردگی ہے اس میں بھی نظر انداز کیا گیا ہے تو وہاں پر صورتحال اس وقت یہ ہے کہ وہاں کے سروے کے مطابق، وہاں چولستان کے جو لوگ ہیں وہاں پینے کا پانی نہ ہونے کی وجہ سے نقل مکانی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے علاقے کو اور اپنے آبائی گھروں کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم یہاں پر بات کر رہے ہیں کہ ہم نے غربت ختم کر دی اور ہماری جو ترقی ہے اور جو جی۔ڈی۔پی ریٹس ہیں وہ بہت ہائی ہو گئے ہیں تو میں یہاں پر آپ کی اجازت سے تھوڑا سا اس چیز کو لانا چاہتی ہوں کہ کراچی سٹاک ایکسچینج میں اڑھائی سو ارب روپیہ جو صرف چار بروکروں نے درمیانے اور متوسط شیئر ہولڈروں کا ہڑپ کیا اور بتایا یہ جاتا ہے کہ ان بروکروں کا تعلق بڑے حکومتی عہدیداروں سے ہے۔ یہ ان کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ جب اپوزیشن نے قومی اسمبلی میں ان سارے معاملات کو اٹھانے اور مالیاتی کمیٹی کا اجلاس بلانے کے لئے request کی تو وزیراعظم صاحب نے اس کمیٹی کا اجلاس بلانے کی زحمت نہیں کی۔ میں یہ بات یہاں اس لئے کر رہی ہوں کہ آپ جتنے زیادہ اس ملک کے نظم و نسق کو درست چلانے کے لئے serious ہیں وہ یہ جو اس قسم کی صورتحال ہے اس سے نظر آتا ہے پھر اس کے بعد ہمارے صوبے میں جس طرح چینی کا بحران پیدا ہوا اور اس میں جتنے زیادہ ہمارے حکومتی وزراء اور ہمارے جو (ق) لیگ کے اعلیٰ عہدیدار ہیں وہ جس طرح ملوث ہیں تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ غربت اور مہنگائی کا تحفہ جو ہے وہ موجودہ حکومت کا کارنامہ ہے کہ انھوں نے اس ملک کے عوام اور اس صوبے کے عوام کو ہر طرح سے اس حال تک پہنچایا ہے کہ ان کو صرف اور صرف اگر تحفہ ملا ہے تو مہنگائی اور غربت کا ملا ہے۔ میں نے جو باتیں پہلے کیں میں یہاں یہ کہنا چاہوں گی کہ موجودہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں جو ہیں ان کے ایجنڈے میں مظلوم عوام نہیں بلکہ امراء اور وزراء ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں میں تھوڑی سی ایک quotation ریاست اور حکومت کے بارے میں آج کی ہماری جو موجودہ صورتحال ہے اس کے حوالے سے کہنا چاہوں گی:

Government is an organized violence of minority against majority.

لیکن اگر میں یہ کہوں کہ موجودہ حکومت جو ہے اس کی تعریف ان الفاظ میں ضرور کی جاسکتی ہے کہ:
Dictatorship is an organized violence and exploitation of minority against the innocent mojority.

تو یہ ہماری جو موجودہ گورنمنٹ ہے جس میں پرویز الہیٰ صاحب نے ہمیں Vision 2020 کا ایک لارا دیا جس میں، میں یہ کہوں گی کہ Vision 2020 جو ہے اس میں ابھی بہت سال پڑے ہیں۔ آپ کے سامنے تو Vision 2008-09 نہیں ہے۔آپ کیسے 2020 کی بات کر رہے ہیں؟ آپ کو تو یہ نہیں پتا کہ 2007 اور 2008 میں آپ کے ہاتھوں آپ کے عوام کا کیا حشر ہونے والا ہے؟ میں یہ کہوں کہ ہماری خواتین جو اس وقت اراکین اسمبلی کی ایک بڑی تعداد ہماری خواتین کی یہاں اسمبلی میں موجود ہے۔ان خواتین کی میں تعریف کروں گی کہ ان کی گزشتہ تین سالوں میں بہت اچھی ورکنگ رہی ہے کہ انھوں نے اپنے صوبے کی 52 فیصد آبادی کے حقوق کے لئے اس ایوان میں اتنی آوازیں بلند کی ہیں کہ پچھلے تین بجٹ میں یہ ان خواتین کے لئے کوئی بھی ایسا step نہیں اٹھا سکیں جو تعریف میں یاد رکھا جا سکے یا یہ ثابت کرے کہ یہ خواتین اس اہل تھیں کہ یہ اپنے چیف منسٹر کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے صوبے کی جو خواتین ہیں ان کے حقوق کی بات کر سکیں۔ ہمارے اس بجٹ میں خواتین کے لئے جو بیس کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔بی بی! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ فائزہ احمد: جناب سپیکر! میں conclude کر رہی ہوں۔اس 52 فیصد آبادی کے لئے جو بیس کروڑ روپے کا فنڈز رکھا گیا ہے اس کی حالت یہ ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں وہ فنڈ lapse ہو چکا ہے۔اب اس کو دوبارہ بحال کرا کے اس کو ہم utilize کریں گے اور شوشہ یہ چھوڑا جا رہا ہے کہ ہم نے بیس کروڑ روپے کی رقم اب نئے سرے سے رکھی ہے۔ میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ 20 کروڑ روپے کی رقم 52 فیصد آبادی میں کس طرح تقسیم ہو گی اور اس رقم سے صوبے کی خواتین کی کتنی ترقی ہو سکتی ہے؟ اس بات کا جواب حکومتی خواتین کو اپنے ملک اور صوبے کی خواتین کے سامنے دینا پڑے گا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔Time is extended for further half an hour.

اب میں محترمہ سعدیہ ہمایوں کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

محترمہ سعدیہ ہمایوں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کروں گی کیونکہ آپ کی اجازت سے آج میں اس ایوان میں بجٹ speech کرنے کو کھڑی ہوں۔ گزشتہ 25 سالوں کے دوران بلاشبہ موجودہ حکومت پہلی حکومت ہے جو اپنا چوتھا بجٹ پیش کر رہی ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو مبارکباد پیش کروں گی کہ جن کی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ہم 274۔ارب روپے مالیت کا ٹیکس فری بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ اگر بجٹ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حکومت نے اس بجٹ کے ذریعے تمام طبقات کو relief دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہوں گی کہ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کی پالیسیوں کی بدولت صوبوں کو جو استحکام ملا ہے اس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ اسی استحکام کی بدولت پنجاب نے تقریباً ہر بڑے سیکٹر میں کل قومی پیداوار میں 50 فیصد سے زائد حصہ ڈالا اور اس بجٹ میں ترقیاتی فنڈز 100۔ارب روپے تک بڑھا دینے سے صاف ظاہر ہے کہ اس سال صوبے میں بے شمار ترقیاتی کام مکمل ہوں گے۔

جناب سپیکر! مواصلات کے شعبے کو حکومت نے مزید فعال بنانے کے لئے سیالکوٹ لاہور موٹروے کو گجرات، گجرانوالہ اور رنگ روڈ سے بھی ملانے کا اعلان کیا ہے جس سے صوبے میں بلاشبہ سڑکوں کا جال بچھ جائے گا۔

جناب والا! صحت کے شعبے میں حکومت نے 4۔ارب 30 کروڑ روپے ترقیاتی اخراجات کے لئے مختص کئے ہیں جس میں سرکاری ہسپتالوں میں ادویات کی فراہمی، ایمرجنسی ایمبولینس سروس کا اجراء، ٹیچنگ سکول میں کام کرنے والے ڈاکٹرز اور نرسوں کی تنخواہوں میں اضافہ اسی حکومت کے انقلابی اقدامات ہیں۔ اس سے پہلے کسی حکومت نے ایسے steps نہیں لئے۔ پہلی دفعہ کینسر جیسے مرض کو realize کرتے ہوئے State of Art Cancer Hospital بنانے کا اعلان بھی اسی حکومت کی کامیابی کا حصہ ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم میں اس سال کے بجٹ میں ماضی کے بجٹ کی نسبت ساڑھے 12۔ارب روپے کی قابل قدر رقم رکھ کر حکومت نے ایک اور تاریخ رقم کی ہے۔ 25 ہزار سرکاری سکولوں کو 9۔ارب روپے مالیت کی سہولتیں، 3 لاکھ پچاس ہزار طالبات کو -/200 روپے ماہوار

وظیفہ، پہلی کلاس سے میٹرک تک مفت کتب کی فراہمی موجودہ حکومت کی تعلیم دوستی کی عام مثالیں ہیں۔ اس سے پہلے کبھی کسی حکومت کے سر پر یہ سہرا نہیں بندھا۔ اگر ہم ہائر ایجوکیشن میں اسی پالیسی کو دیکھیں تو چھ نجی یونیورسٹیوں اور دو نئی انجینئرنگ یونیورسٹیوں کا قیام اس کی شاندار مثال ہے۔ ان یونیورسٹیوں کے قیام کے لئے 2600 ایکڑ کی اراضی کی دستیابی بھی حکومت کی تعلیم دوستی کی عظیم مثال ہے۔

جناب والا! اگر ہم حکومت کی اسلام دوستی کو دیکھیں تو سیرت اکیڈمی کا قیام اور پہلی دفعہ قرآن محل کے منصوبے کا آغاز اس کی بہترین مثال ہے۔ جس کے تحت ضعیف قرآنی اوراق کو محفوظ کرنے اور انھیں نئے سرے سے قرآن کی چھپائی میں استعمال کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے ان اقدامات کے متعلق کسی وزیر اعلیٰ نے، کسی حکومت نے نہیں سوچا۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں Special Education کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھوں گی جس کی مد میں 60 کروڑ روپے کا اضافہ کر کے حکومت نے ثابت کیا کہ وہ Special لوگوں کے لئے Special دل رکھتی ہے۔ وہیل چیئرز اور خصوصی بسوں کی فراہمی بھی وزیر اعلیٰ کے دردمند دل کی عکاس ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے اس وقت ساری توجہ پینے کے صاف پانی کی فراہمی پر مبذول کر رکھی ہے۔ پرانی پائپ لائنوں کو تبدیل کر کے نئی پائپ لائنوں کو از سر نو بچھانا ضروری سمجھا ہے جو کہ ماضی کی حکومتوں نے نظر انداز کئے رکھا۔ اس کا incentive بھی اسی حکومت نے لیا۔ اس مقصد کے لئے Current Expenditure Budget میں 5۔ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ یہ بالترتیب شہری اور دیہاتی علاقوں میں استعمال کی جائے گی۔

جناب والا!! میں ماحولیات کے حوالے سے وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کروں گی جنھوں نے ایک ارب روپے کی رقم گرین فنڈ ماحولیات کی مد میں مختص کی ہے۔ اس پروگرام کی سب سے بڑی کامیابی چار سٹروک سی این جی رکشا سکیم کو مارکیٹ میں متعارف کروانا اور دو سٹروک رکشا پر ban ہے۔ حکومت کا عزم ہے کہ دسمبر 2007 تک پنجاب کے تمام بڑے شہروں سے دو سٹروک رکشا کو ختم کر دیا جائے گا اور ساتھ ہی CNG Funding Institution بھی بنائے گئے تاکہ لوگ آسان شرائط پر رکشے حاصل کر سکیں۔ اسی فنڈ کے تحت CNG بسیں ٹرانسپورٹ سیکٹر میں متعارف کروائی جا رہی ہیں مزید اسی فنڈ کے تحت سیوریج ڈسپوزل facility اور بہتر

drainage system شہری علاقوں میں مہیا کیا جائے گا۔امید کرتی ہوں کہ اس محکمہ کو اسی طرح promote کرنے سے خوشگوار ماحولیاتی اثرات مرتب ہوں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ ابھی بھی اس محکمے کو highlight کرنے کی مزید ضرورت ہے۔ جتنا یہ محکمہ deserve کرتا ہے ابھی تک اسے اتنا highlight نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے آخر میں کہوں گی کہ ان کے علاوہ دیگر اقدامات میں وزیر اعلیٰ نے تمام صوبائی ملازمین کو وہ مراعات اور الاؤنس دینے کا اعلان کیا جن کا وفاقی حکومت نے بجٹ میں اعلان کیا تھا۔ ساتھ ہی مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ نے روزمرہ ضرورت کی دس اشیاء کو لاگت کی قیمت پر فراہم کرنے کے لئے سستا سٹور کے نام سے ایک منصوبے کا بھی اعلان کیا ہے۔

جناب والا! 35 لاکھ بے روزگاروں کو نوکریوں کی فراہمی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت سے 33 فیصد زیادہ محنت کشوں کو ماہانہ اجرت دینے کا اعلان کیا۔ سرکاری ملازمین کو ہاؤسنگ کالونی کی سہولت دی گئی۔ امن و امان میں 20۔ارب روپے کی رقم دے کر نچلی سطح پر اختیارات کی تقسیم کو آسان بنایا۔یہاں پر میں یہ بھی کہوں گی کہ ان اختیارات کی تقسیم پر چیک اینڈ بیلنس کا ہونا بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر! دو سال پہلے میں نے اپنی بجٹ تقریر میں نیازی چوک پر انڈر پاس یا fly over بنانے کی درخواست کی تھی۔ آج میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انھوں نے اسی نیازی چوک پر پنجاب کا سب سے بڑا منصوبہ رنگ روڈ کے نام سے شروع کیا ہے جو اپنی تکمیل کے آخری مراحل تک پہنچ چکا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس پراجیکٹ کا سب سے بڑا فائدہ میرے علاقے اور گردونواح کے علاقوں کو ہو رہا ہے۔اس سے بڑا پراجیکٹ شاید پنجاب میں اس سے پہلے شروع نہیں کیا گیا۔

جناب والا! میں سب سے آخر میں وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی، وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ جنھوں نے اپنی تین سالہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اس سال بھی عوام دوست، کسان دوست ، تعلیم دوست، صحت دوست، محنت کش دوست اور ماحول دوست بجٹ پیش کیا۔ چونکہ بجٹ میں کوئی کسی طرح کی خامی نہیں ہے لہذا میں سمجھتی ہوں کہ اس بجٹ کو پنجاب دوست بجٹ کہا جائے تو سب سے بہتر ہے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان پائندہ باد۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ پروین مسعود بھٹی!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! ہر سال کی طرح اس سال کے بجٹ نے بھی عوام کو بہت مایوس کیا۔ شروع سالوں میں تو حکومت عوام کو دلاسہ دیتی رہی کہ گزشتہ حکومتیں پچھلے سالوں میں ملک کو لوٹ کر کھا گئیں، خزانہ خالی ہو گیا اور اب بجٹ عوامی بجٹ ہو گا اور عام آدمی کو ریلیف ملے گا۔ پورے بجٹ میں حکومت کا کوئی بھی ایسا کارنامہ نظر نہیں آتا جس سے ظاہر ہو کہ حکومت نے سنجیدگی سے غریب لوگوں کو مدنظر رکھا ہے۔ میں سب سے پہلے تعلیم کی طرف معزز ہاؤس کی توجہ چاہوں گی۔ پنجاب میں تعلیم پر صرف 12۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ کا پڑھا لکھا پنجاب ٹی وی پر، اخبارات میں بلکہ ہر جگہ دیکھتے ہیں اور ہر جگہ اسی بات کا شور ہے کہ ہم نے تعلیم مفت کر دی اور غریبوں کو کتابیں تقسیم کر رہے ہیں۔ بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ اچھے ماحول اور بنیادی سہولتوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ وزیر تعلیم جنوبی پنجاب کے کسی ایک سرکاری سکول کی نشاندہی کر دیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت نہ تو وزیر تعلیم موجود ہیں اور نہ ہی وزیر صحت۔ یہ دونوں شعبے کسی بھی ملک اور اس کی عوام کے لئے بہت ضروری ہیں اور بنیادی سہولتیں انہی سے ملتی ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ دونوں وزراء موجود نہیں ہیں۔ شکر ہے کہ ہمارے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے فنانس منسٹر بیٹھے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ نوٹ کریں گے۔ جناب! میں یہ کہہ رہی تھی کہ اگر وزیر تعلیم کسی ایک سرکاری سکول کی نشاندہی کر دیں کہ وہاں پر بچوں کی تعداد کے لحاظ سے کمرے پورے ہوں انھیں کنٹین، لائبریری اور دوسری بنیادی ضروریات مہیا ہوں۔

جناب والا! ابھی بھی سرکاری سکولوں کا یہ حال ہے کہ وہاں کمرے نہیں ہیں اور بچے گراؤنڈ میں بیٹھتے ہیں۔ وہ باہر ریڑھیوں سے غیر معیاری اشیاء کھاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ ان کے پینے کے لئے پانی کا بھی صحیح انتظام نہیں ہے۔ اچھے سکول میں تعلیم حاصل کرنے سے ساری زندگی بچے کے ذہن میں سکول کا ایک image رہ جاتا ہے جو بدقسمتی سے ہمارے ملک کے بچوں کو ابھی تک سرکاری سکولوں میں نہیں مل سکا۔

جناب سپیکر! انھوں نے مفت کتابیں دینے کا جو طریقہ رائج کیا ہے۔ اگر انھیں کتابیں دینی تھیں تو وہ چھٹیوں سے پہلے دی جاتیں۔ کل یہاں پر ہمارے وزیر تعلیم بڑے جوش و خروش سے فرما

رہے تھے کہ ہم نے یہ کتابیں ستمبر میں دینی ہیں تاکہ وہ بچے چھٹیوں میں enjoy کریں۔ مجھے یہ بتائیں کہ جن کی آمدن چار یا پانچ ہزار روپے ہے جو غریب لوگ تین مرلے کے گھروں میں رہتے ہیں اور گیارہ گیارہ ان کے افراد ہیں وہ کہاں کسی hill station پر جائیں گے، کیا وہ وہاں تفریح کرنے جائیں گے، ان کی تفریح کیا ہو گی؟ وہ گلی محلوں میں آوارہ پھریں گے، وڈیو فلمیں دیکھیں گے اور امیر ہونے کے چکر میں چور یا ڈاکو بنیں گے۔ اگر کتابیں دینی تھیں تو گرمی کی چھٹیوں سے پہلے دیتے تاکہ بچے نئی کتابوں کے شوق میں کچھ نہ کچھ پڑھتے۔ ماں باپ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اپنی کتابیں لے کر بیٹھیں لیکن یہ جادو کی کونسی چھڑی ہو گی کہ تین مہینے تو ان کو enjoy کروائیں گے اور ستمبر کے مہینے میں انھیں پڑھانا شروع کر دیں گے۔

جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ یہاں پر کسی منسٹر یا آفیسر کا بچہ سرکاری سکول میں نہیں پڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں اندازہ ہی نہیں ہے وہ تو ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہیں اور ان کے پاس بڑی بڑی گاڑیاں ہیں جن کے شیشے بھی بند کر دیتے ہیں۔ ان کو کیا پتا کہ زمینی حقائق کیا ہیں اور غریبوں کے مسائل کیا ہیں؟

جناب سپیکر! ہم انگریزوں کی باتیں تو اپنا لیتے ہیں اور اندھادھند ان کی تقلید کرتے ہیں۔ انگریز بہت ذہین ہے انھوں نے پاکستان میں جو نظام تعلیم رائج کیا اس وقت مارچ کے امتحانوں کے بعد اپریل میں نئی کلاسز کا اجراء کیا۔ اگر وہ چاہتے تو وہ بھی یہی والا ٹائم ٹیبل بنا لیتے لیکن موسم کے لحاظ سے ہمارا موجودہ نظام تعلیم اور نظام امتحانات بالکل غلط ہے۔ میں خاص طور پر ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کی بات کروں گی کہ وہاں اتنی گرمی پڑتی ہے کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کمرہ امتحان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں پنکھے تک نہیں ہوتے حتیٰ کہ پینے کے لئے پانی بھی نہیں ہوتا۔ میں وثوق سے کہتی ہوں کہ پچھلے دنوں جب امتحانات تھے تو وہاں پر بہت سارے بچے بے ہوش ہوئے۔

جناب والا! پاکستان میں امتحان مارچ میں ہوتے تھے اور نئی کلاسوں کا اجراء اپریل میں کیا جاتا تھا۔ وزیر تعلیم عمران مسعود صاحب بہت دفعہ شہباز شریف کے ساتھ بہاولپور تشریف لاتے تھے۔ ان کو ابھی بھی یاد ہو گا کہ شاہدرہ بستی، قائداعظم کالونی، اسلامی کالونی، ٹبہ بدر شیر جہاں تین تین مرلے کے گھر ہیں اور گیارہ گیارہ، بارہ بارہ لوگ وہاں رہتے ہیں۔ چھٹیوں میں ان بچوں کو کس طرح کے تفریح کے مواقع ملیں گے؟

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے گزارش کروں گی کہ اس امتحانی شیڈول کو سابق شیڈول پر ہی لایا جائے۔ میں یہ بھی عرض کروں گی کہ سرکاری سکولوں میں زیادہ تعداد lower middle class کی ہے جن کے ماں باپ ان پڑھ ہیں۔

جناب والا! اب میں ٹیکنیکل ایجوکیشن پر بات کروں گی۔ ہر وقت شور ہوتا ہے کہ ہم نے ٹیکنیکل ایجوکیشن کے بہت سارے مواقع مہیا کر دیئے ہیں۔ بہتر یہ ہوتا کہ بچوں کو جو ماہوار دو سو روپیہ دے کر انھیں بھکاری بنایا جا رہا ہے اگر اسی دو سو روپے سے ان چھٹیوں میں کوئی بہترین آڈیٹوریم بن جاتا، کوئی بڑا ہال بن جاتا جہاں پر لائبریری ہوتی اور ان بچوں کے لئے ایسے مواقع ہوتے جہاں پر بیٹھ کر وہ اپنی تعلیم جاری رکھتے اور انھیں تفریح کے مواقع بھی ملتے لیکن یہاں پر تو صرف یہی کہا جاتا ہے کہ حکومت نے بہت اچھا کام کیا اور دو سو روپے ماہوار دیا جا رہا ہے اور ہم ٹیکنیکل ایجوکیشن مہیا کر رہے ہیں۔ یہ جو دعوے کئے جا رہے ہیں ان پر عمل بھی ہونا چاہئے۔ آپ کو بھی یاد ہو گا اور ایوان میں بھی بہت سے ایسے ممبران بیٹھے ہیں جن کے علم میں ہے کہ میاں شہباز شریف اور میاں نواز شریف کے دور میں جو کام ہوتا تھا اس پر لازمی طور پر عمل ہوتا تھا جس وجہ سے وہ کامیابی کا مرکز بن جاتا تھا لیکن یہاں پر آئے دن کبھی تو امتحان گرمیوں میں شروع ہو جاتے ہیں، کبھی فرسٹ ایئر کا علیحدہ ہو جاتا ہے، کبھی دسویں کا امتحان علیحدہ ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! ہم کہیں ایک جگہ پر ٹک جائیں اور بیٹھ کر mature پالیسیاں بنائیں اور ان پر عمل کریں۔ وہ پالیسیاں بنائیں جو ہماری عوام کے مفاد میں ہوں چونکہ ہماری عوام زیادہ تر غریب ہے۔ جب الیکشن ہوتے ہیں تو غریب لوگ ہی باہر نکلتے ہیں۔ وہی لوگ جن کی مدد اور دعاؤں سے آج ہاؤس میں یہ لوگ بیٹھے ہیں ان کے لئے ان کے پاس کوئی رقم نہیں ہے اور آج بھی انھیں ہی ذلیل کیا جا رہا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! میں wind up کر رہی ہوں۔ میں نے سکول سائیڈ کا پورا بجٹ پڑھا لیکن بہاولپور شہر میں کسی سکول کے لئے ایک روپے کا فنڈ بھی نہیں رکھا گیا۔ میں بہاولپور تحصیل کی بات نہیں کر رہی بلکہ شہر کی بات کر رہی ہوں کہ شہر میں کسی کالج کی بلڈنگ، اس کی upgradation اس کے فرنیچر کے لئے کوئی فنڈز نہیں دیئے گئے۔ آج بھی سیٹلائٹ ٹاؤن کالج بہاولپور کی بلڈنگ نہیں ہے اور بچیاں باہر میدان میں بیٹھتی ہیں شاید یہ ناانصافی صرف اس لئے

ہے کہ بہاولپور شہر کے تمام ایم پی ایز کا تعلق اپوزیشن سے ہے۔

جناب سپیکر! ایک آدمی کو قومی خزانے کے بھرنے یا نہ بھرنے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اسے تو اپنے لئے ضروریات زندگی درکار ہوتی ہیں۔ مگر یہ کیسا بجٹ ہے کہ غریب آدمی اور عام آدمی کا خیال ہی نہیں رکھا گیا۔ قومی بجٹ تقریر سنی صوبائی بجٹ تقریر سنی یوٹیلٹی سٹورز کا بھی بڑا شور مچا ہوا ہے۔ آپ چار سو یوٹیلٹی سٹور زبنا رہے ہیں مجھے اور آپ سب کو پتا ہے کہ ہمارے ملک میں جو غریب آدمی ہیں جن کی آمدنی چار ہزار یا پانچ ہزار روپے ہے وہ مہینے کا اکٹھا سودا کیسے خرید سکتے ہیں۔ وہ تو ادھار پر سودا لیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ دس روپے کی دال منگوا لیتے ہیں یا بیس روپے کی سبزی منگوا لیتے ہیں۔ ان کا تو روز کا روز خرچہ ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! بہت بہت شکریہ

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! تھوڑا سا رہ گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس ہو گئی بات۔ اب میں محترم اعجاز شفیع صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔ Time is over.

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! میں جلدی اپنی بات ختم کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: No, time is over now. اعجاز شفیع صاحب! اب پونے پانچ ہو گئے ہیں اور کافی بات ہو گئی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔۔۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! میرے ایک دو اہم نکات رہ گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! کافی بات ہو گئی ہے۔ لوگ اب تھکے بیٹھے ہیں اور سب نے بات کرنی ہے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا میں ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ تشریف رکھیں ابھی میرے پاس ایک لمبی لسٹ پڑی ہے۔ سب سے پہلے زاہدہ سرفراز ہے اس کے بعد آپ کا ہے اور اسی طرح پھر دوسروں کا نام ہے۔ اب اعجاز شفیع صاحب پہلے بات کریں گے۔ فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں کچھ زیادہ وقت نہیں لوں گا میں صرف جنوبی پنجاب کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت پانچ بجے تک کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! الحمد للہ آج یہ پہلی حکومت ہے جس میں صدر جنرل پرویز مشرف اور ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے آج ہمارے عوام کو یہ شعور دیا ہے کہ آج خاص طور پر جنوبی پنجاب کے اندر ہم نے فیوڈل سسٹم کا خاتمہ کیا۔ ہم نے وڈیرہ شاہی کا بھی خاتمہ کیا۔ آج جب یہاں جنوبی پنجاب کی بات ہو رہی تھی یہ وہ لوگ ہیں جوان کی باقیات ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ان علاقوں کی خوشحالی اور ترقی نہیں چاہتے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج اگر وہ سسٹم ہوتا تو یہ ڈاکٹر جاوید صدیقی کبھی بلکہ اس کی آنے والی نسلیں بھی کبھی ایم پی اے نہ ہوتیں۔ آج اگر وہ سسٹم ہوتا تو رئیس اقبال کبھی ایم پی اے نہ ہوتا۔ آج اگر وہ سسٹم ہوتا تو دریا خان فیاض اور محمد اقبال چنڑ اور ہمارے دوسرے جنوبی پنجاب کے دوست 80 فیصد لوگ کبھی بھی ایم پی اے نہ بنتے۔

جناب والا! آج چیلنج کے ساتھ میں یہ کہتا ہوں کہ ہماری موجودہ حکومت کے دور میں جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں ان کی مثال ہماری 55 سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ کیونکہ 55 سالہ تاریخ کے اندر ہمارے حکمران یوسف رضا گیلانی سپیکر قومی اسمبلی رہے۔ ہمارے حکمران وہاں سے فخر امام بھی رہے۔ وہاں سے ہمارے حکمران فاروق لغاری بھی رہے وہاں سے ہمارے حکمران سجاد حسین قریشی گورنر رہے۔ وہاں سے ہمارے حکمران کھر صاحب بھی رہے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمیشہ جنوبی پنجاب کے پاس جتنی بھی نمائندگی رہی ہے اتنی آج تک کبھی بھی اس کے پاس نہیں رہی لیکن یہ باقیات اب بھی یہ چاہتی ہیں کہ نفرت پھیلا کر، انتشار پھیلا کر اس علاقے کی ترقی جو آج ہمارے موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب کر رہے ہیں اور ہمارے علاقے کی محرومیوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں ان کی راہوں میں یہ رکاوٹ بننا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر ان علاقوں کی ترقی ہو گئی ان علاقوں کے لوگوں کو شعور آ گیا تو جاگیر دارانہ نظام کبھی واپس نہیں آئے گا اور ان کے ہاتھوں سے اقتدار ختم ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ ان علاقوں کی محرومیوں کے لئے، ان علاقوں کی پسماندگی کے لئے، ان علاقوں کی جہالت کے خاتمہ کے لئے کوئی ایسے اقدامات نہ کئے جائیں جس سے وہاں کے عوام کو شعور حاصل ہو۔ ہمارے پاس کوئی ایسا الہ دین کا چراغ نہیں ہے کہ جس سے آج ہم ان علاقوں کی پچاس سالہ محرومیوں کا صرف تین سالہ دور اقتدار کے اندر خاتمہ کر سکیں۔ میں بجٹ کی بات کروں گا اور میں یقین کے ساتھ کہتا

ہوں کہ اس سال بھی اور پچھلے سال بھی بجٹ کے اندر جو ہمارے جنوبی پنجاب کا حصہ تھا اس حصے سے 11 فیصد حصہ زیادہ کیا گیا تاکہ جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا خاتمہ ہو سکے۔ جنوبی پنجاب کی پسماندگی کے خاتمے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ بجٹ مختص کیا۔ کیونکہ یہ ان کی وہاں کے عوام کے ساتھ محبت ہے اور یہ جنوبی پنجاب کی عوام کے ساتھ محبت کا اظہار بھی ہے کہ وہ وہاں کی 55 سالہ محرومیوں کا خاتمہ چاہتے ہیں، پسماندگیوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! کیا رحیم یار خان کے اندر جو میڈیکل کالج بن رہا ہے کیا آج اس کا قیام نہیں ہے، کیا رحیم یار خان کے اندر یونیورسٹی کا سب کیمپس موجود نہیں ہے، کیا رحیم یار خان کے اندر انڈسٹریل اسٹیٹ موجود نہیں ہے، کیا رحیم یار خان کے اندر ایک ہزار 34 ملین کے واٹر سپلائی اور ٹریٹمنٹ پلانٹ پر کام نہیں ہو رہا، کیا رحیم یار خان سے وزیر اعلیٰ پنجاب منتخب نہیں ہوئے ہیں، کیا بہاولنگر میں یونیورسٹی کا سب کیمپس نہیں بنا، کیا بہاولپور کے اندر زرعی کالج کا قیام نہیں ہوا، کیا ملتان کے اندر کارڈیالوجی ہسپتال کا قیام نہیں ہوا، کیا ملتان کے اندر چلڈرن کمپلیکس کا قیام نہیں ہوا، کیا ملتان میں نشتر ہسپتال میں برن یونٹ قائم نہیں ہوا، کیا ملتان کے اندر اور ہمارے جنوبی پنجاب کے اندر یہ سب کام نہیں ہوئے؟ میں جو یہ باتیں کر رہا ہوں یہ چند باتیں کر رہا ہوں باقی تفصیل جو جنوبی پنجاب کی تعمیر و ترقی کے لئے ہے وہ ہمارے وزیر خزانہ اپنی wind up تقریر میں کریں گے۔

جناب والا! اس وقت ہماری جو موجودہ اپوزیشن یا جو باقیات ہیں یہ ان علاقوں کی ترقی کو دیکھنا نہیں چاہتے اور یہ ان علاقوں کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ آج موجودہ بجٹ کے اندر جو اربوں روپے کے ترقیاتی کام ہو رہے ہیں تو ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں اور پورے دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان ترقیاتی کاموں سے ہمارے صوبے کے اندر خوشحالی آئے گی اور خاص طور پر ہمارے جنوبی پنجاب کے اندر جو ہماری محرومیاں ہیں، جو پسماندگیاں ہیں ان کا خاتمہ ہوگا اور جنوبی پنجاب جو ہمیشہ سے وڈیرہ شاہی اور جاگیر دارانہ نظام کے تسلط کا شکار رہا ہے اس کا خاتمہ ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ اسی موجودہ حکومت کے دور اقتدار کے اندر اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے Vision اور ان کی ان علاقوں کی محبت سے وہ علاقے اپنی پسماندگیوں سے نکل کر ترقی کی طرف گامزن ہوں گے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ ہماری عوام جن کے اندر یہ نفرت کا بیج بونا چاہتے ہیں ہماری عوام جن کے اندر یہ انتشار پھیلانا چاہتے ہیں ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ آج ہماری عوام ہمارے

اس پڑھے لکھے پنجاب کو جو ہم نے نیا شعور دیا ہے اس شعور سے ان کے ان اوچھے ہتھکنڈوں میں نہیں آئیں گے۔ان کی باتوں میں آکر ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ بھی نہیں بنیں گے۔ میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج ہماری جو جنوبی پنجاب کی باقی باتیں ہیں وہ ہمارے وزیر خزانہ اپنی wind up تقریر میں کر کے یہ ثابت کریں گے کہ آج ہماری حکومت ان پسماندہ علاقوں کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہی۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ زاہدہ سرفراز!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پاپولیشن ویلفیئر: شکریہ۔جناب سپیکر! میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ میں بحث پر حصہ لینے کے لئے موقع عطا کیا ہے۔بجٹ کوئی فیشن نہیں اور نہ ہی یہ کوئی سالانہ پریڈ ہے۔یہ ہمارے عوامی مسائل کی درست نشاندہی اور ان مسائل کی مالی حکمت عملی وضع کرنے کا ایک سنجیدہ اور کٹھن مرحلہ ہے بدقسمتی سے جماعتی اور سیاسی وفاداریوں کے حوالے سے بجٹ پر تنقید کو ایک روایت بنا دیا گیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اپنی بہن فرزانہ راجہ کی کچھ باتوں کا جواب دینا چاہوں گی، گو کہ وہ یہاں سے اٹھ کر جا چکی ہیں۔ صبح انہوں نے اپنی speech میں سب سے پہلے ہمارا ایک ایم پی اے وارث کلو صاحب کی اس بات کو قابل اعتراض بنایا کہ انہوں نے صوبہ سرحد اور سندھ کے ساتھ ہندوستان کو کیوں ملا دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کی بہترین خارجہ پالیسیوں کی وجہ سے ہندوستان ہمارا ہمسایہ اور اس کے ساتھ ہمارے بہترین تعلقات ہیں۔یہ تو کوئی اعتراض والی بات نہیں تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب اپوزیشن کے ڈاکٹر وسیم صاحب نے اسرائیل کے وزیر اعظم کی کفایت شعاری کی تعریف کی تو اس وقت ان کے دل میں غیرت کا یہ مسئلہ کیوں نہیں اٹھا۔ دونوں بہنیں اس وقت اٹھ کر ان کے خلاف کیوں نہیں بولیں؟ اسرائیل تو وہ ملک ہے جو کئی سالوں سے فلسطین کی آزادی کے لئے ایک المیہ بنا ہوا ہے۔ پھر اسرائیل کی قوم جو یہودی ہے اس کی ایک عورت نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی اور ہمارے نبی کریم نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں فرمایا تھا کہ میں آج بھی اس زہر کی تلخی اپنی زبان پر محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میری بہنوں کی غیرت یہ بات سن کر کیوں نہ جاگی۔ فرزانہ راجہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ملک میں آج کل حکومت کی ناپسندیدہ پالیسیوں کی وجہ سے فی کس آمدنی دو ڈالر سے کم ہے۔ میں فرزانہ راجہ سے پوچھنا چاہوں

گی کہ کیا وہ امریکہ میں رہتی ہیں کہ ڈالروں کی بات کرتی ہیں، کیا اسے روپے پیسے میں بات کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے؟ پھر انہوں نے کہا کہ ہماری حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے غریب کو دیوار سے لگا دیا گیا ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق کو بہت بڑھا دیا گیا ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا سویٹزرلینڈ کے بنکوں میں پیسے ہم نے جمع کروائے ہیں۔ انہوں نے سویٹزرلینڈ کے بنکوں میں پیسے جمع کرواکر غریب کو غریب تر کر دیا ہے۔ اگر وہ اس کمیشن کی رقم کو ملک کے کسی بنک میں جمع کروا دیتا تو ملک کو کچھ فائدہ ہو جاتا۔ ہمیشہ ہی یہ پارٹیاں اپنے مفادات کی بات کرتی ہیں۔ غریب کے مفاد کی بات تو کرتی ہیں لیکن ہمیشہ اپنا فائدہ مدنظر رکھتی ہیں۔ پھر فرزانہ راجہ نے کہا کہ ہمارے بجٹ میں ضلعی حکومتوں کے فنڈز کم کر دیئے گئے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے بڑی حمایتی بن کر بات کی ہے جبکہ صدر پاکستان نے جب ضلعی حکومتوں کو عوام میں روشناس کرایا تھا تو ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے صوبے کی عوام کو اس کے دروازے کے اوپر عوامی خدمات اور انصاف فراہم کیا جائے اور اس کے مسائل حل کئے جائیں۔ یہ دونوں پارٹیاں اور خاص طور پر پیپلز پارٹی اس وقت سے لے کر اب تک مخالف رہی ہے اور نواز شریف نے تو یہ بھی کہا ہے کہ پہلے ضلعی حکومت کا خاتمہ کیا جائے اور پھر الیکشن کروائے جائیں۔ یہ دونوں پارٹیاں دہرا معیار اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی منفی سوچ کا ماخذ ہے۔

جناب سپیکر! ادھر سے میرے بھائی کاروں کی بات کرتے ہیں کہ ہماری حکومتی مشینری کاریں استعمال کرتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے پوچھنا چاہوں گی کہ جس صوبے میں ان کی حکومت ہے کیا وہاں پر حکومتی مشینری سائیکلوں پر سفر کرتی ہے اور کیا وہ گدھا ریڑھیوں پر دفتروں میں جاتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ بجٹ سازی پر تنقید اور اس کا غیر جانبدارانہ تجزیہ ارکان اسمبلی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اس کے لئے انہیں اپنے حلقے کے مسائل کا تو پتا ہونا ہی چاہئے اپنی قومی اور صوبائی ضرورتوں کا بھی ادراک ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! بجٹ کے غیر جانبدارانہ تجزیے سے جہاں بجٹ کی غلطیاں اور کمزوریاں واضح ہوتی ہیں وہاں اس کی خوبیاں بھی اجاگر ہوتی ہیں۔ میں آج یہاں پر اپنے وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک صاحب کو اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ 2006-07 کا بجٹ جو انہوں نے پیش کیا ہے وہ ایک عوام دوست اور ٹیکس فری بجٹ

ہے۔اس میں عوام پر کوئی ٹیکس نہیں لگائے گئے بلکہ غریب طبقوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی گئی ہیں۔ یہ عوام دوست بجٹ وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الہیٰ کا عوامی دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب خواب دیکھنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور اس کی تعبیر بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

ان کے پیش رو وزیر اعلیٰ نے 2000-1999 میں جو بجٹ کیا تھا اس میں ریونیو کا حجم 99-ارب روپے تھا اور یہ تمام کی تمام رقم بھاری اخراجات اور تنخواہوں پر خرچ ہوئی تھی اس میں ایک روپیہ بھی ترقیاتی اخراجات کے لئے نہیں بچا تھا۔اس حساب سے فی کس سالانہ ترقیاتی اخراجات 190 روپے تھے جبکہ اب جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں ریونیو کا حجم 274-ارب روپے ہے جس میں 100-ارب روپے ترقیاتی پروگراموں کے لئے رکھا گیا ہے۔اس حساب سے فی کس سالانہ ترقیاتی پروگرام پر 1152 روپے خرچ ہوں گے جو سابق وزیر اعلیٰ کے مقابلے میں 582 فیصد زیادہ یعنی 8 گنا زیادہ ہوں گے۔

جناب سپیکر!بجٹ کے خدو خال کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ بجٹ میں سب سے پہلی اور خصوصی توجہ تعلیم کی طرف دی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ نے اپنے Vision 2020 میں خواندگی حاصل کرنے کا ہدف 100 فیصد رکھا اس کے لئے انہوں نے صوبہ پنجاب میں لٹریسی کا علیحدہ سے ڈیپارٹمنٹ قائم کیا۔اس ڈیپارٹمنٹ کو قائم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ ڈیپارٹمنٹ بغیر کسی disturbance اور interferance کے خواندگی کی شرح کو بڑھانے کی کوشش کریں۔اگر میں اپنی حکومت پنجاب کی چار سالہ کارکردگی کا جائزہ لوں تو میرا اندازہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا Vision 2020، 2015 میں یعنی 5 سال پہلے حاصل کر لیں گے۔اس طرح سے پڑھا لکھا پنجاب وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب کا خواب ہے وہ اپنے خواب کی تعبیر حاصل کر لیں گے۔وہ تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔انہوں نے پرائمری تک مفت تعلیم حاصل کرنے کی جو سکیم چلائی ہے اس پر انہوں نے اتنی خصوصی توجہ دی ہے کہ انہوں نے 900 ریٹائرڈ فوجیوں کی بھرتی کا پروگرام بنایا ہے جو موقع پر جا کر جائزہ لیں گے کہ اس سکیم پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے یا نہیں کیا جا رہا۔

جناب سپیکر!ہائر ایجوکیشن کمیشن کے تعاون سے صوبے میں 6 یونیورسٹیاں قائم کرنے

کا پروگرام بنایا گیا ہے جس میں سے دو یونیورسٹیاں سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلقہ ہوں گی جو لاہور اور سیالکوٹ موٹروے پر بنائی جائیں گی۔ ان یونیورسٹیوں سے ملحقہ 35ایکڑ رقبے میں انڈسٹریل اسٹیٹ بنائی جائے گی۔ صبح ارشد بگو صاحب یہ فرما رہے تھے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ کی پالیسیاں وزیر اعلیٰ سرحد کی پالیسیوں کی نقل ہیں یا ہم انہیں follow کر رہے ہیں۔ میں ان سے ایک سوال پوچھنا چاہوں گی کہ ہمارے وزیر اعلیٰ نے غلام اسحق خان انسٹیٹیوٹ برائے سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے 10 مستحق طلباء کو پچھلے مہینے 4 سال یعنی پورے ایجوکیشن پیریڈ کے لئے سکالرشپ دینے کا اعلان کیا ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Time is further extended for half an hour.

پارلیمانی سیکرٹری برائے پاپولیشن ویلفیئر: جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ اس یونیورسٹی کے ایک بچے کا 4 سال کا خرچہ 10 لاکھ روپے ہے اور پنجاب کے بہت سے ہونہار اور ذہین طلباء اس یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے سے معذور رہ جاتے تھے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا آپ کے وزیر اعلیٰ نے اپنے صوبے کے دس بچوں کو یہ سکالرشپ دینے کا کوئی اعلان کیا ہے۔ آپ کس طرح سے کہتے ہیں کہ ہماری پالیسیاں آپ کی نقل ہیں۔

جناب سپیکر! بجٹ میں دوسری ترجیح صحت کو دی گئی ہے۔ ہر یونین کونسل میں ابتدائی ہیلتھ یونٹ مکمل علاج معالجہ کی سہولتوں کے ساتھ قائم کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ملتان میں کارڈیالوجی ہسپتال تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور اس سال وہ کام شروع کر دے گا۔ صوبے میں دیگر اس طرح کے ہسپتال بنانے کا منصوبہ ہے۔

جناب والا! سپیکر! فیصل آباد میں ناقص پانی پینے کی وجہ سے جو وباء پھیلی اس سے صوبے کے عوام کو پتا چلا کہ پینے کے پانی کا نظام کتنا فرسودہ ہو چکا ہے۔ اس بجٹ میں ایک تین سالہ منصوبہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس تین سال کے عرصے میں پورے پنجاب کے پینے کے پانی کے پائپ تبدیل کر دیئے جائیں گے اور اس منصوبے کے لئے بجٹ میں 50۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ اس منصوبے کے پہلے سال ہونے والے اخراجات کے لئے انھوں نے رقم کا انتظام بھی کر دیا ہے۔

جناب والا! گزشتہ دو سالوں میں صوبے میں 35 لاکھ نئی اسامیاں پیدا کی گئیں۔ جن میں سے 60 فیصد زراعت میں، 20 فیصد سرکاری محکموں میں، 14 فیصد صنعت میں اور 6 فیصد تعمیرات کے شعبے سے منسلک کی گئیں۔ اس طرح سے ہماری غربت میں گیارہ فیصد کمی آئی ہے اور ہمارے ستر لاکھ افراد خط غربت سے اوپر آ گئے۔ میرے بھائی نے ادھر سے فرمایا کہ پنجاب میں غریب عوام خودکشی کر رہے ہیں اور ہم کہہ رہے ہیں کہ خط غربت سے اوپر آ گئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ کہنا چاہوں گی کہ ترقی پذیر معاشروں کا یہ المیہ ہے کہ یہاں پر غربت بھی قائم رہتی ہے اور غربت کو ختم کرنے کے جتن بھی قائم رہتے ہیں۔ ہم پاکستانیوں پر یہ امتیاز ہے کہ ہم ایک سال میں ترقی کا جو سامان کرتے ہیں، اس سے دگنا آبادی بڑھا دیتے ہیں۔ جس وجہ سے ہماری غربت قائم رہتی ہے بلکہ آگے سے دگنا بڑھ جاتی ہے۔ میں اپنے بھائیوں سے یہ اپیل کروں گی کہ اگر ملک میں سے غربت کا خاتمہ چاہتے ہیں تو اپنی آبادی کو کنٹرول کریں۔

جناب سپیکر! بجٹ ہمیشہ خوبصورت ہوتے ہیں اور عام آدمی کی زندگی اس خوبصورتی سے اکثر محروم بھی ہوتی ہے مگر اس کے باوجود ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی معاشی پالیسیوں کو نہ صرف پاکستان کے معاشی ماہرین نے بلکہ عالمی اداروں نے بھی سراہا ہے۔ حال ہی میں ورلڈ بنک کے سربراہ نے سی این این کے پروگرام میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے ترقیاتی ماڈل کو بطور مثال پیش کیا ہے۔

جناب والا! جہاں تک صوبے میں امن و امان کی صورتحال کا تعلق ہے۔ اس کے لئے بھی بہت سے خوش آئند اقدامات کئے گئے ہیں۔ یہ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے Vision کی بات کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ ان کی نگاہیں بہت دور رس ہیں۔ وہ بڑی دور تک سوچتے ہیں۔ انھوں نے بی۔اے پاس کانسٹیبل بھرتی کرنے کا جو پروگرام بنایا ہے۔ جب ایک سپاہی گریجوایٹ ہوگا تو اس کا رویہ عام آدمی کے ساتھ مناسب ہوگا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے فرمایا ہے کہ تھانے کے اندر جس ایس ایچ او کا رویہ لوگوں کے ساتھ نامناسب ہوگا اس کو تھانے میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس طرح کا پولیس افسر کبھی بھی کسی تھانے میں ایس ایچ او مقرر نہیں ہو سکے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلے مقرر انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں صاحب ہیں۔

انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: شکریہ۔جناب سپیکر! پنجاب کے بجٹ پر بحث کرنے کے لئے ہمیں اس چیز کا اندازہ ہونا چاہئے کہ صوبہ پنجاب جس کے بجٹ کی آج بات ہو رہی ہے۔اس کی 70 فیصد آبادی کا تعلق زراعت سے وابسطہ ہے۔یہ وہ صوبہ ہے جو اس ملک کی خوراک کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس ملک میں سب سے اہم اسی فیصد کاٹن پیدا کرنے والا یہی صوبہ ہے۔اس صوبے کے کاشتکار جو اس بجٹ سے پہلے یہ توقع لگا کر بیٹھے تھے کہ شاید وفاق کی طرف سے اس صوبے کے کاشتکار کو جو مراعات نہیں مل سکیں۔وہ شاید پنجاب حکومت کی طرف سے کسی نہ کسی شکل سے اس صوبے کے کاشتکار کو ضرور دی جائیں گی لیکن یہاں بھی اسے مایوسی ہوئی کیونکہ یہ حکومت دعوے تو کرتی ہے کہ یہاں پنجاب کی وجہ سے ہم نے bumper crop پیدا کی اور اس حکومت کے یہ کارنامے تھے اور ان کی یہ پلاننگ تھی کہ جس کی وجہ سے کاشتکار نے ریکارڈ پیداوار ہمیں دی۔کپاس میں ایک کروڑ بیس لاکھ گانٹھ کے قریب دی لیکن اس کے بدلے میں جب دیکھا جائے کہ اس حکومت کی طرف سے اس کاشتکار کو یہ پیداوار دینے کے بدلے میں کیا دیا گیا ہے۔کاشتکار کو جو ڈیزل پچھلے سال -/23 روپے میں ملتا تھا وہ اس مرتبہ -/38 روپے میں اسے ملا، جو کھاد کی بوری اسے 450/475 میں ملتی تھی وہ اسے 500/550 میں ملی۔اسی طرح pesticides کو لیا جائے تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ہم یہاں پر اربوں روپے کی pesticides import کرتے ہیں۔اگر چائنا سے موٹر سائیکل منگوا کر یہاں assemble کئے جا سکتے ہیں تو کیوں نہیں technical grade pesticides کی شکل میں منگوا کر یہاں فیکٹریاں لگا کر اس ملک کے کاشتکار کے لئے سستی pesticides فراہم کی جائیں۔

جناب سپیکر! دوسری طرف کھاد کی سبسڈی کے لئے وفاقی حکومت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ ہم ہزار روپے کی بوری لے کر پانچ سو روپے کی کاشتکار کو دے رہے ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو ہمارے ملک کی جو کھاد کی فیکٹریاں ہیں۔جیسے ایف ایف سی ہے تو انھیں کھاد کی بوری دو اڑھائی سو روپے میں بھی نہیں پڑتی لیکن وہ کاشتکار کو پانچ سو روپے کی بیچی جا رہی ہے تو اس تضاد میں جہاں حکومت تو یہ کہتی ہے کہ وہ bumper crop پیدا کرنے کے لئے کوششیں کر رہی ہے لیکن عملی طور پر اگر دیکھا جائے تو اس ملک کا جو ترقیاتی بجٹ ہے جس کا ایک 100۔ارب روپے کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو اس میں سے صرف ایک فیصد زراعت کی ڈویلپمنٹ کے لئے خرچ کیا جا رہا ہے۔اس میں بھی اگر دیکھا جائے تو تحقیق کے لئے خاص طور پر اس میں 13 کروڑ روپے کی ایسی رقم رکھی گئی

ہے اورold cotton producing areasفیصل آباد اور اوکاڑہ کے حوالے سے یہ رقم وہاں پر دوبارہ کپاس کی بحالی کے لئے رکھ رہے ہیں۔ اگر دوسری طرف دیکھا جائے تو رحیم یار خان جہاں سے میرا تعلق ہے، جہاں کاٹن پیدا کرنے والی سب سے بہتر زمینیں ہیں اور اس صوبے کی 13 فیصد کپاس وہیں پر پیدا ہوتی ہے۔ وہاں پر دھڑا دھڑ شوگر ملیں لگائی جا رہی ہیں۔ وہاں جو موجودہ شوگر ملیں تھیں جو سرکاری طور پرapproveشوگر مل ہے۔ جس کیcapacityآٹھ ہزار میٹرک ٹن کے قریب ہوتی ہے۔ اسے ایک حمزہ شوگر مل جو جٹاں پٹاں میں ہے، اس کیcapacity چوبیس ہزار میٹرک ٹن غیر قانونی طور پر کر دی گئی جہاں پر شوگر مل پر پابندی ہے وہاں ایک شوگر مل کے اندر تین شوگر ملیں لگا دی گئیں اسے کسی نے نہیں پوچھا۔ اسی طرح جمال دین والی شوگر مل جس کیcapacityآٹھ ہزار میٹرک ٹن تھی اسے اب اس مرتبہ اٹھارہ ہزار میٹرک ٹن کر دیا۔ اسی طرح یونائیٹڈ شوگر مل جو صادق آباد تھی اس کیcapacityبھی بڑھائی جا رہی ہے اور سونے پر سہاگہ یہ کہ وہاں پر ایک اور شوگر مل کی منظوری دے دی گئی ہے۔ میں نے چند روز قبل اخبار میں پڑھا کہ پنجاب میں شوگر ملوں سے پابندی اٹھالی گئی ہے تو یہ اس ملک اور خاص طور پر اس صوبے کے ساتھ بڑا ظلم ہوگا کہ جو کاٹن پیدا کرنے والے علاقے ہیں وہاں پر آپ گنے پیدا کرنے کے لئےincentives دے رہے ہیں۔ یہ ایسے بہت سارے علاقے ہیں جہاں پر گنا پیدا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس مرتبہ جو ملک میں چینی کا بحران پیدا ہوا جو چینی کی کمی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے عوامل کچھ اور تھے جو اب سامنے آ چکے ہیں کہ شوگر ملوں والے یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس سٹاک موجود ہے، گورنمنٹ ہم سے پرچیز کرے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ بحرانartificialتھا۔ یہ وہ لوگ جو حکومت میں شامل ہیں انہوں نے خود یہ بحرانartificiallyپیدا کیا اب ان کے پاس سٹاک کہاں سے آ گئے؟ ایسی صورتحال میں اگر ایک مرتبہ گنے کی پیداوار میں کمی آئی تو اس کے لئے ہمیں پلاننگ کرنی چاہئے نہ کہ دھڑا دھڑ ہم شوگر ملوں کے پیچھے پڑ جائیں اور جو کاٹن کاprecious produce ہمارے پاس ہے اسے ہم ضائع کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے حکومت کی طرف سے اس فیلڈ میں کوئی سبسڈی نہیں دی گئی حالانکہ یہ توقع کی جا رہی تھی کہ پنجاب حکومت کم از کم جب پانی کی اتنی شدید قلت ہے تو ہمیں اگر ٹیوب ویل کے لئے ڈیزل سستا نہیں تو کم از کم بجلی پر سبسڈی دی جائے اور سستی بجلی کاشتکار کو فراہم کی جائے۔ اسی طرح کھاد میں بھی سبسڈی دی جا سکتی ہے، ادویات میں بھی دی جا سکتی ہے اور گورنمنٹ خود بھی چھوٹی سی فیکٹریاں لگا کر مقامی طور پر اسےformulateکیا

جا سکتا ہے لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ صحت اور تعلیم کے حوالے سے میں گزارش کروں گا کہ میرے بھائی اعجاز شفیع صاحب یہاں فرما رہے تھے کیونکہ ان کا تعلق بھی اسی علاقہ سے ہے تو جاوید صدیقی صاحب نے facts and figures پر بات کی میں ان کی مکمل تائید کرتا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی تعصب تھا یا کوئی نفرت پھیلانے کی باتیں تھیں۔ وہ تمام facts مکمل حقائق پر مبنی تھے۔ یہ اعجاز شفیع صاحب جو کارنامے وزیر اعلیٰ صاحب کے گنوا رہے تھے، انہوں نے رحیم یار خان میں میڈیکل کالج کی بات کی تو وہ تین سال سے پرائیویٹ بلڈنگ پر چل رہا ہے اس کے لئے کوئی سرکاری بلڈنگ نہیں ہے۔ ہسپتال کا جو سیمینار ہال ہے اس کے اندر کلاسیں ہوتی ہیں۔۔۔

(اذان عصر)

جناب سپیکر! یہ منصوبے اعلانات کی حد تک تو ضرور موجود ہیں لیکن اگر دیکھا جائے تو دوسری طرف اسی سال کا جو بجٹ ہے اس میں، میں نے دیکھا کہ راولپنڈی میڈیکل کالج کے لئے ایک ارب روپیہ رکھا گیا ہے تو یہ جو غیر منصفانہ تقسیم ہے یہی بات ہمارے ممبر جاوید صدیقی صاحب نے کی ہے تو یہ ایسے عمل ہیں جن کی وجہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے نہ کہ اسمبلی میں ان کی نشاندہی سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور اسے منفی سائیڈ پر نہیں لے کر جانا چاہئے۔ اگر ہم تعلیم کے حوالے سے دیکھیں تو رحیم یار خان میں جس یونیورسٹی کے کیمپس کا انہوں نے ذکر کیا وہ پچھلے ایک سال سے وزیر اعلیٰ کی تختی لگی ہوئی ہے، وہاں پر دو سو گز پر ایک gril لگی ہوئی ہے اور شاید ایک یا دو ایکڑ پر گھاس لگا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس کیمپس میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہائیر ایجوکیشن کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے ڈویلپمنٹ کا جو اعلان ہوا ہے تو ہمارے ممبرز اور وزراء صاحبان جو ضلع رحیم یار خان سے ہیں انہیں اس چیز کی نشاندہی کرنی چاہئے تھی کہ ہمارے لئے بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ضلع کے لئے کوئی ایک منصوبہ بھی نہیں ہے کہ جس میں ہم یہ کہہ سکیں کہ کسی سکول کو اپ گریڈ کیا گیا ہے یا ہمارے کسی کالج کو اپ گریڈ کیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ صحت کا منصوبہ ہے جس کا بڑا ذکر کیا جا رہا ہے اس کا حال میں بیان کر چکا ہوں اور ویسے ہی پچھلے تین سال سے کبھی کسی بلڈنگ میں کبھی کسی بلڈنگ میں چل رہا ہے، وہاں پر کوئی ٹیچنگ سٹاف ہے، نہ وہاں پر کوئی پروفیسر ہے۔ ابھی چند روز قبل اسمبلی میں ایک سوال آیا تھا تو اس میں پروفیسرز کی 28 خالی سیٹیں show کی گئی تھیں۔ وہاں پر چند ایک نئے پروفیسرز آئے ہیں لیکن ابھی تک میڈیکل کالج کاغذات میں ہے اور اس

کے لئے جو جگہ فراہم کی گئی وہ ایک ہی ضلع میں قابل ذکر سٹیڈیم تھا جو رحیم یار خان میں محمود سٹیڈیم کے نام سے تھا وہ سٹیڈیم میڈیکل کالج کی بلڈنگ کے لئے ان کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ ضلع رحیم یار خان کی 30لاکھ آبادی کے لئے ایک بھی سٹیڈیم وہاں پر قابل ذکر نہیں ہے۔ وہ سٹیڈیم کالج بنا اور نہ ہی سٹیڈیم رہا۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر لاہور میں ہزاروں ایکڑ پر سپورٹس کمپلیکس بن رہے ہیں تو رحیم یار خان کا ایک حقیقی مسئلہ ہے کہ وہ ایک سٹیڈیم تھا جسے میڈیکل کالج کے لئے وقف کر دیا گیا ہے تو ہمارے ضلع میں اس جگہ کے بدلے ایک سٹیڈیم بنایا جانا چاہئے۔ اسی طرح جو ایگریکلچر میں اتنا اہم رول ادا کرنے والا ضلع ہے وہاں پر جو زرعی کالج ہے اور زرعی یونیورسٹی کا اعلان بھی کیا جا سکتا ہے اس طرح جنوبی پنجاب کی محرومیاں دور کی جا سکتی ہیں، نہ کہ زبردستی صرف تقریر میں کہہ دیں کہ ہم نے محرومیاں دور کر دیں اور فلاں چیزوں کا اعلان کر دیا ہے۔ اعلانات ضرور کئے ہوں گے لیکن عملی طور پر کچھ نہیں ہوا۔ اس سے پہلے جو ممبرز جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں وہ درست کہہ رہے ہیں۔ ہم خالی یہ نہیں کہتے کہ ہمارے اعلانات کر دینے سے وہاں کے لوگ خاموش ہو جائیں گے۔ واقعی وہاں کے لوگوں کے احساسات ہیں، ہم ان کے نمائندے ہیں اور ہمارا یہ حق بنتا ہے کہ ہم ان کے مسائل اور ان کے احساسات یہاں تک پہنچائیں۔ اسی طرح روڈز کے جو projects ہیں ان میں کوئی بڑا project نہیں ہے۔ ہر بجٹ میں شاہی روڈ رحیم یار خان کا ذکر آ جاتا ہے لیکن اس کے لئے فنڈز کا وہی سلسلہ ہوتا ہے جیسے باقی جنوبی پنجاب میں ہوتا آیا ہے۔ جب تکمیل کی بات آتی ہے تو اس کے لئے فنڈز فراہم نہیں ہوتے۔ ابھی جو اعلان ہوا تو میں نے دیکھا کہ پچاس لاکھ کے قریب فنڈز دیئے گئے ہیں اور 48کروڑ روپے کا منصوبہ ہے اور اس سال صرف پچاس لاکھ روپے دیئے گئے ہیں جو کہ صرف feasibility پر لگ جائیں گے۔ ہمارے جو باقی دیگر شعبہ جات ہیں۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے زراعت کا ذکر کیا رحیم یار خان ضلع میں کھاد کی جو تمام اہم فیکٹریاں ہیں وہ بھی اسی ایریا میں لگ رہی ہیں۔ اس کے لئے جو ٹیکنیکل لیبر چاہئے اس کے لئے وہاں پر ٹیکنیکل کالج ہونا چاہئے۔ وہاں پر پولی ٹیکنیکل کالج کے پاس جگہ موجود ہے، بلڈنگ موجود ہے مگر اس میں ٹیکنالوجی کا اضافہ کیا جانا چاہئے اس میں نشستوں میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ وہاں پر چونکہ کھاد فیکٹریاں بنائی جا رہی ہیں اس لئے وہاں پر کیمیکل ٹیکنالوجی کا شعبہ قائم کیا جا سکتا ہے اور اگر اسے انجینئرنگ کالج کا درجہ دے دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جنوبی پنجاب کے علاقے

کی محرومیاں دور کرنے کے لئے اور خاص طور پر وزیر اعلیٰ صاحب وہاں سے منتخب ہوئے تھے اور کم از کم اس علاقے کا قرض ہی چکا دیں۔ خالی اعلانات سے وہ لوگ راضی نہیں ہوں گے۔ انہیں وہاں سے تین سال منتخب ہوئے ہو چکے ہیں۔ وہاں پر کسی بڑی پالیسی یا کسی بڑے پراجیکٹ کی تکمیل نہیں ہوئی۔ وزیر زرعی مارکیٹنگ نے بھی وہاں ایک تختی لگائی تھی کہ ہم یہاں پر بین الاقوامی لیول کی غلہ منڈی بنانا چاہتے ہیں۔ تین سال ہو گئے چار دیواری بنی ہوئی ہے لیکن وہاں پر کوئی انفراسٹرکچر نہیں بنا۔ اسی طرح ابھی وزیر صاحب نے انڈسٹریل اسٹیٹ کی بات کی ہے تو اس کو بھی اعلان ہوئے ایک سال ہو چکا ہے لیکن اس کا کوئی انفراسٹرکچر شروع ہوا وہاں پر کوئی روڈز ہیں نہ اس کے لئے کوئی پانی یا کوئی دوسری سہولیات کا بندوبست کیا گیا ہے۔ خالی انڈسٹریل اسٹیٹ کا اعلان ہونے سے جنوبی پنجاب کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کچھ عملی اقدامات اٹھانے چاہئیں تاکہ یہاں پر ہم جنوبی پنجاب کے حوالے سے جو نفرت بھرے الفاظ سنتے ہیں ان کو ختم کیا جا سکے اور ان میں یہ سوچ پیدا نہ ہو۔ ہمیں تو عملی اور مثبت اقدامات اٹھانے چاہئیں نہ کہ جو لوگ یہاں پر نشاندہی کریں تو آپ ان کے خلاف بولنا شروع کر دیں کہ یہ تعصب اور نفرت پھیلا رہے ہیں۔ بہت شکریہ، مہربانی۔

وزیر بیت المال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب! آپ فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بجٹ اجلاس ہے اور بجٹ پر تقریریں ہو رہی ہیں۔ آپ ہر تقریر کے بعد فاضل ممبر کو یہ موقع دے دیتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دے۔ اعجاز شفیع صاحب نے آج کوئی ٹھیکہ لے لیا ہے کہ جنوبی پنجاب کے حوالے سے سارے جوابات انہوں نے ہی دینے ہیں۔ وزیر خزانہ کے لئے بھی کچھ رہنے دیں۔

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! میں اپنے فاضل دوست ڈھلوں صاحب کے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ رحیم یار خان میں جو میڈیکل کالج ہے وہاں پر تھرڈ ایئر کی کلاسز شروع ہیں اور باقاعدہ بچے پڑھ رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہماری یونیورسٹی کے کیمپس میں بھی چھ مختلف ڈیپارٹمنٹس کی کلاسز لگ رہی ہیں۔ میں ان کے علم میں یہ بھی اضافہ کرتا چلوں کہ ہمارے رحیم یار خان میں اور

آج ملک کے اندر امن سلامتی کی ایک مثال ہے کہ ہمارے ضلع میں 60۔ارب روپے کی کاٹن اور کھاد انڈسٹریز کا قیام ہو رہا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز بھی ہمارے جنوبی پنجاب کی محرومیوں کے خاتمے کا باعث بنے گا۔ شکریہ

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! انہوں نے جو رحیم یار خان کی بات کی ہے تو میں عرض کروں گا کہ وہاں پر 1034 بلین روپے سے واٹر سپلائی اور پہلی دفعہ Waste Water Plant لگا ہے جس کا ٹینڈر ہو چکا ہے اور 26 تاریخ کو وہ ٹینڈر کھلیں گے۔ یہ اتنا بڑا پراجیکٹ بھی دو اڑھائی لاکھ کی آبادی کے لئے دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ اب نماز کا وقت ہو چکا ہے اور جو مقرر رہتے ہیں میں ان کا نام پڑھ دیتا ہوں میرا خیال ہے کہ اب تمام ممبران تھک چکے ہیں۔ اپوزیشن کی طرف سے اصغر علی گجر، محترمہ نشاط افزاء، سید احسان اللہ وقاص، حاجی محمد اعجاز، محترمہ زیب النساء قریشی، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ خالدہ منصور اور حکومت کی طرف سے محترمہ گلشن ملک، جناب جوزف حاکم دین، محترمہ مصباح کوکب، شمیم اختر صاحبہ، جناب محمد اشرف بٹ، جناب عامر عثمان عادل، محترمہ صفیہ جاوید چودھری، محترمہ شاہینہ اسد، محترمہ لبنیٰ طارق، نگہت میر اور ستارہ فیاض صاحبہ رہتی ہیں۔ ان سب کو کل موقع دیا جائے گا۔

اب میں اجلاس کو بروز بدھ مورخہ 21۔ جون 2006 صبح 10 بجے تک adjourn کرتا ہوں۔